شبیہ مبارک سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود

علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۸۳۵ء ـ تا ـ ۱۹۰۸ء

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

(تحریر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰة والسّلام)

اوّل:- بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اِس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہوجائے شِرک سے مُجتنب رہے گا۔

دوم:- یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظُلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:- یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکمِ خدا اور رسُول ؐ کے ادا کرتا رہے گا اور حتیّ الوسع نمازِ تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنائے گا۔

چہارم:- یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مُسلمانوں کو خصُوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اَور طرح سے۔

پنجم:- یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلاء میں خُدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مُصیبت کے وارد ہونے پر مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:- یہ کہ اتّباعِ رسم اور متابعتِ ہَوا و ہَوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنی ہر ایک راہ میں دستُور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:- یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خُلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:- یہ کہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردئ اِسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اَولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:- یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغُول رہے گا اور جہاں تک بَس چل سکتا ہے اپنی خُداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:- یہ کہ اِس عاجز سے عقدِ اُخوّت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اُس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اُخوّت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دُنیوی رشتوں اور تعلّقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اِشتہار تکمیلِ تبلیغ ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد : ۴۴

ایڈیٹر :-
منیر احمد خادم

نائبین :-
قریشی محمد فضل اللہ
محمد نسیم خان

شمارہ : ۵۱-۵۲
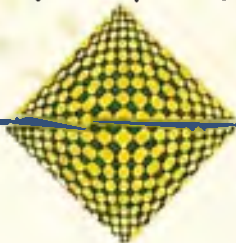
مسیح موعودؑ نمبر

سالانہ :—— ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک
۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY BADR QADIAN.

۲۷ رجب و ۵ شعبان ۱۴۱۶ ہجری ۲۱ و ۲۸ فتح ۱۳۷۴ ہش ۲۱ و ۲۸ دسمبر ۱۹۹۵ء

ترتیب

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ!
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۱ و ۲۸ فتح ۱۳۷۴ ہش

پیغامِ صُبحِ اُمّید!

جب سے جماعت احمدیہ نے اپنے سو سالہ قیام پر "صد سالہ احمدیہ جوبلی جشن" منایا ہے، ستر سے زائد زبانوں میں قرآنِ مجید کے تراجم کی تکمیل کی ہے اور دیگر اسلامی لٹریچر کے ساتھ ساتھ سو زبانوں میں منتخبہ آیات، احادیث اور تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشاعت کی ہے، مختلف جگہوں پر نمائشیں لگائی ہیں، سکول، کالجز اور ہسپتال کھولے ہیں، مبلّغین و معلّمینِ کرام کا جال پھیلایا ہے اور پھر بین الاقوامی سطح پر اخبارات و رسائل اور دیگر نشریاتی اداروں پر اس کا خوب چرچا ہُوا ہے، تب سے دُشمنانِ احمدیت کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ ۱۹۹۱ء میں جب نہایت شان و شوکت کے ساتھ عالمگیر جماعتِ احمدیہ کے امام سیّدنا حضرت اقدس مرزا طاہر احمد امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ قادیان دارالامان تشریف لائے اور ہندوستان میں تبلیغی و تربیتی کاموں میں تیزی پیدا ہوئی اور پھر ساتھ ہی حضور انور نے لنڈن سے "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کے نام سے ٹیلی ویژن سنٹر کا اجراء فرمایا عالمگیر سطح پر جماعت کی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہُوا ہے۔ اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں سعید رُوحیں سیّدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جھنڈے تلے جمع ہو رہی ہیں، یہ دُشمنانِ احمدیت حسد و جلن کی آگ میں جل کر خاک ہو رہے ہیں۔ اور ان افواجِ شیطان اور شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ نے اپنی گندہ ذہنی اور بدباطنی کا کُھلم کُھلا اظہار کر کے سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس کے خلاف بہت تیزی سے جھوٹ کی غلاظت اُگلنی شروع کر دی ہے۔ مُسلمان نُما ان مولویوں کو اسلام سے تو کچھ ہمدردی نہیں۔ بجائے اس کے کہ یہ عیسائیوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب والوں کو کلمہ پڑھاتے، انہوں نے لاکھوں کلمہ گو مومنین کو کافر بنا دیا۔ اور دُوسری طرف "تحفظِ ختمِ نبوت" کے نام پر ایک عجیب دُکان سجالی ہے۔ اگرچہ اب یہ دُکان بھی تشتت و افتراق کا شکار ہو رہی ہے چنانچہ گزشتہ دنوں شائع ہونے والی اخبارات کی خبروں کے مطابق عالمگیر سطح پر تحفظِ ختمِ نبوت کے نام پر جو دھوکے و فریب کی دُکان سجائی گئی تھی اس میں بھی نفع و نقصان کے معاملے میں شگاف پڑنے کی خبریں ہیں اور کچھ کم منافع ملنے والا ایک مایوس فریق اِس دُکان سے الگ ہو کر اپنی علیحدہ دُکان کھولنے کی سوچ رہا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ مخالفینِ احمدیت اپنی سادہ لوحی میں بھی مخالفت کرتے تھے۔ لیکن جب باوجود مخالفت کے دیکھتے تھے کہ احمدیت تو حقیقی اسلام کا دُوسرا نام ہے تو اکثر اُن میں سے مخالفت سے باز آجاتے تھے۔ لیکن آج جو لوگ مخالفینِ احمدیت کہلاتے ہیں ان میں سے اکثر دُکاندار اور دھندے باز ہیں جو جانتے ہیں کہ وہ صرف اور صرف دُنیوی دولت، دُنیوی مفاد، اور ظاہری سرداری کی لالچ میں یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ہمارا چیلنج ہے کہ یہ لوگ سوائے تخریب کاری کے کوئی بھی تعمیری کام سرانجام نہیں دے سکتے کیا اُن میں طاقت ہے کہ یہ ہندوستان کے کروڑوں معصوم مسلمانوں کو صرف سادہ نماز ہی سکھا دیں، انہیں قرآن مجید پڑھا دیں انہیں تعلیم کے نُور سے منور کر دیں، انہیں اتفاق و اتحاد کے زیور سے آراستہ کر دیں ــــ نہیں! ــــ ہرگز نہیں!! آپ جدھر بھی نظر اُٹھا کر دیکھیں گے۔ یہ بدمزاج مُلّاں صرف اور صرف تخریب و فساد میں منہمک ہیں اور گلشنِ اسلام پر تبر چلا چلا کر خوش ہو رہے ہیں۔

افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ہمارے پاس ان کے گندے اشتہارات سے فائل بھری پڑی ہے۔ جن میں ان بداخلاق اور گندہ ذہن مولویوں نے سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق ہمارے محبوب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اپنی تحریرات میں اپنی بد اخلاقی و خُبثِ باطنی کا کُھل کر ثبوت دیا ہے چنانچہ بعض اشتہارات کے عناوین ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) قادیانیت کا فریب (۲) قادیان کا دہقان (۳) ایمان کے ڈاکو مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوشیار (۴) عیسائیت کی خُفیہ سُرنگ (۵) مُسلم نما کافروں سے ہوشیار ــــ وغیرہ وغیرہ!!

چنانچہ مجبُور ہو کر ایسے تمام جھوٹے اعتراضات کی قلعی کھولنے کے لئے ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ بدر کے اِس خصوصی شمارہ کو ترتیب دیا ہے۔ اس سے نہ صرف احبابِ جماعت کے علم میں اضافہ ہوگا اور وہ دُوسروں کے شکوک دُور کر سکیں گے بلکہ نومبائعین اور متلاشیانِ حق کے لئے بھی یہ مفید ہوگا اور انشاء اللہ اُمید ہے اس کے مُطالعہ سے ان کی آنکھیں کُھلیں گی۔ اور صُبحِ صداقت ان پر نمودار ہوگی ــــ!!

جن حضرات نے مخالفینِ احمدیت کے گندے اشتہارات نہیں پڑھے ممکن ہے انہیں اس شمارے کے بعض مضامین میں بعض جگہوں پر کچھ سخت الفاظ کے استعمال کا شکوہ ہو۔ لیکن جب وہ دُشمنانِ احمدیت کی گندی اور اخلاق سے گری ہوئی تحریرات کو پڑھیں گے تو انہیں یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ بعض دفعہ جواب دیتے وقت ایسے الفاظ کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ مناسب ہوتا ہے۔

بالآخر ہم معذرت سے عرض کرنا چاہیں گے کہ بعض مجبوریوں کے باعث ہم یہ خصوصی شمارہ بروقت آپ کے ہاتھوں میں نہیں تھما سکے۔ لیکن شکر ہے کہ خُدا نے بہرحال ہمیں اپنے وعدہ کی تکمیل کی توفیق بخشی۔ اُمید ہے اس تعلق میں آپ اپنی آراء اور مفید مشوروں سے ادارہ کو ضرور نوازیں گے۔

اِس شمارہ کے لئے خصوصی مالی تعاون دینے والے تمام بھائیوں، بہنوں اور مضمون نگار و دُعاؤں سے مدد کرنے والے حضرات کے ہم دلی ممنون ہیں اور دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالےٰ اِس شُمارہ کو بہتوں کے لئے پیغامِ صُبحِ اُمید بنا دے۔

اٰمین ؕ

(مُنیر احمد خادم)

شُکریہ اِس شمارہ میں مختلف جگہوں پر بعض نایاب کتب کے جو عکس شائع کئے گئے اُن کے لئے ہمیں مکرم قریشی محمد کریم صاحب آف لاہور کا تعاون حاصل ہُوا ہے۔ اسی طرح عزیزم شمس الدین صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ نے بھی اس کی تیاری میں ادارہ سے تعاون کیا ہے۔ ادارہ ہر دو حضرات کا دلی ممنون ہے۔ فجزاہما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء (ادارہ)

ارشادِ ربّانی

امام مہدی علیہ السّلام اور تمام ادیان پر غلبۂ اسلام

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣﴾ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤﴾ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٥﴾

(سُورۃ الجُمعہ : آیت ۳ تا ۵)

ترجمہ :- وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو اُن کو خدا کے احکام سُناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اِس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور اُن کے سوا ایک دُوسری قوم میں بھی (وہ اُسے بھیجے گا) جو ابھی تک اُن سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

(سُورۃ التّوبہ : آیت ۳۲-۳۳)

ترجمہ :- وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنے مونہوں (کی پھونکوں) سے بُجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پُورا کرنے کے سوا دوسری ہر بات سے انکار کرتا ہے خواہ کُفّار کو کتنا ہی بُرا لگے۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ باقی تمام دینوں پر اسے غالب کر دے گو مشرکوں کو یہ بات بہت ہی بُری لگے۔

(نوٹ :- مذکورہ ہر دو آیات کی تشریح و تفسیر کے لئے صفحہ ۱۱ ، ۱۴ ملاحظہ فرمائیں)

فرمانِ نبوی ﷺ

بعثتِ مہدی و مسیح اور فرمانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتّٰى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

(صحیح بُخاری پارہ ۱۳ کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم)

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں عادل حَکَم ہو کر۔ وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر یعنی سُور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور مال اس بہتات سے ہوگا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ ان کے زمانہ میں ایک سجدہ دُنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُوشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَلْقٰى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِمَامًا مَهْدِيًّا وَحَكَمًا عَدْلًا يَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو اس وقت زندہ ہُوا وہ عیسیٰ بن مریم کو پائے گا جو امام مہدی ہوں گے اور حَکَم عدل ہوں گے (یعنی اُمّت کے فرقوں کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرنے والے ہوں گے) اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے (اور اُن کے زمانہ میں) لڑائی اپنے اَوزار رکھ دے گی یعنی مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَأَلَ ثَلَاثًا وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔

(بخاری کتاب التفسیر باب الجمعہ)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ کی آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ نازل ہوئی مَیں نے عرض کیا اے اللہ کے رسُول وہ کون لوگ ہیں جب آپؐ نے جواب مرحمت نہیں فرمایا تو مَیں نے تین مرتبہ دریافت کیا اور حضرت سلمان فارسیؓ بھی ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھ کر فرمایا، اگر ایمان ثُریّا کے قریب بھی ہو جائے گا (اپنی دُوری کے اعتبار سے) تو ان میں سے کچھ لوگ یا ایک آدمی اسے وہاں سے لے آئے گا۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ ۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ۵۷-۵۸)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت پر بھی ایک زمانہ آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا جیسے ایک جُوتا دُوسرے کے ساتھ برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں کے پاس کھلم کھلا آیا تھا میری اُمّت میں ہوگا جو شخص اس طرح کرے گا۔ اور بے شک بنی اسرائیل بہتر ۷۲ گروہوں میں بٹے تھے اور میری اُمّت تہتر ۷۳ فرقوں میں منفرق ہوگی سب وہ دوزخ میں جائیں گے مگر ایک گروہ۔ صحابہؓ نے کہا وہ کونسا گروہ ہے اے اللہ کے رسُول۔ فرمایا جس پر مَیں ہوں اور میرے اصحاب۔ ترمذی نے روایت کیا ہے۔ احمدؒ ابوداؤد نے معاویہ سے بیان کیا ہے، بہتر دوزخ میں ہوں گے اور ایک جنّت میں اور وہ گروہ ہے جماعت۔

(۵) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ يَمَانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَّمِأَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَةً يَبْعَثُ اللّٰهُ الْمَهْدِيَّ فَيُبَايِعُوْنَ عَلٰى يَدِهٖ خَلْقٌ كَثِيْرٌ ۔ (النَّجْمُ الثَّاقِبُ صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ :۔ حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب ایک ہزار دو سو چالیس سال گذر جائیں گے تو اللہ تعالےٰ مہدی علیہ السلام کو ظاہر فرمائے گا اور ایک خلق کثیر اُن کے ہاتھ پر بیعت کرے گی۔

نوٹ :۔ ذیل میں کتاب "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" اور "الیواقیت والجواھر" کے ٹائیٹل پیج اور اُن میں درج احادیث کے عکس ملاحظہ فرمائیں!

کتاب الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر للامام
العارف الربانی سیدی عبدالوھاب الشعرانی
نفعنا اللہ والمسلمین ببرکاتہ وافاض
علینا من نفحاتہ
آمین

علی الھوامش بکتاب الکبریت الاحمر فی بیان علوم الشیخ الاکبر لصاحب
الیاقوت والجواھر المذکور ضاعف اللہ تعالیٰ لہ اسنی الاجور)

(الطبعۃ الاولی)

(۱۷۰)

السبط رضی اللہ عنہما وھو مارواہ ابوداود فی سننہ وذھب الیہ المناوی فی کبیرہ وکل سرذلک ترکہ الخلافۃ للہ عزوجل شفقۃ علی الامۃ او من ولد الحسین السبط رضی اللہ عنہ قال بعضھم ھو الصحیح اسمہ احمد او محمد بن عبداللہ قال القطب الشعرانی فی الیواقیت والجواھر المھدی من ولد الحسن العسکری ابن الحسین ومولدہ لیلۃ النصف من شعبان سنۃ خمس وخمسین ومائتین بعد الالف وھو باق الی ان یجتمع بعیسی ابن مریم علیہ السلام ھکذا اخبرنی الشیخ حسن العراقی المدفون فوق کوم الریش

یعنی مہدی کا وقت پیدائش وسط شعبان ۱۲۵۵ھ ہے۔

سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی

مُبارک و ایمان افروز تحریرات!

"مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اُس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور مَیں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اُس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور مَیں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اُسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۷، ۸ مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

بریلی کے ایک شخص نے حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ وہی مسیح موعود ہیں جس کی نسبت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احادیث میں خبر دی ہے اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اس کا جواب لکھیں۔ اس پر حضورؑ نے اُسے حلفاً تحریر فرمایا کہ:-

"مَیں نے پہلے بھی اس اقرار مفصّل ذیل کو اپنی کتابوں میں قسم کے ساتھ لوگوں پر ظاہر کیا ہے اور اب بھی اِس پرچہ میں خُدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مَیں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث صحیحہ میں دی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مُسلم اور دُوسری صحاح میں درج ہیں وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا۔

الراقم مرزا غلام احمد عفا اللہ عنہ وایدہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء"

(روحانی خزائن ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۳۲۶، ۳۲۷)

"دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ مَیں دُنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں۔ اور کریں گے۔ اور جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے مَیں آیا ہُوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے وہ ضرور اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اِس زمانہ کا حصنِ حصین مَیں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔" (رُوحانی خزائن جلد ۳ فتح اسلام ص۳۴)

"مَیں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں اور خدا کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک مَیں دُوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دُنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اَور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہُوں۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہُوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اِس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو آسمانی صدا کا احساس نہیں۔" (رُوحانی خزائن جلد ۳ ازالہ اَوہام ص۴۰۳)

"یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہُوا پَودا ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے اور وہ اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس یہ اگر انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔" (رُوحانی خزائن جلد ۱۱ انجامِ آتھم ص۶۴)

"مَیں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دُشمن نہیں ہے۔ مَیں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچّوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ مَیں صرف اُن باطل عقائد کا دُشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے۔ اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اُصول۔" (رُوحانی خزائن جلد ۱۷ اربعین ۱ صفحہ ۳۴۴)

"ہمارے مذہب کا خُلاصہ اور لُبِّ لُباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اِس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل وتوفیق باری تعالیٰ اِس عالم گذران سے کُوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہوچکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کرکے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اِس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کُتبِ سماوی ہے اور ایک شُعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغییر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔"

(رُوحانی خزائن جلد ۳ ازالہ اَوہام صفحہ ۱۶۹۔ ۱۷۰)

اَے خُدا اَے کارساز و عیب پوش و کردگار
اَے مِرے پیارے مِرے محسن مِرے پَروردگار

کس طرح تیرا کروں اَے ذوالمنن شُکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند !
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گُذار !

آسماں میرے لیے تُو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سُورج ہُوئے میرے لئے تاریک و تار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بِٹھا دیتا ہے تُو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کرکے خوار

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضُعفِ دینِ مُصطفیٰؐ
مجھ کو کر اَے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار

جو خُدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں !
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے رُوبۂ زار و نزار

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار (دُرِّثمین)

"میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مُسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہوجائیں۔ وہ ایسے سچّے مُسلمان ہوں جو مُسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ اور عیسائیوں کے لئے کسرِ صلیب ہو اور اُن کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دُنیا اس کو بالکل بھول جاوے۔ خدائے واحد کی عبادت ہو۔

میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کام نفاق طبعی اور دُنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہوں گے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہوجائیں گے۔ کیا کاذب کبھی کامیاب ہوسکتا ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ کذّاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے۔ لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اُس کے رسُول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہُوا پودا ہو پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کرسکے؟ یاد رکھو! میرا سلسلہ اگر نِری دُکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مِٹ جائے گا۔ لیکن اگر

خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دُنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔

مخالفت کی مَیں پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہُوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دُنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چُپ چاپ اُسے قبول کر لیا ہو۔ دُنیا کی تو عجیب حالت ہے، انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دُوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ سو کی فہرستیں آتی ہیں اور دس دس پندرہ پندرہ تو روزانہ درخواستیں بیعت کی آتی رہتی ہیں۔ اور وہ لوگ علیحدہ ہیں جو خود یہاں آکر داخلِ سلسلہ ہوتے ہیں۔

اِس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دُنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں۔ اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔

مسیح کی مَوت کا جھگڑا بالکل صاف ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول سے اور مسیح علیہ السلام کے اپنے اقرار سے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں موت ثابت کر دی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے معراج کی رات میں ان کو مُردوں میں دیکھا۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص ابھی اس عالَم میں ہے وہ ان رُوحوں میں جو اِس جہان سے گُذر چکی ہیں کیونکر شامل ہوگیا۔"

(الحکم ۱۷؍جولائی ۱۹۰۵ء بحوالہ ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹)

"مسلمانو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دی ہے اور مَیں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے اب اس کو سُننا نہ سُننا تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ سچّی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں اور یہ بھی پکی بات ہے کہ اِسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے۔"

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۵۷)

"اگر کوئی شخص ہماری جماعت سے نفرت کرتا ہے تو کرے۔ لیکن اُسے کم از کم غیرتِ اسلام کے تقاضا سے اور اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ بھی تو ضرور ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کو تلاش کرے اور اُس کا پتہ دے جو حُجج و براہین اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور روشن آیات سے کسرِ صلیب کر رہی ہو۔ مگر مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کہیں بھی چلے جاؤ اس جماعت کا پتہ بجُز میرے نہیں ملے گا۔ اِس لئے کہ خُدا تعالیٰ نے اِس غرض کے واسطے مجھے ہی مبعُوث کر کے بھیجا ہے۔ میرے دعوٰے کو سُن کر نری بدظنّی اور بدلگامی سے کام نہ لو بلکہ تمہیں چاہیئے کہ اِس پر غور کرو اور منہاجِ نبوّت کے معیار پر اس کی صداقت کو آزماؤ۔ انسان ایک پیسے کا برتن لیتا ہے تو اس کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری باتوں کو سُنتے ہی بغیر فکر کئے گالیاں دینی شروع کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی نامناسب اَمر ہے۔ جو طریق مَیں نے پیش کیا ہے اس طرح پر میرے دعوٰے کو آزماؤ۔ اور پھر اگر اِس طریق سے بھی تُم مجھے کاذب پاؤ تو بےشک افسوس کے ساتھ چھوڑ دو۔ لیکن مَیں تمہیں دعوٰے سے کہتا ہُوں کہ مَیں مفتری نہیں ہوں۔ کاذب نہیں ہوں۔ بلکہ مَیں وہی ہوں جس کا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سَلام کیا ہے۔ وہی مسیح موعُود ہوں جو چودھویں صدی میں آنے والا تھا اور جو مہدی بھی ہے۔ مجھے وہی قبول کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے۔ اور یہ جماعت اب دن بدن بڑھ رہی ہے۔ خُدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ بڑھے۔ پس یہ بڑھے گی۔ اور ضرور بڑھے گی۔"

(الحکم ۱۰؍جون ۱۹۰۵ء ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۵ - ۱۴۶)

"بالآخر مَیں ہر ایک مُسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فِتنہ میں پڑا ہے اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور مَیں اِسی لئے آیا ہوں۔ اور مجھے خدا تعالیٰ نے علمِ قرآن بخشا ہے اور حقائق معارف اپنی کتاب کے مجھ پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں۔ سو میری طرف آؤ تا اِس نعمت سے تم بھی حصّہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہُوں۔ کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کُھلی کُھلی آفات ہیں ایک مجدّد کُھلے کُھلے دعوے کے ساتھ آتا۔ سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کرو گے۔" (برکات الدعا صفحہ ۳۶ رُوحانی خزائن جلد ۳)

انعامی چیلنج نمبر (۱)

صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤگے

جس میں حضرت عیسیٰؑ کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے جانے کا ذکر ہو

۲۰ ہزار روپے کا انعامی چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "کتاب البریّہ" میں فرماتے ہیں:-

"یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متّصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اُترے ہیں اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اُترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤگے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کرلیں۔"

(کتاب البریّہ حاشیہ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶)

انعامی چیلنج نمبر (۲)

تَوَفِّیْ کا معنیٰ قبضِ رُوح اور وفات

ایک ہزار روپے کا انعامی چیلنج

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "ازالہ اوہام" میں فرماتے ہیں:-

"اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد، نظم و نثر قدیم وجدید عرب سے، یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ تَوَفِّیْ کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الرّوح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبضِ رُوح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبضِ جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیّت کا فروخت کرکے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا۔ اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۵)

یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا

عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نااُمید اور بدظن ہوکر اِس عقیدے کو چھوڑ دیں گے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایمان افروز تصنیف "تذکرۃ الشہادتین" میں نہایت پُرشوکت الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا ..... ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے ..... اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی..... اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دُنیا دُوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ ابھی آسمان سے نہ اُترا۔ تب سب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پُوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نااُمید اور بدظن ہوکر اِس عقیدے کو چھوڑ دیں گے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

اِسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے بارے میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئیاں

از محترم مولانا محمّد کریم الدین صاحب شاہد ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیّہ قادیان

جس طرح اسلام کی نشأۃِ اُولیٰ میں انتہائی کمزوری اور کس مپرسی کے وقت عروجِ اسلام کی پیشگوئیاں ایک زندہ حقیقت ثابت ہوئیں اسی طرح عُروجِ اسلام کے بعد مُسلمانوں کے زوال کی پیشگوئیاں بھی فی زمانہ پُوری ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کا ثبُوت پیش کر رہی ہیں ۔ ایسے تشتّت و اِفتراق کے زمانے میں نہ صرف اُمّتِ محمّدیہ کی اِصلاح بلکہ اقوامِ عالم کی اِصلاح کے لئے قرآنِ مجید کی منشاء اور اشارات کی روشنی میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسیح و مہدی موعودؑ کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی تھی ۔

قرآنِ مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے اپنے بعد آنے والے رسول پر ایمان لانے اور اس کی تائید و نُصرت و حمایت کرنے کا عہد لیا ہے ۔ اور ایسا ہی عہد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی باوجود آپؐ کے خاتم النّبیّین ہونے کے لیا گیا ہے ۔ چنانچہ تمام انبیاء سے جو عہد لیا گیا، اُس کا ذکر قرآنِ مجید میں اِس طرح ہے :۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝

(اٰل عمران : اٰیۃ ۸۲)

(ترجمہ) اور (اُس وقت کو بھی یاد کرو) جب اللہ نے (اہلِ کتاب سے) سب نبیوں والا پختہ عہد لیا تھا کہ جو بھی کتاب اور حکمت مَیں تمہیں دُوں پھر تمہارے پاس کوئی (ایسا) رسول آئے جو اِس کلام کو پُورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اُس پر ایمان لانا اور ضرور اُس کی مدد کرنا (اور) فرمایا تھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میری (طرف سے) ذمہ داری قبول کرتے ہو ؟ (اور) انہوں نے کہا تھا، ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا اب تُم گواہ رہو اور مَیں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے (ایک گواہ) ہُوں ۔

اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ میں بتایا ہے کہ سب نبیوں سے خدا تعالیٰ نے بعد کے آنے والے رسُول پر ایمان لانے اور اُس کی نصُرت کرنے کا وعدہ لیا ہے ۔ جس سے درحقیقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مُراد ہیں ۔ گویا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آنے کا وعدہ برنگِ پیشگوئی گزشتہ انبیاء نے اپنی اپنی اُمّت سے لیا ۔

اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی کوئی ایسا وعدہ لیا گیا ہے یا نہیں ۔ تو قرآنِ مجید میں ارشادِ ربّانی ہے :۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝ (الاحزاب : ۸)

(ترجمہ) اور (یاد کرو) جبکہ ہم نے نبیوں سے اُن پر عائد کردہ ایک خاص بات کا وعدہ لیا تھا اور تجھ سے بھی (وعدہ لیا تھا) اور نُوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی، اور ہم نے اُن سب سے ایک پُختہ عہد لیا تھا ۔

بعض عُلماء محض حق پوشی کے لئے کج بحثی اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں جس اقرار کا ذکر ہے وہ وہی اقرار ہے جو عام طور پر ساری مخلوق سے لیا گیا ہے ۔ یعنی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی (اعراف : ۱۷۳) کہ کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ؟ انہوں نے کہا ہاں ۔ حالانکہ یہاں کسی میثاق کا ذکر نہیں ہے ۔ "مِیْثَاقُ النَّبِیّٖنَ" کے الفاظ سورۃ آلِ عمران اور سورۃ اَحزاب میں ہی مستعمل ہیں ۔ اِس کے علاوہ قرآنِ کریم میں کسی جگہ بھی نبیوں کے لئے مِیثَاق کا لفظ استعمال نہیں ہُوا ۔ اِس لئے یہ دونوں آیتیں ایک دُوسرے کی تشریح کر رہی ہیں ۔ سُورۃ آلِ عمران کی آیت میں میثاق النّبیّین کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔ اور سُورۃ اَحزاب میں نبیوں کے میثاق کی تفصیل نہیں دی گئی بلکہ سابقہ میثاق کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے ۔ اور وہ میثاق یہی تھا کہ انبیاء اپنی قوموں کو نصیحت کر جائیں کہ ہمارے بعد جو بھی نبی یا رسُول آئے اُس پر ایمان لائیں اور اُس کی امداد و نصُرت کریں ـــــ !

چنانچہ شاہ فہد کی جانب سے مدینہ منوّرہ سے جو اُردو ترجمۃ القرآن شائع کیا گیا ہے اُس کا اُردو ترجمہ ایک دیوبندی عالم شیخ الہند مولانا محمُود الحسن صاحب کا کیا ہُوا ہے ۔ جس پر ایک اَور دیوبندی عالم مولانا شبّیر احمد صاحب عُثمانی نے تفسیری نوٹ لکھے ہیں ۔ اس میں مولانا شبّیر احمد صاحب عثمانی سُورۃ اَحزاب کی آیتِ مذکُورہ پر فائدہ ۱ کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں :۔

"یعنی یہ قول و قرار کہ ایک دُوسرے کی تائید و تصدیق کرے گا اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے گا ۔ آل عمران میں اس میثاق کا ذکر ہو چکا ہے ۔"

(ترجمۃ القرآن مطبُوعہ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منوّرہ سنہ ۱۹۹۲ء صفحہ ۵۵۷)

ایک اَور دیوبندی عالم مولانا مُفتی محمد شفیع صاحب نے اِس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے :۔

"آیت مذکورہ میں جو انبیاء علیہم السّلام سے عہد و اقرار لینے کا ذکر ہے وہ اس اقرارِ عام کے علاوہ ہے جو ساری مخلوق سے لیا گیا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ میں بروایتِ امام احمدؒ مرفوعاً آیا ہے کہ "خُصُّوْا بِمِیْثَاقِ الرِّسَالَۃِ وَالنُّبُوَّۃِ وَھُوَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ الْاٰیۃ۔ (یعنی انبیاء سے خصوصی طور پر رسالت اور نبوّت کا عہد لیا گیا ہے اور وہ سورۃ احزاب کی اِس آیت میں مذکور ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ ناقل) یہ عہد انبیاء علیہم السّلام سے نبوّت و رسالت کے فرائض اَدا کرنے اور باہم ایک دُوسرے کی تصدیق اور مدد کرنے کا عہد تھا۔ جیسا کہ ابنِ جریر و ابنِ ابی حاتم وغیرہ نے حضرت قتادہؓ سے روایت کیا ہے۔"

(تفسیر معارف القرآن جلد ہفتم ص۹۰ زیر عنوان میثاقِ انبیاء ادارۃ المعارف کراچی)

اِن دونوں آیات کو باہم ملانے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سورۃ احزاب کی آیت میں لفظ "مِنْکَ" کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد لیا گیا ہے کہ آپؐ کے بعد جو نبی آئے اُس پر ایمان لائیں اور اُس کی امداد کریں۔ اور اُس کی امداد اِس طرح ہوگی کہ اپنی اُمّت کو اُس پر ایمان لانے اور اُس کی تصدیق کرنے کی نصیحت کر جائیں۔ اور اُس کی نُصرت وحمایت کی تلقین کریں۔ یہی مفہوم شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیو بندی سُورۃ آل عمران کی آیت کی تشریح میں فائدہ ۳ کے زیرِ عنوان بیان کرتے ہیں :۔

"عام لوگوں کا تو کیا ذکر ہے حق تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دُوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور اُن کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہُوا آئے گا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے نبی کی صداقت پر ایمان لائے اور اُس کی مدد کرے۔ اگر اُس کا زمانہ پائے تو بذاتِ خود بھی اور نہ پائے تو اپنی اُمّت کو پُوری طرح ہدایت وتاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لاکر اُس کی اعانت ونُصرت کرنا، کہ یہ وصیّت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔"

(ترجمۃ القرآن مطبُوعہ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منوّرہ سنہ ۱۹۹۳ء صفحہ ۷۷، ۷۸)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو امام مہدی اور مسیح نبی اللہ کے آنے کی بشارت دی اور اپنی اُمّت کو اس پر ایمان لانے اور اس کی بیعت کرنے کی تلقین کی۔

پس سُورۃ احزاب کی آیت سے صاف معلُوم ہوتا ہے کہ وہ رسُول جو اصحاب سلسلہ ور اُولو العزم کہلاتے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسٰیؑ اور عیسٰیؑ ن سب سے میثاق اور پختہ عہد لیا گیا ہے اور علاوہ دُوسرے نبیوں کے خود آنحضرت ملی اللہ علیہ وسلم سے بھی عہد لینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اِس جگہ وہ رسُول جس کے متعلق سب بیوں سے اور آنحضرت صلعم سے بھی عہد لیا گیا ہے وہ نہ تو خود آنحضرت صلعم مُراد ہو سکتے ہیں اور نہ ہی آپؐ سے پہلے کا کوئی رسُول بلکہ اس سے وہی رسُول مراد ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا ہے۔ اور یہ وہی رسُول ہے جس کی آمد کی پیشگوئی آنحضرت صلعم نے ابنِ مریم۔ اور مسیح۔ اور مہدی کے ناموں سے فرمائی ہے کہ مُسلمانوں کے زوال کے وقت وہ آئے گا جس کے ذریعہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ ہوگی۔ لیکن اس کی آمد سے قبل خلافتِ راشدہ کے خلا کو پُر کرنے کے لئے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ مُسلمانوں کے بگاڑ کے دَور میں بھی اللہ تعالیٰ اُمّتِ محمّدیہ کو بے سہارا نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔ (ابوداؤد جلد ۲ ص۲۴۱ کتاب الملاحم باب ما یُذکر فی القرن المائۃ)

یعنی یقیناً اللہ تعالےٰ اِس اُمّت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اِس اُمّت کے لئے دین کی تجدید کا کام سرانجام دیتا رہے گا۔

اِس پیشگوئی کے مطابق گزشتہ تیرہ صدیوں میں مختلف مقامات پر ایسے بزرگانِ دین پیدا ہُوئے جنہوں نے اپنے اپنے دَور میں تجدیدِ دین کا عظیم کام سرانجام دیا۔ لیکن چودھویں صدی میں جب مُسلمانوں کی دینی۔ اخلاقی۔ رُوحانی۔ سیاسی۔ سماجی۔ معاشی اور بین الاقوامی حالت اِنتہائی نازک ہوگئی تو ایسے وقت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمّدیہ میں **مسیح** اور **مہدی** کے ظہور کی خوشخبری سُنائی تھی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔ (بُخاری باب نزول عیسٰی بن مریم جلد ۲ ص۶۶ مصری)

"کہ اَے مسلمانو! تم کس قدر خوش قسمت ہوگے اُس وقت جب تم میں ابنِ مریم نازل ہوگا اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔"

اِسی طرح آپؐ نے فرمایا :۔

لَنْ تَھْلِکَ اُمَّۃٌ اَنَا فِیْ اَوَّلِھَا وَالْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ فِیْ اٰخِرِھَا۔ (جَامع الصّغیر للسّیوطی جلد ۲ ص۱۰۶)

کہ وہ اُمّت ہرگز ہلاک نہیں ہوسکتی جس کے اوّل میں مَیں ہوں اور جس کے آخر میں مسیح موعود ہوگا۔

اِسی طرح آپؐ نے فرمایا :۔

یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَّلْقٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَھْدِیًّا حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ۔ (مُسند احمد بن حنبلؒ جلد ۲ ص۴۱۱ مطبوعہ مصر بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہُ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا قریب ہے کہ وہ عیسٰی علیہ السّلام سے ملاقات کرے اس حال میں کہ وہ امام مہدی اور حکم اور عدل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

اسی طرح محمد بن خالد الجندی سے روایت ہے :۔
لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۔ (ابن ماجہ باب شدّۃ الزّمان) کہ عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی نہیں ہے ۔
نیز شیعہ حضرات کی کتاب بحار الانوار میں حضرت ابو الدرداءؓ کی روایت ہے ،
"اَشْبَهُ النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ" کہ مہدی سب لوگوں سے بڑھ کر عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہوگا ۔

آنے والے موعود کی بیعت لازمی ہے

سورۃ آل عمران اور سورۃ احزاب کی مذکورہ آیات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کتاب اور حکمت کی موجودگی کے باوجود اگر ضرورتِ حقّہ کے مطابق کوئی رسول مبعوث کیا جائے تو اُس کا ماننا لازمی ہے ۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ ہی کی بشارت کے مطابق جو موعود آئے گا اُس کا ماننا ، اُس کی بیعت کرنا اور اُس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانا دینِ اسلام کا ایک لازمی حصہ ہے جس پر شیعہ اور سُنّی علماء و مفکّرین متفق ہیں ۔ اور یہ بھی ایک ظاہر بات ہے کہ آنے والا موعود بہرحال رسول کے درجہ کا ہوگا ۔ ورنہ کسی غیر نبی پر ایمان لانا کسی طرح بھی کسی پر واجب اور لازم نہیں ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○
(سورۃ الصّف : ۱۰)
(ترجمہ) وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں ۔
صلحائے اُمت آنے والے موعود کو اِسی آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں جسے مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح ۔ مہدی ۔ امام یا قائم آلِ محمدؐ درحقیقت ایک ہی وجود ہے الگ الگ نہیں ۔ چنانچہ
(ا) ۔ اِس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے :۔
هٰذَا عِنْدَ خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ ۔ (تفسیر ابن جریر)
کہ اِس آیت میں مذکور غلبۂ اسلام مہدی کے زمانے میں ہوگا ۔
(ب) ۔ تفسیر جامع البیان جلد ۲۹ میں تحریر ہے :۔
وَذٰلِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۔
کہ یہ غلبہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول پر ہوگا ۔
(ج) ۔ شیعہ حضرات کی معروف کتاب بحار الانوار جلد ۱۳ صـ۱۳ پر لکھا ہے :۔
نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ کہ یہ آیت القائم (مہدی) کے متعلق نازل ہوئی ہے ۔
(د) ۔ ایک اور معتبر شیعہ کتاب غایۃ المقصود جلد ۲ صـ۱۲۳ میں ہے :۔
"مراد از رسول دریں جا امام مہدی موعود است"
کہ اِس آیت میں رسول سے مراد امام مہدی موعود ہیں ۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مذکورہ آیت میں رسول کے ساتھ بِالْهُدٰى کے لفظ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ یہ رسول اصل میں مہدی ہی ہے ۔ اور اِسی لئے اُس پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی تاکید ہے ۔ چنانچہ فرمایا :۔
"فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَاِنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ"
(ابوداؤد جلد ۲ باب خروج المہدی ۔ ابن ماجہ باب خروج المہدی ۔ بحار الانوار جلد ۱۳ صـ۲۱)
کہ اے مسلمانو ! جب تمہیں اس کا علم ہوجائے تو فوراً اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے ۔ کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا ۔
اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، جو اُسے پہچان لے
"فَلْيَقْرَئْهُ مِنِّي السَّلَامَ" اُسے میری طرف سے سلام کہے ۔
(دُرِّ منثور جلد ۲ صـ۲۴۵ ۔ بحار الانوار جلد ۱۳ صـ۱۸۳ مطبوعہ ایران)

آنے والے موعود کا وقتِ ظہور

قرآن مجید ۔ احادیث نبویہ ۔ اور بزرگانِ اُمت کے رؤیا و کشوف اور بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کی آمد کا وقت تیرھویں صدی ہجری کا اخیر اور چودھویں صدی ہجری کا آغاز ہے ۔
چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔
يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ (سورۃ السجدۃ : ۶)
(ترجمہ) وہ آسمان سے زمین تک اپنے حکم کو اپنی تدبیر کے مطابق قائم کرے گا ۔ پھر وہ (حکم) اس کی طرف ایک ایسے وقت میں جس کی مقدار ایسے ہزار سال کی ہے جس کے مطابق تم دُنیا میں گنتی کرتے ہو ، چڑھنا شروع کرے گا ۔
گویا اِس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے زوال کی پیشگوئی ہے کہ ایک ہزار سال تک مسلمان دُنیا میں کمزور ہوتے چلے جائیں گے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :۔
خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ۔ (بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
یعنی میری اُمت کا بہتر دور میری صدی ہے پھر اُس کے بعد کی صدی کے لوگ یعنی صحابہؓ اور پھر اُس کے بعد کے لوگ یعنی تابعین کا دور بھی بہتر ہوگا ۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اُمت میں بگاڑ پیدا ہوجائے گا ۔ گویا آغازِ اسلام کی تین صدیاں خیر و برکت والی تھیں جس کے بعد دین آسمان کی طرف چڑھ جانے والا تھا ۔ اور اِس فساد و بگاڑ کا عروج ایک ہزار سال پر مشتمل ہونا تھا ۔ اِس لحاظ سے تیرہ صدیاں گزرنے پر وہ دور شروع ہونے والا تھا جو اسلام کے غلبہ اور نشأۃ ثانیہ

کا دور تھا جس کے لئے امام مہدی یا مسیح موعود کا ظہور مقدر تھا اس تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

" اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ " (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۷۱، ابن ماجہ و مستدرک حاکم عن ابی قتادۃ رض)

یعنی امام مہدی کی نشانیاں دو خاص صدیاں (ہجرت نبوی کے بعد ہزار سال چھوڑ کر) گزرنے پر ظاہر ہوں گی ــــ نیز فرمایا:-

"اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَّ مِأَتَانِ وَ اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً یَبْعَثُ اللّٰہُ الْمَھْدِیَّ" (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

کہ جب ایک ہزار دوسو چالیس (۱۲۴۰) سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ ان احادیث کے ساتھ ہر صدی کے سر پر مجدد دین کے آنے کی پیشگوئی کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے علمائے امت یقین رکھتے تھے کہ چودھویں صدی کے سر پر آنے والے مجدد مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی نے اپنی کتاب حجج الکرامہ میں تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست دے کر لکھا ہے کہ:-

" بر سر مائۃ چہاردہم کہ دہ سال کامل آں را باقی است اگر ظہور مہدی علیہ السلام و نزول عیسیٰ صورت گرفت پس ایشاں مجدد و مجتہد باشند۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۹ مطبوعہ ۱۲۹۱ھ)

یعنی چودھویں صدی شروع ہونے میں دس سال باقی ہیں اگر اس میں مہدی و عیسیٰ کا ظہور ہو جائے تو وہی چودھویں صدی کے مجدد و مجتہد ہوں گے۔

● ــــ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

" عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہٗ اَنَّ الْقِیٰمَۃَ قَدِ اقْتَرَبَتْ وَ الْمَھْدِیَّ تَھَیَّأَ لِلْخُرُوْجِ۔" (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

یعنی میرے رب بڑی عظمت والے نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور مہدی ظاہر ہونے کو تیار ہے۔

● ــــ مشہور اہل سنت امام ملا علی القاری رح نے حدیث اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

" وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ اللَّامُ فِی الْمِأَتَیْنِ بَعْدَ الْاَلْفِ وَھُوَ وَقْتُ ظُھُوْرِ الْمَھْدِیِّ۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۸۵۔ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۷۱)

یعنی اس حدیث میں مأتین پر الف لام ظاہر کرتا ہے کہ یہ دو صدیاں ہجرت نبوی سے ایک ہزار سال گزرنے کے بعد شمار کی جائیں گی۔ گویا بارہ سو سال بعد نشانات ظاہر ہوں گے اور وہی ظہور مہدی کا وقت ہے۔

● ــــ نواب صدیق حسن خان صاحب اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:-

" مراد بایں دو صد سال از الف ہجرت بود۔ چنانکہ بعض از اہل علم تاویل ظہور الآیات بعد المأتین ہم چنیں کردہ اند۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۳)

کہ اس حدیث میں جو دو سو سال کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد ہجرت کے ایک ہزار سال بعد دو سو سال ہیں جیسا کہ بعض اہل علم نے اس کی یہی تشریح کی ہے۔

● ــــ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۳۸ھ) نے فرمایا:-

"وَیَکُوْنُ ظُھُوْرُہٗ بَعْدَ مَضِیِّ خ۔ف۔ج بَعْدَ الْھِجْرَۃِ۔" (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۵۴ ترجمہ از مولانا سعد حسن خان صاحب یوسفی فاضل الٰہیات اصح المطابع کراچی)

یعنی امام مہدی کا ظہور ہجرت کے بعد خ۔ف۔ج کے گزرنے پر ہوگا چنانچہ

ہجرت کے حروف ھ+ج+ر+ت = ۵+۳+۲۰۰+۴۰۰ میزان ۶۰۸

خ+ف+ج = ۶۰۰+۸۰+۳ میزان ۶۸۳

گویا امام مہدی کا ظہور ۶۰۸+۶۸۳ = ۱۲۹۱ھ میں مقدر تھا۔

امت موسویہ سے مشابہت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے۔ اس طرح امت محمدیہ، امت موسویہ کے مشابہ قرار پاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ (المزمل: ۱۶)

اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے۔ اسی طرح جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

اور آنحضرت صلعم نے جو مثیل موسیٰ ہیں اپنی امت کے لئے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں تم یہود کے نقش قدم پر چلو گے۔ چنانچہ فرمایا:-

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْھُمْ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ؟ (بخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم)

ترجمہ:- اے مسلمانو! تم پہلی قوموں کے حالات کی پیروی کرو گے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے مشابہ ہوتی ہے اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح تم پہلی قوموں کے نقش قدم پر چلو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ لوگ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے (جو انتہائی غلیظ اور بدبودار ہوتا ہے) تو تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ صحابہ رض نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے؟ آپ نے فرمایا اور کس کے؟

اسی طرح ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ہٰذہ الامۃ میں بنی اسرائیل کی طرح امت محمدیہ کے ۷۳ فرقوں میں بٹنے کی بھی آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

یہ سب امور اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے تیرہ سَو سال بعد حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی بعثت عمل میں آئی تھی۔ اِسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد مسیح محمّدی اور امام مہدی علیہ السّلام کی بعثت کا دَور بھی چودھویں صدی ہجری مقدّر تھا۔ اس کی تائید سُورۃ الفاتحہ کی آخری آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو یہ دُعا سکھائی ہے کہ ہمیں اُن لوگوں کے راستے کی ہدایت فرما جن پر تیرا انعام ہُوا نہ اُن لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب نازل ہُوا۔ اور نہ وہ لوگ جو گمراہ ہوئے۔ اس میں مفسّرین نے مغضوب علیہم سے یہود اور ضالّین سے نصارٰی مُراد لئے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ یہود و نصارٰی کی تمیز تو بعثت عیسٰی علیہ السّلام کے بعد ہی ہوئی ہے۔ گویا اشارۃ النّص کے طور پر یہاں یہ پیشگوئی ہے کہ جب اُمّتِ موسویہ کی طرح اُمّتِ محمّدیہ میں چودھویں صدی میں مسیح محمّدی ظاہر ہوں گے تو مُسلمانوں کی اکثریت یہودیوں کی طرح اُن کا انکار کر کے خدا تعالیٰ کے غضب کی مَورد ہو جائے گی۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی۔ ابُو الخیر نواب نُور الحسن خان صاحب۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اور دیگر کئی علماء و دانشوروں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مُسلمان اب یہود کے مُشابہ ہو چکے ہیں۔ علامہ اقبال نے تو بڑے واضح رنگ میں کہا ہے کہ ؎

وضع میں تم ہو نصارٰی تو تمدّن میں ہنُود
یہ مُسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہوُد

علاوہ ازیں سُورۃ النُّور آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔

(ترجمہ) اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔

اس آیت کریمہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ میں بھی اُسی طرح شخصی خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جس طرح اس سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی علیہما السّلام کے بعد قیام ہُوا تھا۔ اُمّتِ موسویہ سے اُمّتِ محمدیہ کی مماثلتِ تامّہ میں سے ایک عظیم الشان جُزو یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت موسٰی علیہ السّلام کے بعد بطور انعام و اکرام اللہ تعالیٰ نے خلافتِ ظاہری و باطنی کا ایک لمبا سلسلہ رکھ دیا جو تقریباً چودہ سو برس تک ممتد ہو کر آخر حضرت عیسٰی علیہ السّلام پر اُس کا خاتمہ ہُوا۔ اِسی طرح اُمّتِ محمدیہ میں بھی چودھویں صدی میں مسیح موعود کا آنحضرت صلعم کا خلیفہ بن کر ظاہر ہونا مقدّر تھا۔ اور عُلمائے اُمّت کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ جب عیسٰی علیہ السّلام اُمّتِ محمدیہ میں ظاہر ہوں گے تو وہ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسولؐ کے مطابق ہی فیصلے کریں گے۔ یعنی وہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ ہوں گے۔

اس آیت کی تشریح میں حضرت علی بن حسین نے فرمایا کہ:۔

"نَزَلَتْ فِی الْمَھْدِیِّ" کہ یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اِسی طرح ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ مہدی اور اُس کی جماعت مُراد ہے۔

(ملاحظہ ہو بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۳)

● ـــ اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے چند مزید اُلجھنیں دُور ہو جاتی ہیں کہ اُمّتِ محمدیہ میں آنے والا ابنِ مریم یقیناً آنحضرت صلعم کا خلیفہ ہوگا۔ اس صُورت میں وہ مسیح یا ابنِ مریم، اسرائیلی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ اُمّتِ محمّدیہ ہی کا ایک فرد ہوگا۔ جس کے لئے اس آیت کریمہ میں یہ اشارے موجُود ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلعم کے سب خلفاء جو قیامت تک آپؐ کے بعد وعدۂ الٰہی کے مطابق خُدا کی طرف سے منصب خلافت پر فائز ہونے والے ہیں وہ فقرہ "وَعَدَ اللّٰهُ" کی رُو سے موعود ہیں۔

۲۔ فقرہ "اٰمَنُوْا" کی رُو سے اُمّتِ محمّدیہ کے مومنوں کے لئے بطور وعدۂ بشارت موعُود کی حیثیت میں آنے والے ہیں۔

۳۔ لفظ "مِنْكُمْ" کی رُو سے اُمّتِ محمّدیہ کے مومنوں میں سے آنے والے ہیں نہ کہ اسرائیلیوں میں سے۔

۴۔ لفظ "كَمَا" کی رُو سے وہ پہلے گزرے ہوئے موسٰی نبیؑ کے خلیفے جن کا سلسلہ حضرت عیسٰیؑ پر آکر ختم ہُوا وہ سب آنحضرت صلعم کے خُلفاء کے لئے مُشبّہ بہٖ ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے خُلفاء موسوی سلسلہ کے خُلفاء کے مثیل اور مُشبّہ ہیں۔ اور یہ ایک واضح بات ہے کہ مُشبّہ چیز، مُشبّہ بہٖ چیز کی عین ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ مغائر اور علیحدہ ہُوا کرتی ہے۔ پس کمَا جو تشبیہ کو چاہتا ہے اس سے مسیح اسرائیلی جو موسٰیؑ کا خلیفہ ہے وہ آنحضرت صلعم کا خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آنحضرت صلعم کا خلیفہ مسیحؑ اسرائیلی کا مثیل ہی ہو سکتا ہے نہ کہ عین مسیحؑ۔

اس لحاظ سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے حدیث بخاری شریف میں آنے والے کا نام ابنِ مریم رکھا گیا ہے تو حدیث ہی کے الفاظ میں اُس کو اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ کے الفاظ سے اُمّتِ محمّدیہ کا فرد اور مسیح محمّدی قرار دیا گیا ہے۔ جو قرآن کریم کی آیتِ استخلاف اور اس کے حرف كَمَا کی رُو سے اسرائیلی مسیح ابنِ مریم نہیں بلکہ اس کا مثیل ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی دعویٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السّلام کا ہے چنانچہ

۱۔ خدائے ربّ العزّت نے آپؑ کو بذریعہ وحی مخاطب کر کے فرمایا:۔
"جَعَلْنٰكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ کہ ہم نے تمہیں مسیح ابنِ مریم بنا دیا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۶۳۲)

۲۔ نیز خدا تعالیٰ نے آپؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔
"مسیح ابنِ مریم رسول اللہ فوت ہو گیا ہے اور اُس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔" (ازالہ اوہام ص۵۶۱)

مسیح موعُود اور امام مہدی کی آمد آنحضرتؐ کی بُروزی آمد ہے

قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی دُو بعثتیں ہیں۔ ایک بعثتِ حقیقی جو اسلام کے دَورِ اوّل سے تعلق رکھتی ہے اور دُوسری بعثت بروزی رنگ میں مسیح موعُود و امام مہدی کے ذریعہ مقدّر تھی۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ ۗ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سُورۃ الجمعہ: ۳-۴)

ترجمہ:- وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف اُسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا (جو باوجود اَن پڑھ ہونے کے) اُن کو خدا کے احکام سناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور اُن کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اُس کو بھیجے گا جو ابھی تک اُن سے ملی نہیں۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

اِس آیت کے نزول پر جب صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ حضورؐ! آخرین سے مُراد کون لوگ ہیں؟ تو آپؐ نے اُس مجلس میں موجود حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا:-

لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ هٰٓؤُلَاءِ ۔ (بخاری کتاب التفسیر سُورۃ الجمعہ)

کہ اگر مُسلمانوں کی حالت اِس قدر بگڑ جائے کہ ایمان ثریا ستارہ سے پر گیا ہُوا ہو تو فارسی الاصل شخص یا اشخاص اِس کو دوبارہ وہاں سے لے آئیں گے۔

گویا اسلام کی نشأۃ ثانیہ آنحضرت صلعم کے بُروز مسیح و مہدی کے ذریعہ مقدر تھی۔ جو حضرت سلمان فارسیؓ کے ملک "فارس" سے تعلق رکھنے والے اُمتی مسیح کے ذریعہ مقدر تھی نہ کہ اسرائیلی مسیح کے ذریعہ۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ ظلّ اور بُروز کی اصطلاح خود ساختہ ہے۔ پہلے بزرگوں نے اِسے تسلیم نہیں کیا تو یہ اُن کے قلتِ مطالعہ و تدبر کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ آنے والے مسیح و مہدی کے مقام کے تعلق سے بزرگانِ اُمت نے اپنے جن نظریات کا اظہار قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:-

(۱)۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی مجدد بارھویں صدی ہجری فرماتے ہیں:-

"اَعْظَمُ الْاَنْبِيَاءِ شَاْنًا مَنْ لَهٗ نَوْعٌ اٰخَرُ مِنَ الْبَعْثِ اَيْضًا وَذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ مُرَادُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ اَنْ يَّكُوْنَ سَبَبًا لِخُرُوْجِ النَّاسِ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَاَنْ يَّكُوْنَ قَوْمُهٗ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ فَيَكُوْنُ بَعْثُهٗ يَتَنَاوَلُ بَعْثًا اٰخَرَ۔"

(حُجّۃ اللہ البالغہ جلد اول باب حقیقۃ النبوۃ و خواصہا صفحہ ۸۳ مطبوعہ مصر ۱۲۸۶ھ)

یعنی شان میں سب سے بڑا نبی وہ ہے جس کی ایک دوسری قسم کی بعثت بھی ہوگی۔ اور وہ اس طرح ہے کہ مُراد اللہ تعالیٰ کی دوسری بعثت میں یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لانے کا سبب ہو اور اُس کی قوم خیر اُمت ہو جو تمام لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو لہٰذا اس نبی کی پہلی بعثت دوسری بعثت کو بھی لئے ہوئے ہوگی۔

اِسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بروز حقیقی کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اَمَّا الْحَقِيْقِيُّ فَعَلٰى ضُرُوْبٍ .... وَتَارَةً اُخْرٰى بِاَنْ تَشْتَبِكَ بِحَقِيْقَةِ رَجُلٍ مِّنْ اٰلِهٖ اَوِ الْمُتَوَسِّلِيْنَ اِلَيْهِ كَمَا وَقَعَ لِنَبِيِّنَا بِالنِّسْبَةِ اِلٰى ظُهُوْرِ الْمَهْدِيِّ۔"

(تفہیمات الٰہیہ جزو ثانی تفہیم نمبر ۲۲۸ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور ۱۹۳۶ء)

یعنی حقیقی بُروز کی کئی اقسام ہیں..... کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص کی حقیقت میں اُس کی آل یا اُس کے متوسّلین داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہدی سے تعلق میں اس طرح کی بُروزی حقیقت وقوع پذیر ہوگی۔ یعنی مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی بروز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب الخیر الکثیر میں فرماتے ہیں:-

"حُقَّ لَهٗ اَنْ يَّنْعَكِسَ فِيْهِ اَنْوَارُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَزْعَمُ الْعَامَّةُ اَنَّهٗ اِذَا نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ كَانَ وَاحِدًا مِّنَ الْاُمَّةِ. كَلَّا بَلْ هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَنُسْخَةٌ مُّنْتَسِخَةٌ مِّنْهُ فَشَتَّانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَّةِ۔"

(الخیر الکثیر صفحہ ۷۲ مطبوعہ بجنور)

یعنی اُمتِ محمدیہ میں آنے والے مسیح کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا انعکاس ہو۔ عوام کا خیال ہے کہ مسیح جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو وہ صرف ایک اُمتی ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا۔ اور اُسی کا دوسرا نسخہ ہوگا۔ پس اُس میں اور ایک عام اُمتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

اِس عبارت میں حضرت شاہ صاحبؒ نے آنے والے مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا پُورا عکس اور آپ کا کامل ظلّ اور بُروز قرار دیا ہے۔

(۲)۔ حضرت امام عبدالرزاق قاشانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح فصوص الحکم میں لکھا ہے:-

"اَلْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَجِيْءُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ فِي الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ وَالْحَقِيْقَةِ تَكُوْنُ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ تَابِعِيْنَ لَهٗ كُلُّهُمْ .... لِاَنَّ بَاطِنَهٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔"

(شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲)

یعنی آخری زمانے میں آنے والا مہدی احکام شرعیہ میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوگا لیکن علوم و معارف اور حقیقت میں آپؐ کے سوا تمام انبیاء اور اولیاء مہدی کے تابع ہوں گے۔ کیونکہ مہدی کا باطن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہے۔ یہ قول سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس میں بھی انہوں نے امام مہدی کے باطن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن قرار دے کر انہیں آپؐ کا عکس اور ظلّ و بُروز ہی قرار دیا ہے۔

(۳)۔ شیخ محمد اکرم صابری لکھتے ہیں:-

"محمد بود کہ بصورتِ آدم در مبدءِ ظہور نمود یعنی بطور بُروز در

ابتداء آدم، روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم در آدم متجلی شد۔ وہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بروز وظہور خواہد کرد وتصرفہا خواہد نمود۔"

(اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ مؤلفہ شیخ محمد اکرم صابری)

یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہی تھے جنہوں نے آدم کی صُورت میں دُنیا کی ابتداء میں ظہور فرمایا یعنی ابتدائے عالم میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی رُوحانیت بروز کے طور پر حضرت آدم میں ظاہر ہوئی۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو آخری زمانہ میں خاتم الولایت امام مہدی کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت مہدی میں بروز اور ظہور کرے گی۔

اِس عبارت میں بھی امام مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا بروز قرار دیا گیا ہے۔

(۴) ۔حضرت ملّا جامیؒ خاتم الولایت امام مہدی کے درجے کا ذکر کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:۔

"فَمِشْکٰوۃُ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ ھِیَ الْوِلَایَۃُ الْخَاصَّۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃُ وَھِیَ بِعَیْنِھَا مِشْکٰوۃُ خَاتَمِ الْاَوْلِیَاءِ لِاَنَّہٗ قَائِمٌ بِمَظْھَرِیَّتِھَا۔" (شرح فصوص الحکم ہندی ص۶۹)

یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکوٰۃ باطن ہی محمدی ولایتِ خاصّہ ہے اور وہی بجنسہٖ خاتم الاولیاء حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مشکوٰۃ باطن ہے۔ کیونکہ امام موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی مظہر کامل ہیں۔

اِس عبارت میں بھی امام مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا مظہر اور بُروز قرار دیا گیا ہے۔

(۵) ۔عارفِ ربّانی محبوبِ سُبحانی حضرت سیّد عبدالکریم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اُس (یعنی امام مہدی۔ ناقل) سے مُراد وہ شخص ہے جو صاحبِ مقام محمدی ہے اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے۔"

(انسان کامل اُردو۔ باب نمبر ۶۱۔ علاماتِ قیامت کے بیان میں۔ صفحہ ۲۷۰۔ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور۔ بار اوّل)

(۶) ۔حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر خاتم الولایت امام مہدی تک حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم بارز ہیں۔ پہلی بار آپؐ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا ہے اور پہلے قطب حضرت آدم علیہ السلام ہوئے ہیں۔ دُوسری بار حضرت شیث علیہ السلام میں بروز کیا ہے۔ اِس طرح تمام انبیاء اور رُسل صلوات اللہ علیہم میں بروز فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے جسدِ عنصری (جسم) سے تعلق پیدا کر کے جلوہ گر ہُوئے۔ اور دائرۂ نبوّت کو ختم کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ میں بُروز فرمایا ہے پھر حضرت عمرؓ میں بُروز فرمایا۔ پھر حضرت عثمانؓ میں بروز فرمایا اس کے بعد حضرت علیؓ میں بروز فرمایا ہے۔ اِس کے بعد دُوسرے مشائخ عظام میں نوبت بہ نوبت بُروز کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ امام مہدی میں بُروز فرماویں گے۔ پس حضرت آدمؑ سے امام مہدی تک جتنے انبیاء اور اولیاء قطب مدار ہوئے ہیں۔ تمام رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر ہیں۔ اور رُوحِ محمدی نے اُن کے اندر بُروز فرمایا ہے۔ پس یہاں دو رُوح ہوئے ہیں۔ ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح جو بارز ہے دُوسری اُس نبی یا ولی کی رُوح جو مبروز فیہ اور مظہر ہے۔"

(مقابیس المجالس المعروف بہ اشاراتِ فریدی حصّہ دوم صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲۔ مؤلفہ رکن الدین صاحب مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۳۲۱ھ زیر انتظام صُوفی قادر علی خان)

اِس عبارت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خُلفاء اور اُمّت میں پیدا ہونے والے جملہ اولیاء اور مجدّدین سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بُروز بن کر آئے تھے۔ اِسی طرح امام مہدی بھی بُروزِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن کر آئے گا۔

(۷) ۔دیوبندی فرقہ کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے قاری محمد طیّب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، آنے والے مسیح کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"لیکن پھر سوال یہ ہے کہ جب خاتم الدجّالین کا اصلی مقابلہ تو خاتم النّبیین سے ہے مگر اس مقابلہ کے لئے نہ حضورؐ کا دُنیا میں تشریف لانا مناسب، نہ صدیوں باقی رکھا جانا شایانِ شان، نہ زمانۂ نبویؐ میں مقابلہ ختم قرار دیا جانا مصلحت۔ اور ادھر ختمِ دجّالیت کے استیصال کے لئے چھوٹی موٹی رُوحانیت تو کیا بڑی سے بڑی ولایت بھی کافی نہ تھی۔ عام مجدّدین اور اربابِ ولایت اپنی پُوری رُوحانی طاقتوں سے بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے۔ جب تک کہ نبوّت کی رُوحانیت مقابل نہ آئے۔ بلکہ محض نبوّت کی قوّت بھی اُس وقت تک مؤثر نہ تھی جب تک کہ اس کے ساتھ ختمِ نبوّت کا پاور شامل نہ ہو تو پھر شکستِ دجّالیت کی صُورت بجز اِس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس دجّالِ اعظم کو نیست و نابُود کرنے کے لئے اُمّت میں ایک ایسا خاتم المجدّدین آئے جو خاتم النّبیین کی غیر معمُولی قوّت کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہو۔ اور ساتھ ہی خاتم النّبیین سے ایسی مناسبتِ تامّہ رکھتا ہو کہ اس کا مقابلہ بعینہٖ خاتم النّبیین کا مقابلہ ہو۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ختمِ نبوّت کی رُوحانیت کا انجذاب اُسی مُجدّد کا قلب کر سکتا تھا جو خود بھی نبوّت آشنا ہو۔ محض مرتبۂ ولایت میں یہ تحمّل کہاں کہ وہ درجۂ نبوّت بھی برداشت کر سکے۔ چہ جائیکہ ختمِ نبوّت کا کوئی انعکاس اپنے اندر اُتار سکے۔ نہیں بلکہ اِس انعکاس کے لئے ایک ایسے نبوّت آشنا قلب کی ضرورت تھی جو فی الجملہ خاتمیّت کی شان بھی اپنے اندر رکھتا

ہو۔ تاکہ خاتم مطلق کے کمالات کا عکس اس میں اتر سکے۔ اور ساتھ ہی اس خاتم مطلق کی ختمِ نبوت میں فرق بھی نہ آئے۔ اس کی صُورت بجُز اس کے اور کیا ہوسکتی تھی کہ انبیائے سابقین میں سے کسی نبی کو جو ایک حد تک خاتمیت کی شان رکھتا ہو اس اُمت میں مجدّد کی حیثیت سے لایا جائے جو طاقت تو نبوّت کی لئے ہوئے ہو مگر اپنی نبوت کا منصب تبلیغ اور مرتبۂ تشریح لئے ہوئے نہ ہو بلکہ ایک اُمتی کی حیثیت سے اس اُمت میں کام کرے۔ اور خاتم النبیین کے کمالات کو اپنے واسطے سے استعمال میں لائے۔"

(تعلیماتِ اسلام اور مسیحی اقوام صفحہ ۲۲۸ ، ۲۲۹۔ از قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند پاکستانی ایڈیشن اوّل مطبوعہ مئی ۱۹۸۶ء نفیس اکیڈمی کراچی)

اِسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا مرکز

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی وہ پیشگوئیاں جو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہیں اُن سے یہ امر بھی بڑی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ نشأۃِ ثانیہ میں اسلام کا مرکز مشرق ہوگا۔ اور یہ اِس لئے بھی موزوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا دَور دراصل غلبۂ اسلام اور تکمیل اشاعتِ اسلام کا دور ہے۔ اور اس کے لئے سب سے مناسب مقام ہندوستان ہی تھا۔ کیونکہ تیرھویں صدی ہجری میں ہندوستان ہی مذاہبِ عالم کی منڈی اور دنگل بنا ہُوا تھا اور موازنۂ مذاہب کے لئے ایسی صُورتِ حال کسی اَور ملک میں مُیسّر نہیں تھی۔ اور ادیانِ عالم پر غلبۂ اسلام کے لئے یہی سرزمین ہموار تھی۔ اور عین ضرورت کے وقت وہ رُوحانی مصلح مبعُوث ہُوا جس نے غلبۂ اسلام کی داغ بیل مستقل اور پائیدار بُنیادوں پر استوار کی۔

چنانچہ اِس تعلق میں چند احادیث درج ذیل ہیں :۔

(۱) ۔"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَمَا کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ ۔" (مُسلم جلد ۲ کتاب الفتن باب ذکر الدجّال)

یعنی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خروجِ دجّال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ مسیح ابنِ مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارہ کے پاس نزُول فرمائیں گے۔

چنانچہ دُنیا کا نقشہ دیکھنے سے یہ بات نمُایاں طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ دمشق کے مشرق میں ہندوستان اور عین پنجاب کی سرزمین ہے جہاں سے امام الزّمان نے دعویٰ مسیحیّت و مہدویّت کیا۔

(۲) ۔عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : عِصَابَۃٌ تَغْزُو الْھِنْدَ وَھِیَ تَکُوْنُ مَعَ الْمَھْدِیِّ اسْمُہٗ اَحْمَدُ ۔ (رواہ البخاریؒ فی تاریخہٖ)

یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت ہندوستان میں (مخالفینِ اسلام سے) جہاد کرے گی۔ اور وہ مہدی کے ساتھ ہوگی۔ اس مہدی کا نام احمد ہوگا۔

(۳) ۔قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَیُوْطِئُوْنَ الْمَھْدِیَّ یَعْنِیْ سُلْطَانَہٗ ۔

(ابوداؤد جلد ۲ باب خروج المہدی و ابنِ ماجہ مصری صفحہ ۵۱۹ و بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۲۱)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق سے ایسے لوگ نکلیں گے جو مہدی کے لئے جگہ بنائیں گے جو اُن کا بادشاہ ہوگا۔ (یعنی اُس کی تائید کریں گے اور اُس کے کام میں مدد دیں گے)

(۴) ۔قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَحْرَزَھُمَا اللّٰہُ مِنَ النَّارِ۔ عِصَابَۃٌ تَغْزُو الْھِنْدَ وَعِصَابَۃٌ تَکُوْنُ مَعَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَام۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۷۸ و نسائی جلد ۲ صفحہ ۵۲ باب غزوۃ الہند)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت کے دو گروہ ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ اُن میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور ایک گروہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

اِس روایت میں درحقیقت ہندوستان میں ہونے والی دو جماعتوں کا ذکر ہے۔ غزوہ کرنے والی جماعت وہ پہلا اِسلامی لشکر ہے جس کے ذریعہ ہندوستان میں مُسلمانوں کے لئے فتح کے دَروازے کھولے گئے۔ اور دُوسری جماعت مسیح موعود اور امام مہدی کی جماعت ہے۔ جس کے ساتھ لڑائی کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۵) ۔سُورۃ الجمعہ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ جب نازل ہُوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر ایمان ثریّا پر بھی چلا گیا ہوگا تو اُس کو حضرت سلمان فارسیؓ کی قوم کا ایک شخص یا کئی اشخاص لے آئیں گے۔ اِس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آنے والا موعود اہلِ فارس سے تعلق رکھنے والا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ فارس کا علاقہ بھی عرب سے مشرق میں ہی ہے۔

(۶) ۔ایک روایت میں ذکر ہے کہ :۔

"یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَۃُ ۔" (جواہر الاسرار صفحہ ۵۶)

مہدی کا ظہُور اُس بستی سے ہوگا جسے کَدْعَہ کہا جائے گا۔

نیز ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ :۔

"عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَرْعَۃَ ۔" (بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۲۳)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مہدی کَرْعَہ نامی بستی سے ظاہر ہوگا۔

دونوں حدیثوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل نقل کرتے ہُوئے کَدْعَہ کا کَرْعَہ بن گیا ہے۔ اور کدعہ سے مُراد قادیان ہے جس کا اصل نام "اِسلام پُور قاضی" تھا۔ پھر عوام میں کادی یا کادیں کے نام سے معروف رہا۔ اِس طرح کدعہ دراصل قادیان ہی کا مُعرّب ہے جو دمشق سے عین جانبِ مشرق واقع ہے ؛

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السّلام کا دعویٰ

اور

صوفیاء و بزرگ اولیاء کی قابلِ قدر تصدیقی گواہیاں

از مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان

سیدنا و امامنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کا ایک واقعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

مرزا صاحب کو اپنی بچپن کی عمر سے ہی اپنے والد صاحب کی زندگی میں ایک ایسا تلخ نمونہ دیکھنے کا موقعہ ملا کہ دُنیا سے آپ کی طبیعت سرد ہو گئی۔ اور جب آپ بہت ہی بچّہ تھے تب بھی آپ کی تمام خواہشات رضائے الٰہی کے حصول میں لگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپ کے سوانح نویس شیخ یعقوب علی صاحب آپ کے سوانح میں ایک عجیب واقعہ جو آپ کی نہایت بچپن کی عمر کے متعلق ہے تحریر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب آپ کی عمر نہایت چھوٹی تھی تو اُس وقت آپ اپنی ہم سن لڑکی کو جس سے بعد میں آپ کی شادی بھی ہو گئی، کہا کرتے تھے کہ

نامرادے دُعا کر خدا میرے نماز نصیب کرے

اِس فقرہ سے جو نہایت بچپن کی عمر کا ہے پتہ چلتا ہے کہ نہایت بچپن کی عمر سے آپ کے دل میں کیسے جذبات موجزن تھے اور آپ کی خواہشات کا مرکز کس طرح خُدا ہی خُدا ہو رہا تھا۔ اور ساتھ ہی اُس ذہانت کا پتہ چلتا ہے جو بچپن کی عُمر سے آپ کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت بھی آپ تمام خواہشات کا پُورا کرنے والا خُدا تعالیٰ ہی کو سمجھتے تھے۔ اور عبادت کی توفیق کا دینا بھی اُسی پر موقوف جانتے تھے۔ نماز پڑھنے کی خواہش کرنا اور اس خواہش کو پورا کرنے والا خدا تعالیٰ ہی کو جاننا اور پھر اُس گھر میں پرورش پاکر جس کے چھوٹے بڑے دُنیا کو ہی اپنا خدا سمجھ رہے تھے ایک ایسی بات ہے جو سوائے کسی ایسے دِل کے جو دُنیا کی مِلونی سے ہر طرح پاک ہے اور دُنیا میں عظیم الشّان تغیّر پیدا کر دینے کے لئے خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو نہیں نِکل سکتی۔ (سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ)

اِس واقعہ سے یہ امر واضح اور روشن ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بچپن ہی سے دُعاؤں کے لئے جوش اور نماز کی طرف رغبت تھی۔ نماز معراج المومن ہے اور الدعاء مخّ العبادۃ ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عہدِ شبابی کی دُعاؤں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں جس چیز کی زبردست خواہش تھی وہ دینِ محمدؐ کا اِحیاء تھا۔ غلبۂ اسلام کا زبردست جذبہ آپؑ کے اندر موجزن تھا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو کُفر و شِرک سے نجات دے۔

یہ باتیں تکلّف سے کسی دِل سے نہیں نکل سکتی ہیں۔ یہ آپ کے قلب کے مخفی در مخفی گوشوں میں پیدا ہونے والی آواز ہے۔ دُنیا کا کوئی انسان اسے جانتا نہ تھا۔ آپ اپنی اِن تنہائی کی ساعتوں میں اپنے ربّ سے جو کچھ بھی مانگتے تھے وہ اصلاحِ نفس۔ عشقِ ربّانی اور احیائے دینِ اسلام کی سچّی تڑپ کے سِوا اَور کچھ نہ تھا۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بھی ایک سُنّت اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن پاک وجودوں کو اِصلاحِ خلق کے لئے برگزیدہ فرماتا ہے اس مقصد کے لئے اُن کی فطرت میں ایک خاص جوش اور جذبہ رکھ دیتا ہے اور وہ اپنی بعثت سے قبل دُنیا کی حالتِ زار کو دیکھ کر بے انتہا دُعائیں کرتے ہیں۔ اور وہ دُعائیں ہی خدا تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لاتی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی حالت بھی قبل از بعثت یہی تھی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر یہ جوش اور جذبہ کس رنگ میں موجزن تھا آپ کے اِس واقعہ سے اس کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اپنے عہدِ شباب ہی میں آپ نے ایک مردِ نیک یعنی مولوی سید عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے صلحاء میں سے تھے کو کہا کہ آپ مُلہَم ہیں ہمارا ایک مُدّعا ہے اُس کے لئے آپ دُعا کرو۔ مگر مَیں آپ کو نہیں بتلاؤں گا کہ کیا مُدّعا ہے۔ انہوں نے کہا کہ

> در پوشیدہ داشتن برکت است و مَن اِنشاء اللہ دُعا خواہم کرد۔ و الہام امر اختیاری نیست۔

(ترجمہ) (مدعا) پوشیدہ رکھنے میں برکت ہے۔ مَیں اِنشاء اللہ دُعا کروں گا۔ الہام اختیاری امر نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا مدّعا یہ تھا کہ دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام روز بروز تنزّل میں ہے خدا اس کا مددگار ہو۔ چند روز دُعا کے بعد مولوی سید عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریری جواب آپ کو دیا اس میں لکھا کہ

> ایں عاجز برائے شما دعا کردہ بود۔ اِلقاشد وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ فقیر را کم اتفاق مے افتد کہ بدیں جلدی اِلقاشود۔ ایں از اخلاصِ شما مے بینم۔

(ترجمہ) اِس عاجز نے آپ کے لئے دُعا کی تھی تو اِلقا ہُوا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ فقیر کو بہت کم اتفاق ہُوا ہے کہ اتنی جلدی اِلقا ہُوا ہو۔ یہ آپ کے اِخلاص کی وجہ سے دیکھ رہا ہوں۔

اِس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا تھی۔ چنانچہ اِسی جوش و جذبہ اور آپ کی دُعاؤں نے ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء کے دَوران ایک ایسی عظیم الشّان کتاب آپ سے تصنیف کروائی جس کا نام **براہین احمدیہ** ہے۔ براہین احمدیہ جس دَور میں آپ نے لکھی یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزی دَورِ حکومت پورے عروج پر تھا اور ایک طرف عیسائی مِشنری پُوری قُوّت سے اِسلام کے خلاف اور عیسائیت کے حق میں تبلیغ میں مصروف تھے تو دوسری طرف آریہ سماج اور برہمو سماج کی تحریکوں نے جو اپنے شباب پر تھیں اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہُوا تھا۔ گویا اسلام دُشمنوں کے نرغے میں گھِر کر رہ گیا تھا۔ اِن سب تحریکوں کا مقصد اسلام کو کُچل ڈالنا اور قرآنِ مجید اور بانیٔ اِسلام کی صداقت کو دُنیا کی نگاہوں میں مشتبہ کرنا تھا۔ چنانچہ تعلیم یافتہ مُسلمان یورپ کے گمراہ کن فلسفہ سے متأثر ہو کر اور عیسائی ملکوں کی ظاہری اور مادّی ترقیات دیکھ کر الہامِ الٰہی کے مُنکر ہو رہے تھے۔ اور خود علماء کا گروہ آپس میں تکفیر بازی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اِس ماحول میں جبکہ قرآن مجید کی حقیقت اور

آنحضرت صلعم کی صداقت خود مسلمان کہلانے والوں پر بھی مشتبہ ہو رہی تھی اور کئی نامی علماء بھی عیسائیت کی آغوش میں آ گرے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کتاب تصنیف فرمائی۔ جس میں آپ نے قرآن مجید کا کلام الٰہی اور مکمل کتاب اور بے نظیر ہونا اور آنحضرت صلعم کا اپنے دعویٰ نبوت و رسالت میں صادق ہونا ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کیا اور دیگر ادیان کے پیروکاروں کو دعوتِ مقابلہ دی کہ ان دلائل کے مقابل اگر پورے نہیں تو کم از کم ثلث یا ربع یا خمس پیش کرنے والے کے لئے دس ہزار روپے کا انعام پیش کیا جائے گا۔ آپ کی اس تصنیف سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو سردار اہلِ حدیث سمجھے جاتے تھے اس کتاب کا خلاصہ مطالب لکھنے کے بعد اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کی۔ آپ لکھتے ہیں:-

"اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔
ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امرًا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اُٹھایا ہو اور مخالفین اسلام و منکرینِ الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوامِ غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔" (اشاعۃ السنّۃ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

چنانچہ براہین احمدیہ زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے بے نظیر کتاب ثابت ہوئی جس کا مقابلہ کرنے سے تمام منکرینِ اسلام عاجز آ گئے اور اسلام کو فتحِ عظیم حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں آپ نے اُن بے شمار الہامات کو بھی شائع فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ہوئے۔ ان الہامات میں وہ الہام بھی تھے جن میں آپ کو بتایا گیا تھا کہ آپ مامور من اللہ ہیں۔ اور آپ ہی وہ مہدی اور مسیح ہیں جس نے اُمّت میں مبعوث ہو کر احیائے دین کرنا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا: قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم طبع اوّل صفحہ ۲۳۸، صفحہ ۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر ۱۸۸۲ء روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۶۵ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں مخاطب کیا:-
یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔
"اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا یعنی رفعِ درجات کروں گا یا دنیا سے اپنی طرف اُٹھاؤں گا۔ اور تیرے تابعین کو اُن پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ یعنی تیرے ہم عقیدہ اور ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کے رُو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھوں گا۔ پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں، اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے۔ اور پھر بعد اس کے اُردو میں الہام فرمایا:-
"میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان الہامات کی تاویل فرماتے رہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بار بار اور متواتر وحی کے ذریعہ آپ کو بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور اُمّتِ محمدیہ میں ظاہر ہونے والے مسیح اور مہدی آپ ہی ہیں تب آپ نے اعلان فرمایا کہ:-

(۱) - "جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔" (کتاب البریہ صفحہ ۱۸۳ مطبع ضیاء الاسلام قادیان جنوری ۱۸۹۸ء۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۱ مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء)

(۲) - "مجھے خدا تعالیٰ کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔" (اربعین نمبر ۱ صفحہ ۴ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۱۹۰۰ء۔ ملفوظات جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۵)

(۳) - "میں اس خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن احادیثِ صحیحہ میں دی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا۔
الراقم مرزا غلام احمد عفا اللہ و اید، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء"
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء)

(۴) - نیز آپ نے فرمایا:-
"میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں اُن گناہوں کے دُور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کے رُو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا

جو زمین و آسمان کا خدا ہے اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳ مطبوعہ مفید عام پریس سیالکوٹ ۱۹۰۴ء۔ رُوحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

جب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے یہ دعویٰ پیش کیا تو وہی مولوی محمد حسین بٹالوی جس نے آپ کی شبانہ روز خدماتِ دینیہ کے سبب آپ کی شخصیت اور آپ کی تصنیف براہین احمدیہ کو بے نظیر قرار دیا تھا۔ نہ صرف آپ پر فتویٰ کُفر لگایا بلکہ فتویٰ تکفیر تیار کر کے ہندوستان بھر کے دو سو سے زیادہ علماء کے اس پر دستخط کروائے۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ مَیں نے ہی اِس شخص کو اوپر اُٹھایا تھا اب مَیں ہی اسے گراؤں گا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے ساری عُمر بٹالہ میں رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کی مخالفت کی۔

لوگ اللہ کے وعدہ کے مطابق کہ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ جوق در جوق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ کے پاس آتے رہے اور مولوی صاحب بٹالہ میں ہر ممکن کوشش کرتے کہ انہیں روکیں اور واپس بھیجیں لیکن اللہ کا وعدہ پورا ہوتا رہا بالآخر مولوی صاحب ناکام و نامُراد بٹالہ میں ہی فوت ہو گئے اور آج بٹالہ میں بھی اُن کا نام لیوا کوئی نہیں اور نہ اُن کی قبر کا کہیں نام و نشان ملتا ہے۔ یہی حال دُوسرے اُن علماء کا ہُوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت پر کمربستہ رہے۔ کوئی ایک مثال بھی ہمیں دِکھا نہیں سکتا کہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُسے ذلیل نہ کیا ہو۔

دُوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت کے علماء میں سے بعض ایسے علماءِ ربّانی بھی تھے جو قرآنی ارشاد اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کے تحت اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دِلوں میں رکھتے تھے۔ اُنہوں نے آپ کی تائید فرمائی۔ اُن میں سے کئی ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے بذریعہ الہام و کشوف آپ کے بارے میں آپ کے حالات معلوم کر کے آپ کی تائید فرمائی ہے۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر ذیل میں چند خُدا ترس ربّانی علماء اور صُوفیاء و اولیاء کی سچی گواہیاں قارئینِ بدر کے ازدیادِ ایمان کے لئے درج کی جاتی ہیں۔

میاں گُلاب شاہ مجذوب کی پیشگوئی

اِس کے بارے میں میاں کریم بخش کا حلفیہ بیان اُن کی اپنی زبانی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی تصانیف ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۷ اور نشانِ آسمانی صفحہ ۲۱ پر درج فرمایا ہے۔ یہ بیان انہوں نے جن ۱۷ احباب کے سامنے دیا اُن کی گواہیاں بھی کتاب میں درج ہیں نیز اکاون اُن احباب کی جو جمالپور اعوانہ تحصیل لدھیانہ یا اس کے قریبی مضافات کے رہنے والے ہیں کی یہ گواہی درج ہے کہ میاں کریم بخش ایک نیک راستباز صوم و صلوٰۃ کا پابند انسان تھا اور یہ کہ میاں گُلاب شاہ اسی علاقہ میں ایک مشہور مجذوب گذرے ہیں جن کی اکثر پیش از وقوع بتلائی ہوئی باتیں اُن کے سامنے پُوری ہوئی ہیں۔

بیان میاں کریم بخش میرا نام کریم بخش والد کا نام غلام رسول قوم اعوان ساکن جمالپور اعوانہ تحصیل لودھیانہ پیشہ زمینداری عمر تخمیناً چونسٹھ ۶۴ سال مذہب موحّد اہلحدیث حلفاً بیان کرتا ہوں کہ عرصہ تخمیناً تیس یا اکتیس سال کا گذرا ہو گا یعنی سمت ۱۹۱۷ میں جبکہ سن سترہ کا ایک مشہور قحط پڑا تھا ایک بزرگ گُلاب شاہ نام جس نے مجھے توحید کا راہ سکھلایا اور جو بباعث اپنے کمالاتِ فقر کے بہت مشہور ہو گیا تھا اور اصل باشندہ ضلع لاہور کا تھا ہمارے گاؤں جمالپور میں آرہا تھا اور ابتداء میں ایک فقیر سالک اور زاہد اور عابد تھا اور اَسرارِ توحید اُس کے مُنہ سے نکلتے تھے لیکن آخر اس پر ایک ربودگی اور بیہوشی طاری ہو کر مجذوب ہو گیا اور بعض اوقات قبل از ظہور بعض غیب کی باتیں اس کی زبان پر جاری ہوتیں اور جس طرح وہ بیان کرتا آخر اُسی طرح پُوری ہو جاتیں۔

اُس بزرگ نے ایک دفعہ جس بات کو عرصہ تیس سال گذرا ہو گا مجھ کو کہا کہ عیسٰی اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ اور قرآن کی رُو سے فیصلہ کریگا۔ اور کہا کہ مولوی اُس سے انکار کریں گے۔ پھر کہا کہ مولوی انکار کر جائیں گے۔ تب مَیں نے تعجّب کی راہ سے پُوچھا کہ کیا قرآن میں بھی غلطیاں ہیں قرآن تو اللہ کا کلام ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں ہو گئیں اور شاعری زبان پھیل گئی (یعنی مبالغہ پر مبالغہ کر کے حقیقتوں کو چُھپایا گیا جیسے شاعر مبالغات پر زور دیکر اصل حقیقت کو چُھپا دیتا ہے) پھر کہا کہ جب وہ عیسٰی آئے گا تو فیصلہ قرآن سے کرے گا۔ پھر اُس مجذوب نے بات کو دوہرا کر یہ بھی کہا تھا کہ فیصلہ قرآن پر کریگا۔ اور مولوی انکار کر جائیں گے۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ انکار کریں گے۔ اور جب وہ عیسٰی لدھیانہ میں آئے گا تو قحط بہت پڑے گا۔ پھر مَیں نے پوچھا کہ عیسٰی اب کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ بیچ قادیان کے یعنی قادیان میں۔ تب مَیں نے کہا کہ قادیان تو لدھیانہ سے تین کوس ہے وہاں عیسٰی کہاں ہے۔ (لدھیانہ کے قریب ایک گاؤں ہے جس کا نام قادیان ہے) اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ ضلع گورداسپُور میں بھی کوئی گاؤں ہے جس کا نام قادیان ہے۔ پھر مَیں نے اُن سے پُوچھا کہ عیسٰی علیہ السلام نبی اللہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور کعبہ پر اُتریں گے۔ تب انہوں نے جواب دیا عیسٰی ابنِ مریم نبی اللہ تو مر گیا ہے اب وہ نہیں آئے گا ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ مر گیا ہے۔ ہم بادشاہ ہیں جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اور کہا کہ جو آسمانوں والے صاحب ہیں وہ کسی کے پاس چل کر نہیں آیا کرتے۔ (المنظہر میاں کریم بخش بمقام لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۱۴ جون ۱۸۹۱ء روز شنبہ۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۷۰۷ تا ۷۰۹ مطبع ریاض ہند امرتسر ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ۔ رُوحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۸۱، ۴۸۲ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

محترم مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کا کشف

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں:-

ازانجملہ بعض مکاشفات مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کے ہیں جو اِس عاجز کے زمانہ ظہور سے پہلے گذر چکے ہیں۔ چنانچہ ایک یہ ہے کہ آج کی تاریخ ۱۷ جون ۱۸۹۱ء سے عرصہ چار ماہ کا گذرا ہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب جو ایک مرد صالح بے ریا متقی اور متبعِ سُنّت اور اوّل درجہ کے رفیق اور مخلص مولوی عبداللہ صاحب غزنوی ہیں۔ وہ قادیان میں اِس عاجز کے پاس آئے اور باتوں کے سلسلہ میں بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے کشف سے ایک پیشگوئی کی تھی کہ ایک نُور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہُوا۔ افسوس کہ میری اَولاد اس سے محروم رہ گئی۔..........

ایسا ہی فروری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پُور منشی محمد یعقوب صاحب برادر حافظ محمد یوسف نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم سے ایک دن مَیں نے سُنا کہ وہ آپ کی نسبت یعنی اِس عاجز کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے وہ مامُور کئے جائیں گے۔..............

میاں صاحب کوٹھہ والے کا بیان

مشہور بزرگ میاں صاحب کوٹھہ والے کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں بیان اور اس بارے میں بعض بزرگوں کی گواہیاں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :۔

محترم محمد اسمٰعیل صاحب جو مرزا صاحب کرکے مشہور ہیں، پشاور محلّہ گل بادشاہ کے رہنے والے سابق انسپکٹر مدارس تھے، معزز اور ثقہ آدمی تھے۔ آپ ایک مدت دراز تک میاں صاحب کوٹھہ والے کی صحبت میں رہے ہیں حضور علیہ السلام سے تعلقِ بیعت نہیں ہے، اُن کا بیان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرمایا ہے، اس طرح ہے :۔

محترم محمد اسمٰعیل صاحب نے حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کے پاس بیان کیا کہ۔

"میں نے حضرت کوٹھہ والے صاحب سے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مہدی آخرالزمان پیدا ہوگیا ہے۔ ابھی اس کا ظہور نہیں ہُوا۔ اور جب پُوچھا گیا کہ نام کیا ہے تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤں گا مگر اس قدر بتلاتا ہُوں کہ زبان اُس کی پنجابی ہے۔"

میاں صاحب کوٹھہ والے کے اسی تائیدی بیان کے تعلق میں حضرت مولوی حکیم محمد یحییٰ صاحب دیسگرانی جو ایک ثقہ اور متقی آدمی ہیں حضرت کوٹھہ والے صاحب کے خلیفہ کے خلف الرشید ہیں نے مورخہ ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا جس میں دو بزرگوں حافظ نور محمد صاحب اور گلزار خان صاحب جو کہ حضرت کوٹھہ والے صاحب سے بیعت کئے ہُوئے تھے متقی، پرہیزگار اور معمّر تھے کے بیانات تحریر کئے ہیں۔ یہ خط حضور علیہ السلام نے اپنی تصنیف تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۹، ۶۰ میں درج فرمایا ہے جو اس طرح ہے :۔

"بخدمت شریف حضرت امام الزمان بعد از السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہٗ معروض۔ کہ میں موضع کوٹھہ علاقہ یوسف زئی کو گیا تھا اور چونکہ سُنا ہُوا تھا کہ حضرت صاحب مرحوم کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی آخرالزمان پیدا ہوگیا ہے مگر ظہور ابھی نہیں ہُوا۔ تو اس بات کا مجھ کو بہت خیال تھا کہ اس امر میں تحقیق کروں کہ فی الواقع کس طرح ہے۔ جب میں اس دفعہ کوٹھہ کو گیا تو اُن کے مُریدوں میں سے جو کوئی باقی ماندہ ہیں ہر ایک سے میں نے استفسار کیا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یہ بات مشہور ہے ہم نے فلاں سے سُنا۔ فلاں آدمی نے یُوں کہا کہ حضرت صاحب یُوں فرماتے تھے۔ مگر دو۲ آدمی ثقہ متدیّن نے اس طرح کہا کہ ہم نے خود اپنے کانوں سے حضرت کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے اور ہم کو خُوب یاد ہے ایک حرف بھی نہیں بھُولا۔ اب میں ہر ایک کا بیان بعینہٖ عرضِ خدمت کرتا ہوں۔ ایک صاحب حافظِ قرآن نُور محمد نام اصل متوطن گڑھی امازئی حال مقیم کوٹھہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت (کوٹھہ والے) ایک دن وضو کرتے تھے اور میں رُوبرُو بیٹھا تھا فرمانے لگے کہ "ہم اب کسی اَور کے زمانہ میں ہیں۔" میں اِس بات کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کیوں حضرت اس قدر معمّر ہو گئے ہیں کہ اب آپ کا زمانہ چلا گیا۔ ابھی آپ کے ہم عُمر لوگ بہت تندرست ہیں اپنے دُنیوی کام کرتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ تُو میری بات کو نہ سمجھا میرا مطلب تو کچھ اَور ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ جو خُدا کی طرف سے ایک بندہ تجدیدِ دین کے لئے مبعوث ہُوا کرتا ہے وہ پیدا ہوگیا ہے۔ ہماری باری چلی گئی۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہم کسی اَور کے زمانہ میں ہیں۔ پھر فرمانے لگے کہ وہ ایسا ہوگا کہ مجھ کو تو کچھ تعلق مخلوق سے بھی ہے۔ اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہوگا۔ اور اُس پر اِس قدر شدائد و مصائب آئیں گے جن کی نظیر زمانہ گذشتہ میں نہ ہوگی مگر اس کو کچھ پروا نہ ہوگی۔ اور سب طرح کی تکالیف اور فساد اُس وقت ہوں گے اُس کو پَروا نہ ہوگی۔ زمین آسمان مِل جائیں گے۔ اور اُلٹ پلٹ ہوجائیں گے اُس کو پَروا نہ ہوگی۔ پھر میں نے عرض کی نام و نشان یا جگہ بتاؤ۔ فرمانے لگے نہیں بتاؤں گا۔ فقط یہ اس کا بیان ہے۔ اس میں میں نے ایک حرف زیر و بالا نہیں کیا۔ ہاں اس کی تقریر افغانی ہے۔ یہ اس کا ترجمہ ہے۔

دُوسرے صاحب جن کا نام گلزار خان ہے جو ساکن موضع بڈا بیر علاقہ پشاور ہیں اور حال میں ایک موضع میں کوٹھہ شریف کے قریب رہتے ہیں اور اس موضع کا نام ٹوپی ہے یہ بزرگ بہت مدّت تک حضرت صاحب کی خدمت میں رہے ہیں انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ایک دن حضرت صاحب عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اُس وقت بہت خوش و خرم تھی فرمانے لگے کہ میرے بعض آشنا مہدی آخرالزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے (اشارہ یہ تھا کہ اسی ملک کے قریب مہدی ہوگا جس کو دیکھ سکیں گے۔) اور پھر فرمایا کہ اُس کی باتیں اپنے کانوں سے سُنیں گے۔ فقط۔ اُس بزرگ کو جب کہ میں نے اس راز سے مطلع کیا کہ آپ کے حضرت کی یہ پیشگوئی سچی نکلی اور ایسا ہی وقوع میں آگیا ہے (یعنی پیشگوئی کے منشاء کے موافق مہدی پنجاب میں پیدا ہوگیا ہے) تو وہ بزرگ بہت رویا اور کہنے لگا کہ کہاں ہیں مجھ کو کسی طرح اُن کے قدموں تک پہنچاؤ۔ اور میں بسبب ضعفِ بصارت کے جا نہیں سکتا کیا کروں۔ پھر کہنے لگا میرا سلام اُن کو پہنچانا اور دُعا کرانی۔ پھر میں نے اُس سے وعدہ کیا کہ ضرور تمہارا سلام پہنچا دوں گا۔ اور دُعا کا سوال بھی کروں گا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ضرور اُس کے واسطے دُعا کی جائے گی۔ والسلام خیر ختام واللہ ثم تاللہ کہ اُن دونوں شخصوں نے اسی طرح گواہی دی ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۹ - ۶۰ مطبع ضیاء الاسلام قادیان ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء
روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۵)

اخوندزادہ سر آمد علماء کابل اور شیخ اجل افغانستان اور رئیسِ اعظم خوست مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا اور اُسی ایمان پر شہید ہونا۔

حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب شہید جو ایک پاک باطن اہلِ علم اور اہلِ فراست خُدا ترس اور تقوٰی شعار متبحّر عالمِ دین تھے، کئی ہزار شاگرد رکھتے تھے اور کابل میں اس قدر مرتبہ رکھتے تھے کہ شاہِ کابل کی تاجپوشی کی رسم آپ کے دستِ مُبارک سے کروائی جاتی تھی۔ جب آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب کا مطالعہ فرمایا تو بلا توقف مان لیا کہ یہ شخص منجانب اللہ ہے اور ان کا دعوٰی صحیح ہے۔ چنانچہ اُن کی رُوح جو نہایت صاف اور مستعد تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف کھینچی گئی۔ یہاں تک کہ بغیر ملاقات دُور بیٹھے رہنا دشوار ہُوا۔ آخر زبردست کششِ محبت اور اخلاص کی وجہ سے موصوف قادیان پہنچے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

"اور جب مجھ سے اُن کی ملاقات ہوئی تو قسم اُس خُدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے اُن کو اپنی پیروی اور اپنے دعوٰی کی تصدیق میں ایسا فنا شُدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر اِنسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہُوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے اُن کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ اُن کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی اُن کا دِل مجھے نُورانی معلوم ہوتا تھا۔ اِس بزرگ مرحوم میں نہایت قابلِ رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتا تھا۔ اور درحقیقت اُن راستبازوں میں سے تھا جو خُدا سے ڈر کر اپنے تقوٰی اور اطاعتِ الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں۔ اور خدا کے خوش کرنے کے لئے، اُس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے

چھوڑ دینے کو طیار ہوتے ہیں۔ اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔"
(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۹، ۱۰)

چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے دریافت فرمایا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا ہے تو حضرت صاحبزادہ صاحب رضی نے جواب دیا:-

"سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر اُن کے دل مومن نہیں اور اُن کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع و اقسام کی معصیت سے پُر ہیں۔ ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہا تک پہنچ گئے ہیں۔ اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے حس و حرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں۔ اور وہ دین اور تقویٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے جس کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اُس پاک جماعت کو ملا تھا بلاشبہ اب وہ بباعث کثرت غفلت کے مفقود ہے۔ اور شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مُردہ کی حالت میں ہو رہا ہے۔ اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ پردہ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو۔ بلکہ میں روز بروز اِس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ انہی دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہنچائیں اور انصاف کی نظر سے اُن پر غور کرکے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا۔"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۹، ۱۰ مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۰۳ء۔
روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۱۱ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید رضی حج کے ارادہ سے کابل سے نکلے تھے لیکن قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بہت دیر تک قیام کرنے کے نتیجہ میں حج کا ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ اب جب واپس سرزمین کابل جانے لگے تو احتیاطاً قرین مصلحت سے انگریزی علاقہ میں رہ کر امیر کابل پر اپنی سرگزشت بذریعہ خط کھول دی۔ مگر آپ کے مخالفین اور شریروں نے امیر کابل کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر دیا چنانچہ آپ کو کابل میں بلا کر قید کیا گیا۔ سخت سے سخت تکالیف دی گئیں۔ چار ماہ تک آپ کو قید میں رکھا گیا۔ آپ کے بدن پر ایک من چوبیس سیر (انگریزی) وزنی زنجیر ڈالی گئی تھی اور آٹھ سیر انگریزی وزنی بیڑی آپ کے پاؤں میں لگا دی گئی تھی۔ لیکن بالآخر آپ کو ظالمانہ طور پر سنگسار کیا گیا۔ اِس دوران کئی دفعہ امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اِس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی۔ مگر ہر ایک مرتبہ بلکہ مقتل پر جب آپ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا وہاں پر بھی آپ نے امیر کو یہی جواب دیا کہ:-

"میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اِس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اِس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔ ...... نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ اور جان کی کیا حقیقت ہے۔ اور عیال واطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۰ تا ۵۹ مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۰۳ء
روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۵۱ تا ۵۹ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چشتی

مکرم حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چشتی پیر نواب صاحب بہاولپور سجادہ نشین چاچڑاں شریف کا وہ پہلا تائیدی خط جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عربی زبان میں تحریر فرمایا اُس کا اُردو ترجمہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب سراج منیر میں عربی متن کے ساتھ طبع فرمایا ہے، درج ذیل ہے۔ خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جو رب الارباب ہے اور درود اس رسولِ مقبول پر جو یوم الحساب کا شفیع ہے اور نیز اُس کے آل اور اصحاب پر اور تم پر سلام اور ہر ایک پر جو راہِ صواب میں کوشش کرنے والا ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اُس کتاب کے ایک جزو کو حسنِ خطاب اور طریقِ عتاب پر مشتمل تھی پڑھی ہے۔ سو اے ہر ایک عیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتداء سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ تا مجھے ثواب حاصل ہو۔ اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایتِ آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں تجھے مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے۔ اور تیری سعی عند اللہ قابلِ شکر ہے جس کا اجر ملے گا۔ اور خدا بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں زیادہ لکھتا۔ والسلام علیٰ من سلک سبیل الصواب۔ فقط ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ من مقام چاچڑاں۔

مہر
فقیر غلام فرید
خادم الفقراء ۱۳۰۱

(سراج منیر صفحہ ۸۶، ۸۷ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان مئی ۱۸۹۷ء
روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۸۸، ۸۹ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبلیغ اسلام کے مجاہدہ کو سراہتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

"حضرت مرزا صاحب اپنے تمام اوقات عبادتِ الٰہی، دُعا، نماز، تلاوت قرآن مجید اور اسی نوع کے دوسرے مشاغل میں گذارتے ہیں۔ دینِ اسلام کی حمایت کے لئے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لنڈن میں دعوتِ اسلام بھیجی ہے۔ اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔ آپ کی تمام تر سعی و جدوجہد یہ ہے کہ تثلیث و صلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر و الحاد ہے صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ اور اس کی بجائے اسلامی توحید قائم ہو جائے۔ مگر علماء وقت کو دیکھو کہ باقی تمام باطل مذاہب کو چھوڑ کر اس نیک مرد پر کفر کے فتووں سے ٹوٹ پڑے ہیں جو اہل سنت والجماعت میں سے ہے۔ خود بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی راہنمائی کر رہا ہے۔ آپ کا تمام عربی کلام دیکھا جائے تو انسانی قدرت سے بالا، معارف و حقائق سے لبریز اور سراپا ہدایت ہے۔"
(اشاراتِ فریدی حصہ سوم صفحہ ۶۹، ۷۰ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۳۲۰ھ
فارسی) اُردو ترجمہ از تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۸۸-۲۸۹)

حضرت فقیر محمد مجذوب

سیالکوٹ سے فقیر محمد نام کے ایک مجذوب نے جو اس علاقہ میں عظمت اور شہرت رکھتے تھے، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں "اشتہار واجب الاظہار" کے عنوان سے ایک گواہی بھجوائی جسے حضور علیہ السلام نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ میں طبع فرمایا۔ فقیر محمد صاحب مجذوب فرماتے ہیں :۔

"خدا کے فضل اور الہام سے۔ رُوح جناب رسول مقبول صلعم سے۔ روح کُل شہداء سے۔ رُوح کل اَبدالوں سے۔ رُوح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور اُن روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتی ہیں۔ مَیں نے ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جلّ شانہ، نے بھیجا ہے۔ رسول مقبول کے دین میں سخت فتنے برپا ہو گئے۔ وہ حد درجہ کا ضعیف ہو گیا۔ ہزاروں ملعون فرقے جیسے نصارٰی اور رافضی پیدا ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت یہ جو خوفناک فتنے پیدا ہوئے اُن کی اِصلاح ایک بھاری نبی کا کام تھا۔ مگر چونکہ رسولِ مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک ہیں بھیجا۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی اِس جسم سے زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا۔ اَے علماء گدّی نشینو۔ اَے فقرا گدّی نشینو۔ اَے اہل بیت گدّی نشینو! سُن رکھو! عنقریب آسمان سے بڑی بھاری جلالی گواہی اِس سلسلہ کی سچائی کی ظاہر ہونے والی ہے! خود خُدا بڑے زور سے گواہی دے گا۔ پھر تم اس مخالفت میں بڑے ذلیل اور شرمندے ہوگے۔ یہ میرا اشتہار سچّا ہے۔ یہ لوحِ محفوظ کی نقل ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں اِس مخالفت سے خدا تعالیٰ تم سے سخت ناراض ہے۔ رسولِ مقبول تم سے حد درجہ بیزار ہے۔

المشتہر۔ فقیر محمد۔ سیالکوٹ۔ برلب اَیک۔ باغ لبستی والا

۲۸ مئی ۱۸۹۷ء"

(حُجۃ اللہ صفحہ ۹ ۔ ۱۰ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان دارالامن والامان ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص۱۴۷ و ص۱۴۸ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

حضرت حاجی عبدالرحمٰن مُریدِ خاص مُنشی احمد جان صاحب

حاجی حرمین شریفین عبدالرحمٰن مُریدِ خاص حضرت حاجی منشی احمد جان صاحب مرحُوم کی ایک رؤیا جس میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت بارے بتایا گیا، اِس رؤیا کو حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام ص۸۳۷ پر درج فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"ایک بزرگ حاجی حرمین شریفین عبدالرحمٰن نام جنہوں نے دو حج کئے ہیں۔ مُریدِ خاص حضرت منشی احمد جان صاحب مرحُوم و مغفور ساکن لودھیانہ جو مرد پیر بعمر قریب اسّی سال کے ہیں، اپنی ایک رؤیا میں بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے جس روز مولوی محمد حسین صاحب کی آپ سے یعنی اِس عاجز سے بحث ہوئی تھی رات کو خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب مرحُوم یعنی حاجی احمد جان صاحب نے مجھے اپنے مکان پر بُلایا ہے چنانچہ میں گیا اور ہم پانچ آدمی ہو گئے اور سب مل کر حضرت خواجہ اُویس قرنی کے پاس گئے اُس وقت حضرت اُویس قرنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچے اور اُویس قرنی نے وہ خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا اور عرض کی کہ آج اِس خرقہ کی توہین ہوئی اور اس کی حُرمت آپ کے اختیار میں ہے۔ آپ ہی کی طرف سے تھا مَیں صرف ایلچی تھا۔ تب میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہُوں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ اور بائیں طرف حضرت عیسٰی علیہ السّلام بیٹھے تھے۔ اور سامنے آپ یعنی یہ عاجز کھڑا ہے اور ایک طرف مولوی محمد حسین کھڑا ہے۔ اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بیان کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہوتی کہ وہ فوت شُدہ لوگوں کو دوبارہ دُنیا میں بھیجتا اور مَیں بھیجا جاتا تو مجھ سے بھی دُنیا کے لوگ یونہی پیش آتے جیسا کہ ان کے ساتھ آئے (یعنی اِس عاجز کے ساتھ) پھر میاں صاحب مرحوم نے مجھے فرمایا کہ حضرت عیسٰی کے بالوں کو دیکھ۔ تب مَیں نے ان کے سر کے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھے ہو گئے اور جب ہاتھ اُٹھایا تو کُنڈل پڑ گئے۔ پھر میاں صاحب نے فرمایا کہ دیکھو ان کی آنکھوں کی طرف۔ جب مَیں نے دیکھا تو آنکھیں شربتی تھیں۔ اور رنگ نہایت سفید جو نہیں دیکھا جاتا تھا۔ پھر میاں صاحب نے فرمایا کہ عیسٰی علیہ السّلام کا یہی حُلیہ ہے۔ مگر وہ مسیح موعُود جس کے آنے کا وعدہ تھا اُس کا حُلیہ وہی ہے جو تم دیکھتے ہو۔ اور آپ کی طرف اشارہ کیا یعنی اِس عاجز کی طرف۔ پھر مَیں بیدار ہو گیا اور دل پر اِس رؤیا کا اثر تارِ برقی کی طرح پایا۔"

(ازالہ اوہام حصّہ دوم صفحہ ۸۳۷۔ مطبع ریاضِ ہند امرتسر ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۵۳ و ۵۵۴ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

میاں عبدالحکیم خان صاحب کی رؤیا

جس میں اُن کی راہنمائی اس طرف کی گئی تھی کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ہیں۔ اِس رؤیا کو انھوں نے اپنے رسالہ ذکرالحکیم کے ص۳۸ میں درج کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کی اِس رؤیا کا ذکر کتاب ازالہ اوہام کے حصّہ دوم میں فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"حِبّی فی اللہ میاں عبدالحکیم خان صاحب اپنے رسالہ ذکرالحکیم کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں کہ مَیں ماہِ ستمبر ۱۸۹۰ء میں بموقعہ تعطیلات موسمی تراوڑی میں مقیم تھا۔ اُس جگہ مَیں نے متواتر تین یا چار دفعہ عیسٰی علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا اور ایک دفعہ ایسا ہُوا کہ مَیں نے خواب میں سُنا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام تشریف لائے ہیں۔ مَیں یہ خبر سُن کر حضرت مسیح علیہ السلام کی زیارت کے واسطے چلا۔ جب آپ کی محفل میں پہنچا تو مَیں نے سب پر سلام کہا اور پُوچھا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کس جگہ تشریف رکھتے ہیں۔ وہاں مرزا یوسف بیگ صاحب سامانوی جو مرزا صاحب کے مُریدوں میں سے ہیں موجود تھے۔ انہوں نے مجھے بتلایا۔ مَیں ادب سے مسیح علیہ السلام کی طرف چلا۔ مگر جب دوبارہ نظر اُٹھا کر دیکھا تو مرزا غلام احمد صاحب ایک عجیب وجیہہ حسین اور شاندار صُورت میں تشریف رکھتے ہیں۔ یہ خواب مَیں نے حافظ عبدالغنی صاحب سے جو تراوڑی میں ایک مسجد کا امام ہے بیان کی تھی۔ اور میرزا صاحب نے ابھی مسیح موعود ہونے کا دعوٰی مشتہر نہیں کیا تھا۔"

(ازالہ اوہام حصّہ دوم صفحہ ۸۳۸، ۸۳۹ مطبع ریاضِ ہند امرتسر ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۵۴ و ۵۵۵ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

● نوٹ :۔ ان صاحب کا بعد میں یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر بھی نجات ممکن ہے۔ بقول اُن کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم تو بس ایک ڈاکیہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنِ مجید کی روشنی میں اُن کی اس غلطی کی جب اِصلاح کی تو یہ آپؑ پر ایمان لانے کے بعد مُرتد ہو گئے۔

حضرت پیر صاحب العَلَم سیّد اشہد الدین صاحب کی شہادت

آپ سندھ کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ ایک لاکھ سے زیادہ آپ کے مُرید تھے۔
آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت بارے گواہی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

"مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو عالَم کشف میں دیکھا۔ مَیں نے عرض کیا۔ یا رسُولَ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعوٰی کرتا ہے کیا یہ مُفتری ہے یا صادق؟ حضور پیغمبر خدا صلّے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ صادق ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" چنانچہ انہوں نے (یعنی حضرت پیر صاحب العَلَم نے۔ ناقل) ایک طرف تو عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور ہاتھ میں عصا لے کر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سُنا دیا کہ مَیں حضرت اقدس مرزا صاحب کو اُن کے دعوے میں حق پر جانتا ہوں۔ اور ایسا ہی مجھے کشفاً معلوم ہُوا ہے اور دوسری طرف انہوں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عقیدت مندانہ پیغام بھیجا کہ مَیں نے سمجھ لیا ہے کہ آپ حق پر ہیں. اب بعد اس کے ہم آپ کے اُمور میں شک نہیں کریں گے۔ اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شُبہ نہیں ہوگا۔ اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔ پس اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں گے کہ امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیں فرمانبردار پائیں گے۔"

یہ باتیں حضرت پیر صاحب العَلَم کے خلیفہ عبد اللطیف صاحب اور شیخ عبد اللہ صاحب عرب نے حضرت اقدس کی خدمت میں خود عرض کی تھیں۔

تفصیل کے لئے دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب انجام آتھم صفحہ ۶
(ذکرِ حبیبؑ حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۳۷۵ تا ۳۸۱ طبع اوّل دسمبر ۱۹۳۶ء
بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۳۷۱ و ۳۷۲)

مولوی فضل الدین صاحب وکیل اور لالہ دینا ناتھ ایڈیٹر "ہندوستان" کے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بارے تائیدی تأثرات

اگست ۱۸۹۷ء میں پادری ہنری مارٹن کلارک نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سراسر جھُوٹا اور بے بُنیاد مقدمہ اقدامِ قتل دائر کیا۔ ظاہری تدبیر کے طور پر مقدمہ کی پیروی کے لئے حضور علیہ السلام نے اپنے وکیل کے طور پر مولوی فضل الدین صاحب وکیل کو مقرر کیا۔ دورانِ مقدمہ مولوی فضل الدین صاحب کے ساتھ جو واقعہ ہُوا اُسے لالہ دینا ناتھ ایڈیٹر "ہندوستان" نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے سامنے یُوں بیان کیا۔ انہوں نے بتایا:۔

"حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء ..... کے مکان پر اکثر دوستوں کا اجتماع شام کو ہُوا کرتا تھا مَیں بھی وہاں چلا جاتا تھا۔ ایک روز وہاں کچھ احباب جمع تھے۔ اتفاق سے مرزا صاحب کا ذکر آگیا۔ ایک شخص نے اُن کی مخالفت شروع کی لیکن ایسے رنگ میں کہ وہ شرافت و اخلاق کے پہلو سے گری ہوئی تھی۔ مولوی فضل الدین صاحب مرحوم کو یہ سُن کر بہت جوش آگیا اور انہوں نے بڑے جذبہ سے کہا مَیں مرزا صاحب کا مُرید نہیں ہوں اُن کے دعاوی پر میرا یقین نہیں اس کی وجہ خواہ کچھ ہو لیکن مرزا صاحب کی عظیم الشّان شخصیت اور اخلاقی کمال کا مَیں قائل ہوں۔ مَیں وکیل ہوں اور ہر قسم کے طبقہ کے لوگ مقدمات کے سلسلہ میں میرے پاس آتے ہیں اور ہزاروں کو مَیں نے اس سلسلہ میں دُوسرے وکیلوں کے ذریعہ بھی دیکھا ہے۔ بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی وہم بھی نہیں آسکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی نمائش یا ریاکاری سے کام لیں گے انہوں نے مقدّمات کے سلسلہ میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیان کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی تو وہ بِلا تامّل بدل دیا۔ لیکن مَیں نے اپنی عُمر میں مرزا صاحب کو ہی دیکھا ہے جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔ مَیں اُن کے مقدمہ میں وکیل تھا۔ اس مقدمہ میں مَیں نے اُن کے لئے ایک قانونی بیان تجویز کیا اور ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر کہا کہ اس میں تو جھُوٹ ہے۔ مَیں نے کہا کہ ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا اور قانوناً اسے اجازت ہے کہ جو چاہے وہ بیان کرے۔ اس پر آپ نے فرمایا قانون نے تو اُسے اجازت دے دی ہے کہ جو چاہے بیان کرے مگر خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ وہ جھُوٹ بھی بولے۔ اور نہ قانون ہی کا یہ منشاء ہے۔ پس مَیں کبھی ایسے بیان کے لئے آمادہ نہیں ہوں جس میں واقعات کے خلاف ہو۔ مَیں صحیح صحیح امر پیش کروں گا۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ مَیں نے کہا کہ "آپ جان بُوجھ کر اپنے آپ کو بَلا میں ڈالتے ہیں۔" انہوں نے فرمایا "جان بُوجھ کر بَلا میں ڈالنا یہ ہے کہ مَیں قانونی بیان دے کر ناجائز فائدہ اُٹھانے کے لئے اپنے خُدا کو ناراض کر لُوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا خواہ کچھ بھی ہو...... یہ باتیں مرزا صاحب نے ایسے جوش سے کیں کہ اُن کے چہرے پر ایک خاص قسم کا جلال اور جوش تھا۔ لیکن مَیں نے سُن کر کہا کہ پھر آپ کو میری وکالت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ مَیں نے کبھی وہم نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہوگا یا کسی اور شخص کی کوشش سے فائدہ ہوگا اور نہ مَیں سمجھتا ہوں کہ کسی کی مخالفت مجھے تباہ کر سکتی ہے۔ میرا بھروسہ تو خُدا پر ہے جو میرے دِل کو دیکھتا ہے۔ آپ کو وکیل اس لئے کیا ہے کہ رعایت اسباب ادب کا طریق ہے۔ اور مَیں چونکہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے کام میں دیانتدار ہیں اس لئے آپ کو مقرر کر لیا ہے۔ مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ مَیں نے پھر کہا کہ مَیں تو یہی بیان تجویز کرتا ہُوں۔ مرزا صاحب نے کہا۔ نہیں جو بیان مَیں خود لکھتا ہوں۔ نتیجہ اور انجام سے بے پرواہ ہو کر وہی داخل کر دو۔ اس میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے۔ اور مَیں پُورے یقین سے آپ کو کہتا ہوں کہ بمقابلہ آپ کے قانونی بیان کے وہ زیادہ مؤثّر ہوگا۔ اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے وہ ظاہر نہیں ہوگا۔ بلکہ انجام انشاء اللہ بخیر ہوگا۔ اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دُنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنے مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ مَیں اس وقت اِس لئے خوش ہوں گا کہ مَیں نے اپنے ربّ کی نافرمانی نہیں کی۔"...... غرض مولوی فضل الدین صاحب (وکیل) نے بڑے جوش اور اخلاص سے اس طرح مرزا صاحب کا ڈیفنس کیا اور کہا کہ انہوں نے پھر قلم برداشتہ اپنا بیان لکھ دیا۔ اور خُدا کی عجیب قدرت ہے کہ جیسا وہ کہتے تھے اسی بیان پر وہ بَری ہو گئے۔ مولوی فضل الدین صاحب نے اُن کی راستبازی کے لئے ہر قسم کی مصیبت قبول کر لینے کی جُرأت اور بہادری کا ذکر کر کے حاضرینِ مجلس پر ایک کیف اور حالت پیدا کر دی۔ اس پر بعض نے پُوچھا۔ آپ پھر مُرید کیوں نہیں ہو جاتے تو انہوں نے کہا یہ میرا ذاتی فعل ہے اور تمہیں یہ حق نہیں کہ سوال کرو۔ مَیں انہیں کامِل راستباز یقین کرتا ہوں۔ اور میرے دِل میں اُن کی بہت بڑی عظمت ہے۔"

لالہ دینا ناتھ صاحب نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد (کہا) کہ اس دن سے میرے دِل میں بھی اُن کی عظمت ایک رُوحانی مہا پُرش کی ہے گو مَیں ان دعاوی کو یہ سمجھتا ہوں کہ نفسِ انسانی کی ترقیات میں ایسے مغالطے لگ جایا کرتے ہیں۔"

(الحَکَم ۱۴ نومبر ۱۹۳۴ء بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۵۱ تا ۴۷۱)

بعض اُن جیّد علماء و حکماء کے اسماء جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نہ صرف تائید کی بلکہ آپ کے مُصدّق ہوئے اور آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف پایا

۱۔ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی شاہی طبیب مہاراجہ جموّں و کشمیر۔

۲۔ حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔

۳۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔

۴۔ حضرت مولوی غلام قادر صاحب۔

۵۔ حضرت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی۔

۶۔ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی۔ مہتمم مصارف ریاست بھوپال۔

۷۔ حضرت مولوی عبدالغنی صاحب معروف مولوی غلام نبی خوشابی۔

۸۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس خاندان ریاست مالیر کوٹلہ۔

۹۔ حضرت میر عباس علی صاحب لودہانوی۔

۱۰۔ حضرت منشی احمد جان صاحب۔

۱۱۔ حضرت قاضی خواجہ علی صاحب۔

۱۲۔ حضرت مرزا محمد یوسف بیگ صاحب سامانوی۔

۱۳۔ حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری۔

۱۴۔ حضرت مولوی حکیم غلام احمد صاحب انجینئر ریاست جموں۔

۱۵۔ حضرت سید فضل شاہ صاحب لاہوری۔

۱۶۔ حضرت منشی محمد اروڑا صاحب۔

۱۷۔ حضرت میاں محمد خان صاحب۔

۱۸۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب۔

۱۹۔ حضرت سید عبدالہادی صاحب۔

۲۰۔ حضرت مولوی محمد یوسف صاحب سنوری۔

۲۱۔ حضرت منشی حشمت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سنور۔

۲۲۔ حضرت منشی ہاشم علی صاحب پٹواری۔

۲۳۔ حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحب ساکن سرساوہ ضلع سہارنپور۔
از اولاد قطب الاقطاب شیخ جمال الدین احمد ہانسوی۔

۲۴۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب۔

۲۵۔ حضرت میاں عبدالحق صاحب۔

۲۶۔ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی۔

۲۷۔ حضرت عبدالحکیم خان صاحب۔

۲۸۔ حضرت بابو کرم الٰہی صاحب۔

۲۹۔ حضرت مولوی عبدالقادر صاحب جمال پوری مدرس۔

۳۰۔ حضرت محمد ابن احمد مکی۔

۳۱۔ حضرت صاحبزادہ افتخار احمد صاحب۔

۳۲۔ حضرت مولوی سید محمد عسکری خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ساکن الہ آباد۔

۳۳۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری۔

۳۴۔ حضرت شیخ حامد علی صاحب۔

۳۵۔ حضرت شیخ شہاب الدین موحد صاحب۔

۳۶۔ حضرت میراں بخش ولد بہادر خان کیروی صاحب۔

۳۷۔ حضرت حافظ نور احمد صاحب۔

۳۸۔ حضرت مولوی محمد مبارک علی صاحب۔

۳۹۔ حضرت مولوی فضل حسین صاحب۔

۴۰۔ حضرت مولوی عنایت علی صاحب۔

۴۱۔ حضرت مولوی حکیم محی الدین صاحب عربی۔

۴۲۔ حضرت مولوی تاج محمد صاحب سیر ماندی۔

۴۳۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحب متوطن علاقہ ریاست کپورتھلہ۔

۴۴۔ حضرت مولوی شیر محمد صاحب ہجنی۔

۴۵۔ حضرت مولوی محمود حسن خان صاحب۔

۴۶۔ حضرت مولوی غلام جیلانی صاحب۔

۴۷۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب۔

۴۸۔ حضرت مولوی نور دین صاحب پوکھری۔

۴۹۔ حضرت مولوی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی۔

۵۰۔ حضرت مولوی محی الدین صاحب بہوبری۔

۵۱۔ حضرت مولوی سید تفضل حسین صاحب تحصیلدار علی گڑھ۔

۵۲۔ حضرت منشی رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر محکمہ ریلوے۔

۵۳۔ حضرت قاضی محمد اکبر صاحب نائب تحصیلدار صوابی۔

اتمام حجت

از سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اِک اَور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اِک روز اَے گستاخ شامت آنیوالی ہے

ترے مکروں سے اَے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو مَیں کہتا ہوں!
کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنے والی ہے

خدا رسوا کرے گا تم کو مَیں اعزاز پاؤں گا!
سنو اَے منکرو! اب یہ کرامت آنے والی ہے

خدا ظاہر کرے گا اِک نشاں پُر رعب و پُر ہیبت
دِلوں میں اس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے

(منقول از تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۵۷ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دعاوی پر اعتراضات

اور

مفصّل و مدلّل جوابات

از مکرم مولانا برہان احمد صاحب ظفر انچارج مبلغ بمبئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں، قرآن کریم کی بعض آیات اور بزرگانِ اُمت کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُسلمانوں کی اصلاح اور غلبۂ اسلام کے لئے جس مسیح و مہدی کے بارے میں پیشگوئی فرمائی تھی اُس کی آمد کا زمانہ چودھویں صدی ہجری بنتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق بالکل ایسے زمانے میں جبکہ لوگ دین کے اُٹھ جانے اور مُسلمانوں کے عملی لحاظ سے ختم ہونے کا رونا رو رہے تھے عین چودھویں صدی کے سر پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود و مہدی معہود بنا کر کھڑا کیا۔ آپ نے اعلان فرمایا:—

"مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ مَیں اُس کی طرف سے مسیح موعود و مہدی معہود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حَکم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ہے ان دونوں ناموں سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرف فرمایا اور پھر خُدا نے اپنے بلاواسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا اور پھر زمانے کی حالتِ موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔"

(اربعین حصہ اول صفحہ ۳ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان دعاوی کے بعد آپ پر مختلف قسم کے اعتراض ہونے شروع ہوئے اُن اعتراضات کو الگ الگ بیان کر کے اُن کے جواب دیئے جا رہے ہیں تاکہ آپ کے دعاوی کی صداقت ظاہر ہو سکے۔

دعویٰ مثیلِ مسیح

آپ کا دعویٰ مثیلِ مسیح ہونے کا تھا۔ اس پر یہ اعتراض ہُوا کہ جب اصل مسیح زندہ ہے جس کے نام کے ساتھ اُس کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے تو پھر مثیلِ مسیح کے دعوے کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ اعتراض اس لئے پیدا ہُوا کہ عام مُسلمانوں نے عیسائیوں کے عقیدہ حیاتِ مسیح سے متأثر ہو کر اپنا یہ عقیدہ بنا لیا کہ حضرت مسیح ابن مریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے تھے وہ آسمان پر مع جسمِ عنصری زندہ موجود ہیں۔ اور وہ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہُوئے نازل ہوں گے۔ اور اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کے ایک لفظ رَفَعَ کا سہارا لیتے ہیں۔ جبکہ لفظ رفع درجات کی بلندی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم میں کئی جگہ استعمال ہُوا ہے۔ سب سے پہلے لفظ رفع کی تشریح کی جاتی ہے۔

رفع: سب سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ رَفَعَ کے لفظ میں زندہ اور آسمان کا کوئی معنیٰ نہیں پایا جاتا۔ اور اس سہ حرفی جملہ میں کوئی بھی اشارہ ایسا نہیں جس کے معنے زندہ اور آسمان کے لئے جائیں۔ اس کا سیدھا سیدھا ترجمہ درجہ کی بلندی اور عزت افزائی کے ہیں۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:—

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (آل عمران: ۵۶)

یعنی اور جب کہا اللہ نے کہ اے عیسیٰ مَیں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف رفعت دینے والا ہوں۔

اب دیکھیں رفعت سے پہلے صاف طور پر وفات کا دعویٰ موجود ہے پہلے وفات ہوگی پھر رفعت ہوگی۔ اور وفات کے بعد کی رفعت، رفعتِ روحانی ہوتی ہے۔ درجات کی بلندی اور عزت افزائی ہوتی ہے نہ کہ رفعتِ جسمانی۔

لسان العرب اور القاموس میں لکھا ہے کہ:—

اَلرَّفْعُ ضِدُّ الْوَضْعِ وَفِيْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى الرَّافِعُ هُوَ الَّذِيْ يَرْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْاِسْعَادِ وَاَوْلِيَاءَهٗ بِالتَّقْرِيْبِ۔

یعنی رَفع وضع کی ضد ہے اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام الرّافع ہے یہ وہی ہے جو مومنوں کو خوش بختی اور اولیاء کو اپنا مقرب بنانے سے رفع دیتا ہے۔

قرآن کریم میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ چند درج کی جاتی ہیں:—

(۱) وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الاعراف: ۱۷۷)

ترجمہ:— اور اگر ہم چاہتے تو اُس کو ان (آیتوں) کی بدولت بلند رُتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دُنیا کی طرف مائل ہوگیا۔

(۲) مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ: ۲۵۴)

ترجمہ:— بعض اُن میں سے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے ہیں (یعنی موسٰی) اور بعض کو اُن میں سے بہت سے درجوں پر سرفراز کیا۔

(۳) وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم: ۵۸)

ترجمہ:— اور ہم نے اُن کو (کمالات میں) بلند مرتبہ تک پہنچایا۔

(ان آیات کا ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمۃ القرآن سے لکھا گیا ہے)

رَافِع کے معنوں کے تعلق سے جو عقیدہ جماعت احمدیہ کا ہے اس سے عرب و عجم کے بہت سے علماء بھی متفق ہیں۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی ؒ لکھتے ہیں:۔

(۱)۔ "اِعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الرَّفْعَ فِیْ "رَافِعُكَ اِلَیَّ" هُوَ رَفْعُ الْمَنْقَبَةِ وَالدَّرَجَةِ لَا فِی الْمَكَانِ وَالْجِهَةِ۔" (تفسیر کبیر للامام فخر الدین الرازی)

یعنی اِس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت مسیح کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رَافِعُكَ اِلَیَّ۔ اِس سے مُراد رفعِ درجہ اور منزلت ہے، کسی جہت اور جگہ کی طرف رفع مُراد نہیں۔

(۲)۔ علامہ محمود شلتوت مرحوم سابق ریکٹر ازہر یونیورسٹی مصر لکھتے ہیں:۔

"ظَاهِرًا اَنَّ الرَّفْعَ الَّذِیْ یَكُوْنُ بَعْدَ التَّوْفِیَةِ هُوَ رَفْعُ الْمَكَانَةِ لَا رَفْعُ الْجَسَدِ۔" (الرِّسالہ ۱۱ر مئی ۱۹۴۲ء جلد ۱ صفحہ ۶۴۲)

یعنی ظاہر ہے کہ رفع جو توفّی کے بعد ہے وہ مرتبہ کا رفع ہے نہ جسم کا رفع۔

(۳)۔ مکرم سیّد قاسم صاحب لکھتے ہیں:۔

"لفظ "رفیع" کے معنیٰ ہیں مدارج میں بلندی۔ آسمان پر اُٹھانے کا مطلب یہ نہیں کہ خدا انہیں اُٹھا کر اپنی طرف آسمان پر لے گیا۔ اور لے جا کر چوتھے آسمان پر بٹھا دیا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خُدا نے اُنہیں اپنے ہاں بلند مدارج عطا کئے۔" (روزنامہ انقلاب بمبئی ۱۱ر جولائی ۱۹۹۱ء صفحہ ۳)

● اِسی طرح کی تفسیر فی ظلال القرآن بقلم سیّد قطب جلد ثانی جزء ۷ میں مِلتی ہے۔ تفسیر القرآن الحکیم اور الرّسالہ النّاصرہ ۱۱ر مئی ۱۹۴۳ء کے صفحہ ۵۱۵ تا ۵۱۷ میں بھی موجود ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث رفع کے معنوں کو واضح کر دیتی ہے جو کتاب کنز العمّال میں بھی درج ہے۔ فرمایا:۔

اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ

(کَنْزُ الْعُمَّال جلد ۲ صفحہ ۲۵)

یعنی جب اللہ کا بندہ اِنکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ اُسے ساتویں آسمان تک رفعت بخشتا ہے۔

نُزُوْل:۔ قرآنِ کریم سے جب عُلماء رَفع کے معنیٰ آسمان پر مع جسمِ عنصری جانا ثابت نہ کر پائے تو پھر وہ رَفع کی بحث کو ترک کر کے فورًا احادیث میں آئے لفظ نُزُول کو سامنے لے آتے ہیں۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ نازل ہوگا۔ چونکہ نازل کا لفظ ہے جو کہ اُترنے کے معنیٰ دیتا ہے اِس لئے یہی اِس بات کا ثبوت ہے کہ مسیح آسمان پر ہے جو کہ نازِل ہوگا۔ اِس تعلّق سے عرض ہے کہ نزُول کے لفظ کے ساتھ بھی آسمان کا لفظ اِستعمال نہیں ہُوا ہے۔ اوّل بحث ہی اِس بات پر تھی کہ مسیح زندہ آسمان پر نہیں گئے۔ اور جب زندہ گئے ہی نہیں تو آئیں گے کہاں سے۔ تاہم نزُول کے تعلّق سے بھی بعض باتیں لکھنا ضروری ہیں۔

نَزَلَ کا لفظ قرآن کریم میں بہت سی جگہوں پر اِستعمال ہُوا ہے۔ اور اگر دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو شَے بھی اِنسان کو سب سے زیادہ فائدہ بخشتی ہے اُس کے لئے نزل کا لفظ اِستعمال ہُوا ہے۔ آخری زمانہ میں جب اسلام کی حالت بہت خراب ہونی تھی اُس وقت اسلام کو سب سے زیادہ فائدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہونا تھا۔ اِس لئے اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزل کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں خُدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

۱۔ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا (الاعراف: اٰیة ۲۷)

اَے آدم کی اَولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔

۲۔ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ط (الزُّمر: اٰیة ۷)

اور تمہارے (نفع بقا کے) لئے آٹھ نر و مادہ چارپایوں کے پیدا کئے۔

۳۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید: اٰیة ۲۶)

اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدّت ہیبت ہے اور (اس کے علاوہ) لوگوں کو اَور بھی طرح کے فائدے ہیں۔

(ان تمام آیات کا ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ سے لکھا گیا ہے)

اب دیکھیں نہ تو کُرتے پاجامے اور قمیضیں آسمان سے گرتی ہیں اور نہ ہی جانور آسمان سے گرتے ہیں۔ اور نہ ہی لوہا ـــــ دُنیا کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت سے انبیاء آئے لیکن کسی کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے نزُول کا لفظ اِستعمال نہیں فرمایا۔ اگر فرمایا ہے تو وہ بھی اُس رسُول کے متعلق جو اُن تمام انبیاء میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ فائدہ بخش تھا یعنی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خُدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

۴۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ۔ (الطّلاق: اٰیة ۱۱، ۱۲)

یقیناً اللہ نے ایک ایسا رسول (بھیجا) جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سُناتا ہے۔

قرآنِ کریم کی اِس آیت اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ سے یہ بات پُوری طرح کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نزُول سے مُراد آسمان سے نازل ہونا نہیں بلکہ بھیجنا اور پَیدا ہونا ہے۔ اِس لئے حدیث میں جو نَزَلَ کا لفظ اِستعمال ہُوا ہے اس سے مُراد بھی یہی ہے کہ وہ مسیح پَیدا ہوگا اور بھیجا جائے گا۔ جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پَیدا ہُوئے اور بھیجے گئے تھے۔

ہمارے مخالف عُلماء کے ہاتھ میں یہ دو ہی لفظ ہیں جن کے غلط معنیٰ کر کے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی حیات ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اِس کے علاوہ اَور کوئی دلیل اُن کے پاس نہیں۔ اور خاکسار نے ہر دو لفظوں کے حقیقی معنیٰ خُود اُن کے عُلماء کے بیان کردہ ترجمہ سے پیش کر کے ثابت کر دیا ہے۔ یہ دو لفظی سہارے بھی اُن کے کسی کام کے نہیں۔ اب جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے دلائل کا تعلّق ہے وہ تو قرآنِ کریم۔ احادیث اور بُزرگانِ اُمّت کے اقوال میں بھرے پڑے ہیں۔ ان سب دلائل کو اِس چھوٹے سے مضمون میں جمع کرنا تو ممکن نہیں البتہ نمونے کے طور پر صرف چند دلائل مختصر طور پر درج کئے جاتے ہیں۔

وفاتِ مسیح ازروئے قرآن مجید

(۱) ۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے کہ :۔
اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ..... الآیۃ (آلِ عمران : ۵۶) اور جب اللہ نے فرمایا اے عیسٰی مَیں تم کو وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں ..... اس آیت میں چار وعدے کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا وعدہ وفات کا ہے پھر رفع کا ہے ۔ اور تمام اہلِ علم مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ وفات کے بعد رفع بمعنی بلندئ درجات آتا ہے ۔ اور جہاں تک مُتَوَفِّيْكَ کے معنیٰ ہیں وہ تمام مترجمین نے وفات اور موت کے ہی کئے ہیں ۔ لیکن سُورۃ مائدہ میں جہاں یہ لفظ استعمال ہُوا ہے وہاں اُٹھا لینے کے معنے کئے ہیں ۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ تَوَفِّی کے معنیٰ وفات کے ہیں اور پھر ایسی صُورت میں تو سوائے وفات اور موت کے کوئی اَور معنیٰ ہوتے ہی نہیں جہاں خُدا فاعل ۔ ذی رُوح مفعول اور باب تفعّل ہو اور لیل ونوم کا قرینہ بھی نہ ہو ۔ بانئ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السّلام نے اس بارے میں تمام علمائے عرب وعجم کو چیلنج دیا ہے کہ :۔

"اگر کوئی شخص قرآنِ کریم یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ تَوَفِّی کا لفظ خُدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذی رُوح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجُز قبضِ رُوح اور وفات دینے کے کسی اَور معنیٰ پر بھی اطلاق پاگیا ہے یعنی قبضِ جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہُوا ہے تو مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اقرارِ صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصّہ ملکیّت کا فروخت کرکے مبلغ ہزار روپیہ نقد دُوں گا اور آئندہ اُس کی کمالاتِ حدیث دانی کا اقرار کروں گا ۔"
(ازالہ اوہام حصّہ دوم ص۶۰۳)

(۲) ۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔
وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۗ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (المائدہ : آیت ۱۱۸)
اور مَیں اُن پر نگران تھا جب تک مَیں اُن میں موجود رہا ۔ پھر جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تُو ہی اُن پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر نگران ہے ۔

اس آیت سے پہلے والی آیت میں وفات کا وعدہ تھا ۔ اور اس دوسری آیت میں ایفائے وعدہ ہے ۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی اُوپر کی آیت میں استعمال کردہ لفظ مُتَوَفِّيْكَ کا ترجمہ تمام علماء 'وفات' کرتے ہیں اور اس آیت میں استعمال شدہ تَوَفَّيْتَنِيْ کا ترجمہ 'اُٹھا لیا' کرتے ہیں ۔ اس لئے جہاں بھی یہ دلیل دی جائے وہاں پہلے آلِ عمران کی آیت پیش کرنی ضروری ہے ۔ بعد میں سُورۃ مائدہ کی آیت پیش کی جائے ۔

قرآنِ کریم کی یہ آیت جب نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دِن جب حساب کتاب ہو رہا ہوگا تو مَیں دیکھوں گا کہ میرے بعض صحابہ کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ہوں گے اور بعض کے بائیں ہاتھ میں ۔ تو جن کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے ہوں گے مَیں اُن کے متعلّق خُدا تعالےٰ سے کہوں گا کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں اِن کے بائیں ہاتھوں میں اعمال نامے کیوں ہیں ؟ تو اللہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے ۔ تو اُس وقت مَیں وہی کہوں گا جو خُدا کے نیک بندے عیسٰی بن مریم نے کہا تھا ۔ فرمایا :۔

فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا)

یعنی ، پس مَیں وہی کہوں گا جو خُدا کے نیک بندے عیسٰی بن مریم نے کہا تھا کہ مَیں اُن پر نگران تھا جب تک مَیں اُن میں موجُود رہا لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تُو ہی اُن پر نگران تھا ۔ اور تو ہر چیز پر نگران ہے ۔

لفظ تَوَفِّی قرآنِ کریم میں بہت سی جگہوں پر استعمال ہُوا ہے اور ہر جگہ ہی مفسّرین نے وفات کے معنے کئے ہیں ۔ ان میں سے چند یہاں تحریر ہیں :۔

(۱) ۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آلِ عمران : ۱۹۴) ترجمہ :۔ ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے ۔
(۲) ۔ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (الاعراف : ۱۲۷) اور ہماری جان حالتِ اسلام پر نکالئے ۔
(۳) ۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف : ۱۰۲)
ترجمہ :۔ مجھ کو پُوری فرمانبرداری کی حالت میں دُنیا سے اُٹھا لے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کرلے ۔ (اس ترجمہ کو دیکھیں دُنیا سے اُٹھانا بمعنی وفات لیا ہے اس لئے سُورۃ المائدہ کی آیت کا ترجمہ بھی جو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے "اُٹھا لیا" کیا ہے وہ بھی بمعنی وفات ہے نہ کہ زندہ بجسمِ عنصری اُٹھا لینا ۔
(۴) ۔ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (محمد : ۲۸) یعنی جبکہ فرشتے اُن کی جان قبض کرتے ہوں گے ۔

(نوٹ) توفّی کے تعلّق سے جتنے بھی حوالے دیئے گئے ہیں اُن کا ترجمہ بھی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ہی ہے ۔ اور جتنے بھی علماء کے ترجمے ہمیں ملتے ہیں اُن سب نے اِن آیات میں توفّی کا ترجمہ موت ۔ وفات ۔ رُوح قبض کرنا ہی کیا ہے ۔

"مُسلم ورلڈ لیگ مکّہ" کی جانب سے ایک انگریزی ترجمہ THE MESSAGE OF THE QURAN کے نام سے جناب محمد اسد صاحب کا شائع ہُوا ہے ۔ اس میں سُورۃ المائدہ کے آخری رُکوع کے ترجمہ میں وہ لکھتے ہیں :۔

"I BORE WITNES TO WHAT THEY DID AS LONG AS I DWELT AMONGST THEM BUT SINCE THOU HAST CAUSED ME TO DIE THOU ALONE HAST BEEN THEIR."

یعنی جب تک مَیں اُن میں موجود تھا اُن پر نگران تھا لیکن جب تُو نے مجھے موت دے دی تو

پھر تو ہی اکیلا اُن پر نگران تھا ۔

قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر تیس [۳۰] آیات دلالت کرتی ہیں۔ سب کا لکھا جانا تو ممکن نہیں البتہ دو آیات اور پیش کر دیتا ہوں ۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدہ : ۷۶)

ترجمہ :۔ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہی تو تھے اور ان سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اُن کی والدہ ایک سچی خاتون تھیں اور یہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے ۔

ظاہر ہے کہ اب اگر کھانا نہیں کھاتے تو موت کی وجہ سے نہیں کھاتے ۔ اگر ماں نے مر کر کھانا چھوڑ دیا ہے تو پھر ظاہر بات ہے کہ بیٹے نے بھی کھانا چھوڑا ہے تو مرنے کی وجہ سے ہی چھوڑا ہے ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ (الانبیاء : ۹) یعنی (اے رسول) ہم نے کوئی بھی جسم ایسا نہیں بنایا کہ جو کھانا نہ کھاتا ہو اور وہ زندہ بھی رہے ۔

اسی طرح ایک اور جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ :۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ . (آل عمران : ۱۴۵)

ترجمہ :۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہی تو ہیں۔ اُن سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اگر آپ بھی فوت ہو جائیں یا آپ قتل کر دیئے جائیں تو کیا پھر تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے ۔

جس طرح اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر موجود ہے سابقہ تمام انبیاءؑ کی وفات کو ساتھ ملاتے ہوئے اسی طرح اُوپر بیان کردہ آیت میں بھی سابقہ تمام انبیاء کی وفات کو ساتھ ملاتے ہوئے مسیح علیہ السلام کی وفات بیان ہوئی ہے ۔ اس دوسری آیت نے تو مسیح علیہ السلام کی وفات کو صاف طور پر پیش کر دیا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں ۔ اور یہی وہ آیت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت فرمائی تھی اور تمام سابقہ انبیاء بشمول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اجماعِ اُمّت ہوا تھا ۔

مخالف علماء خَلَا کے معنوں کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں ۔ حالانکہ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ نے خلا کے معنیٰ واضح کر دیئے ہیں کہ یہ خلا طبعی موت یا قتل سے جڑا ہوا ہے ۔ اور لغت میں لکھا ہے کہ :۔

(۱) ۔ خَلَا فُلَانٌ : اِذَا مَاتَ ۔ (لسان العرب و تاج العروس)

یعنی جب کہا جائے خَلَا فُلَانٌ تو مطلب ہے کہ وہ مر گیا ۔

(۲) ۔ خَلَا الرَّجُلُ : اَىْ مَاتَ ۔ (اقرب الموارد)

یعنی خَلَا الرَّجُلُ کے معنے ہیں کہ آدمی مر گیا ۔

اور قرآن کریم میں بھی آیا ہے کہ :۔

۱ ۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (البقرہ : ۱۳۵)

۲ ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ (الرّعد : ۳۱)

۳ ۔ فِىْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ (الاحقاف ، ۱۹)

ان تمام جگہوں پر جن اُمتوں کا بھی خلا ہوا ہے مر کر ہوا ہے ۔ اور سب علماء اس سے متفق ہیں ۔ قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں بھی وفاتِ مسیح کے بہت سے دلائل موجود ہیں ۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث پیچھے گزر چکی ہے ۔ اب بعض اور احادیث ذکر کی جاتی ہیں ۔

وفاتِ مسیح ازروئے احادیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ كَانَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ عُمْرِ الَّذِىْ كَانَ قَبْلَهٗ وَ اِنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ عَاشَ عِشْرِيْنَ وَ مِائَةَ وَ اِنِّىْ اُرَانِىْ اِلَّا ذَاهِبًا عَلٰى رَاْسِ سِتِّيْنَ ۔ (کنز العمال ۶[۱۲۰] ، مستدرک حاکم ۶[۱۴۰] ، المواہب اللدنیہ مصنفہ قسطلانی جلد ۱ ص [۴۲])

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُنّتِ الٰہی کے مطابق سلسلہ کے بانی نبی کی عُمر اس سے پہلے سلسلہ کے آخری نبی کی عمر سے نصف ہوتی ہے اور اس سُنّت کے مطابق سلسلہ موسوی کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عُمر ایک سو بیس [۱۲۰] سال تھی ۔ اس لئے میری عُمر ساٹھ [۶۰] کے قریب ہوگی ۔ اور سب لوگ مانتے ہیں کہ آپ تریسٹھ سال کے تھے ۔

اسی مضمون کی اور احادیث المواہب اللدنیہ امام قسطلانی جلد اوّل ص [۴۲] ۔ شرح المواہب اللدنیہ از علامہ محمد بن عبد الباقی مالکی جلد اوّل ص [۴۲] ۔ کشف الغمہ کتاب الامان والقلح باب قسم الفیٔ والغنیمۃ ج ۲ ص [۳۱۷] اور زرقانی جلد ۵ ص [۴۲۱] میں درج ہیں ۔ جس میں یہی مفہوم پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال تک زندہ رہے ۔ اب عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک سو بیس سال تک زندہ رہنا بتاتے ہیں اور یہ عُلماء ہیں کہ آپ کو تینتیس [۳۳] سال کا آسمان پر بٹھاتے ہیں فیصلہ آپ کریں کہ عُلماء کی بات ماننی ہے یا پھر اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ـــــ !

۲ ۔ ایک حدیث علماء ہمیشہ اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں اور بعض اوقات تو پوسٹروں میں بھی یہ حدیث لکھی ہوئی دیکھی ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی مقام کو بیان کیا ہوتا ہے ۔ وہ حدیث یہ ہے کہ :۔

لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِىْ ۔ (الیواقیت والجواہر مرتبہ امام شعرانی ص [۲] ۔ وتفسیر ابن کثیر برحاشیہ تفسیر فتح البیان ص [۲۴۶/۲])

یعنی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کو بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا ۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ کسی شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی ۔ ذرا سوچیں کہ جو بات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھی وہ آج کے مولویوں کو معلوم ہوگئی ہے کہ عیسیٰ زندہ ہیں ۔

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فلسطین سے ہجرت کر جانے اور ایک اُونچی اور چشموں والی جگہ پر جو سرسبز و شاداب تھی ، پناہ دینے کی بات بیان فرمائی ہے ۔ جس کا ذکر سُورۃ المؤمنون آیت ۵۰ میں موجود ہے ۔ اسی ہجرت کی طرف اِشارہ

کرتی ہوئی ایک حدیث ہے اور وہ یہ کہ :-

اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى اَنْ يَا عِيْسٰى اِنْتَقِلْ مِنْ مَكَانٍ اِلٰى مَكَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذٰى -

(کنز العمال ج ۲ ص ۳۴)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی نازل کی اور کہا کہ تو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا جا ایسا نہ ہو کہ تو پہچانا جائے اور تکلیف دیا جائے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ آپ نے ہجرتِ مکانی کی اور آپ ایک اونچی اور چشموں والی جگہ جو کہ ہندوستان میں کشمیر ہے۔ آپ وہاں آگئے اور آپ نے باقی زندگی اسی جگہ گزاری۔ اس بات کا انکشاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے۔ اس بات کا تذکرہ ہندوؤں کی کتاب بھوشیہ پران میں موجود ہے۔ اور کشمیر کی تاریخ بھی گواہ ہے بلکہ بزرگانِ امت نے بھی ان باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ میں ایک حیرت انگیز حوالہ یہاں پیش کرتا ہوں۔ یہ کتاب اِکْمَالُ الدِّیْن کا حوالہ ہے جس کے مصنف ابوجعفر الصّدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمّی ہیں جن کی وفات ۳۸۱ ہجری میں ہوئی۔ لکھتے ہیں :-

ثُمَّ انْتَقَلَ مِنْ اَرْضِ سولابط وَسَارَ فِيْ بِلَادٍ وَ مَدَائِنَ كَثِيْرَةٍ حَتّٰى اَتٰى اَرْضًا تُسَمّٰى قَشْمِيْر فَسَارَ فِيْهَا وَ اَصَابَ مِنْهَا وَ مَكَثَ حَتّٰى اَتَاهُ الْاَجَلُ اِلٰى خَلْعِ الْجَسَدِ وَارْتَفَعَ اِلَى النُّوْرِ۔ قَبْلَ مَوْتِهٖ دَعَا تِلْمِيْذًا لَّهٗ اِسْمُهٗ بَايَد الَّذِيْ كَانَ يَخْدُمُهٗ وَيَقُوْمُ عَلَيْهِ۔ وَكَانَ رَجُلًا كَامِلًا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا فَاَوْصٰى اِلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ قَدْ دَنَا ارْتِفَاعِيْ عَنِ الدُّنْيَا فَاحْتَفِظُوْا بِفَرَائِضِكُمْ، وَلَا تَزِيْغُوْا عَنِ الْحَقِّ، وَخُذُوْا بِالنُّسُكِ۔ ثُمَّ اَمَرَ بَايَد اَنْ يَّبْنِيَ لَهٗ مَكَانًا وَبَسَطَ هُوَ رِجْلَيْهِ وَهَيَّاَ رَاْسَهٗ اِلَى الْغَرْبِ وَوَجْهَهٗ اِلَى الشَّرْقِ ثُمَّ قَضٰى نَحْبَهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ (اِکمال الدّین۔ المطبعۃ الحیدریۃ النجف صفحہ ۵۹۹، ۶۰۰)

ترجمہ :- پھر آپ نے سرزمین سولابط سے نقلِ مکانی کر کے کئی شہروں اور ملکوں کی سیاحت اختیار کی حتیٰ کہ اس سرزمین میں پہنچے جسے کشمیر کہا جاتا ہے۔ اس جگہ آپ مختلف مقامات پر گھومتے اور ٹھہرتے رہے اور پھر یہیں قیام کیا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت آگیا کہ اپنا جسمِ عنصری چھوڑ کر نور (خدا) کی طرف اٹھائے جائیں۔ اپنی وفات سے قبل آپ نے اپنے ایک شاگرد کو جس کا نام بابد تھا بلایا جو آپ کی خدمت اور دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ اور یہ شخص اپنے جملہ امور میں کامل اور طاق تھا۔ آپ نے اسے وصیت کرتے ہوئے فرمایا، میرا دنیا سے اٹھائے جانے کا وقت آگیا ہے پس تم اپنے فرائض کی نگہداشت کرو اور حق سے روگردانی نہ کرو۔ اور ہمیشہ ایثار اور قربانی کا طریق اختیار کرو۔ اس کے بعد آپ نے بابد کو حکم دیا کہ ان کے لئے ایک جگہ تیار کریں۔ آپ نے اپنے پاؤں دراز کئے اور اپنا سر مغرب کی طرف کیا پھر مشرق کی طرف منہ۔ پھر اس کے بعد آپ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

● آخری کوڑی :- وہ علماء جو ہر قسم کے دلائل سننے کے بعد بھی اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں ان سے سوال کرنا چاہیئے کہ ٹھیک ہے ہم آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے کہ مسیح آسمان پر زندہ ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا قرآن تبدیل ہوگا؟ کہتے ہیں، نہیں۔ تو پھر پوچھیں کہ مسیح اگر قرآن پڑھیں گے تو اس میں یہی پڑھیں گے کہ مسیح آسمان پر ہے۔ اور پھر چالیس سال تک یہی پڑھتے رہیں گے۔ پھر آپ ہی کہتے ہیں کہ وہ مریں گے بھی۔ لیکن قرآن میں مسلمان ان کی وفات کے بعد بھی یہی پڑھیں گے کہ مسیح زندہ آسمان پر ہیں تو کیا یہ درست ہوگا؟ یا پھر مسیح قرآن کو تبدیل کر دیں گے؟ پھر مسیح قرآن میں پڑھیں گے کہ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ جبکہ آپ کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لئے آئیں گے۔ تو پھر بتائیں قرآن کہاں سے سپارہ جائے گا؟ یا تو مسیح کو فوت شدہ مانو، یا پھر قرآن میں تبدیلی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

وفاتِ مسیح کے متعلق بزرگانِ امت کے اقوال :

(۱) حضرت حسن رضی اللہ عنہ :- آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا :-

"اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ قُبِضَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْاَوَّلُوْنَ وَلَا يُدْرِكُهُ الْاٰخِرُوْنَ.... وَلَقَدْ قُبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِيْ عُرِجَ فِيْهَا بِرُوْحِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ" (طبقات کبیر جلد ۳ ص ۲۶)

ترجمہ :- لوگو! آج رات ایک ایسے شخص کی روح قبض کی گئی ہے جس سے پہلے بھی آگے نہ بڑھ سکے اور پچھلے بھی اس کے مقام کو نہ پاسکیں گے..... اور آپ کی روح اس رات قبض کی گئی ہے جس رات عیسیٰ بن مریم کی روح اٹھائی گئی یعنی رمضان کی ستائیسویں رات کو۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ستائیسویں رمضان کو عیسیٰ علیہ السلام مع جسم آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ صرف آپ کی روح کو اٹھایا گیا۔

(۲) ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ

آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ کی تفسیر میں لکھا ہے :-

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنَاهُ اِنِّيْ مُمِيْتُكَ"

(تفسیر خازن مصنفہ علامہ علاء الدین علی بن محمد جلد ۱ ص ۲۸۵)

نیز بخاری کتاب التفسیر میں لکھا ہے مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ میں تجھے مار دینے والا ہوں۔

(۳) امام مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے :-

وَالْاَكْثَرُ اَنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ (مجمع البحار)

کہ اکثر کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے وفات نہیں پائی، لیکن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔

(۴) امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یُوں لکھا ہے :-

تَمَسَّكَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْاٰيَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهٖ ۔
جلالین حاشیہ زیر آیت فلما توفیتنی)

کہ علامہ ابن حزمؒ نے آیت کے ظاہری معنوں کو اختیار کیا ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل تھے ۔

(۵) حافظ ابن القیّم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

وَاَمَّا مَا يُذْكَرُ عَنِ الْمَسِيْحِ اَنَّهٗ رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ وَلَهٗ ثَلَاثَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ سَنَةً فَهٰذَا لَا يُعْرَفُ لَهٗ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ يَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ ۔
(زاد المعاد جلد اوّل ص۲۰ مطبوعہ مطبعة الميمنية مصر۔ نیز دیکھئے فتح البیان جلد ۲ ص۴۹ مؤلفہ صدیق بن حسن القنوجی)

"کہ یہ جو حضرت مسیح کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے اور اُن کی عمر ۳۳ سال تھی اس کی کوئی متصل سند ایسی نہیں ملتی جس کی طرف رُجوع واجب ہو۔"

نیز آپ زاد المعاد مصری جلد ا ص۳۰۴ پر تحریر فرماتے ہیں :-

لَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَقَامِ خَرْقِ الْعَوَائِدِ حَتّٰى شُقَّ بَطْنُهٗ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَتَاَلَّمُ بِذٰلِكَ عُرِجَ بِذَاتِ رُوْحِهِ الْمُقَدَّسَةِ حَقِيْقَةً مِّنْ غَيْرِ اِمَاتَةٍ وَمَنْ سِوَاهُ لَا يَنَالُ بِذَاتِ رُوْحِهِ الصُّعُوْدَ اِلَى السَّمَاءِ اِلَّا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمُفَارَقَةِ فَالْاَنْبِيَاءُ اِنَّمَا اسْتَقَرَّتْ اَرْوَاحُهُمْ هُنَاكَ بَعْدَ مُفَارَقَةِ الْاَبْدَانِ وَرُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَتْ اِلٰى هُنَاكَ فِيْ حَالِ الْحَيَاةِ ثُمَّ عَادَتْ وَبَعْدَ وَفَاتِهٖ اسْتَقَرَّتْ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى مَعَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِيَاءِ ۔

چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرقِ عادات کے مقام پر تھے یہاں تک کہ آپ کا پیٹ پھاڑ گیا اس حال میں کہ آپ زندہ ہے اور اس سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی اور پھر حضورؐ کو اپنی مقدس رُوح کے ساتھ حقیقتاً موت کے بغیر معراج ہُوا اور آپ کے سوا کوئی اور شخص اپنی رُوح کے ساتھ آسمان کی طرف صعود صرف موت اور مفارقت بدن کے بعد ہی حاصل کرتا ہے پس تمام انبیاء کی ارواح نے آسمان پر موت اور مفارقت بدن کے بعد ہی قرار پکڑا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس رُوح نے زندگی کے عالم میں ہی آسمان پر صعود کیا۔ پھر واپس آئی اور آپ کی وفات کے بعد رفیق اعلیٰ میں نبیوں کی رُوحوں کے ساتھ متمکن ہوگئی ۔

(۶) علّامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ لکھتے ہیں :-

قِيْلَ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ تَوَفَّاهُ قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَهٗ (فتح القدیر قلمی ص۴)

ترجمہ :- کہا گیا ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع کرنے سے پہلے انہیں وفات دیدی تھی ۔

(۷) ابوعبداللہ محمد بن یوسف زیر آیت ھٰذا لکھتے ہیں :-

قَالَ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ تَوَفَّاهُ وَفَاةَ الْمَوْتِ قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَهٗ ۔ (بحر محیط جزء ۴ ص۶۱)

ترجمہ :- انہوں نے کہا کہ یہ آیت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے انہیں موت والی وفات اُن کا رفع کرنے سے پہلے دی ۔

(۸) علامہ جبائی مشہور شیعہ مفسر زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ لکھتے ہیں :-

وَفِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ دَلَالَةٌ اَنَّهٗ اَمَاتَ عِيْسٰى وَتَوَفَّاهُ ثُمَّ رَفَعَهٗ اِلَيْهِ ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد اول زیر آیت ہذا)

ترجمہ :- اس آیت میں یہ دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو موت دی اور پھر ان کا رفع اپنی طرف کیا۔

(۹) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ الخ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں :-

رَفْعُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اتِّصَالُ رُوْحِهٖ عِنْدَ الْمُفَارَقَةِ عَنِ الْعَالَمِ السِّفْلِيِّ بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ وَكَوْنُهٗ فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ اِشَارَةٌ اَنَّ مَصْدَرَ فَيَضَانِ رُوْحِهٖ رُوْحَانِيَّةُ فَلَكِ الشَّمْسِ الَّذِيْ هُوَ بِمَثَابَةِ قَلْبِ الْعَالَمِ وَمَرْجِعُهٗ اِلَيْهِ وَتِلْكَ الرُّوْحَانِيَّةُ نُوْرٌ يُحَرِّكُ ذٰلِكَ الْفَلَكَ بِمَعْشُوْقِيَّتِهٖ وَاِشْرَاقُ اَشِعَّتِهٖ عَلٰى نَفْسِهِ الْمُبَاشَرَةِ لِتَحْرِيْكِهٖ۔ وَلَمَّا كَانَ مَرْجِعُهٗ اِلٰى مَقَرِّهِ الْاَصْلِيِّ وَلَمْ يَصِلْ اِلَى الْكَمَالِ الْحَقِيْقِيِّ وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ ۔ (تفسیر حضرت ابن عربیؒ ص۹۵)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا مطلب یہ ہے کہ مفارقت کے وقت آپ کی رُوح عالم سفلی سے نکل کر عالم علوی سے متصل ہوگئی اور اُن کے چوتھے آسمان پر ہونے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی رُوح کے فیضان کا جائے صدور اس سُورج کے آسمان کی رُوحانیت ہے جو دُنیا جہان کے دِل سے مُشابہ ہے اور آپ کا مرجع بھی اسی کی طرف ہے اور وہ رُوحانیت ایک نُور ہے جو اس آسمان کو اپنے عشق سے منور کرتا ہے اور اس کے نفس پر شعاعوں کا چمکنا اسی کی تحریک سے ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کا مرجع اُس کی اصل جائے قرار کی طرف ہے اور اپنے کمال حقیقی تک رسائی نہیں پا سکتا لہٰذا آپ آخری زمانہ میں کسی دُوسرے وجود کے ساتھ نزول فرمائیں گے ۔

وفاتِ مسیح اور علماءِ مصر

(۱) علامہ رشید رضا سابق مفتی مصر و ایڈیٹر رسالہ المنار:۔

اَلْقَوْلُ بِهِجْرَةِ الْمَسِيْحِ اِلَى الْهِنْدِ وَمَوْتِهٖ فِي بَلْدَةِ سِرِيْنَكَر فِي كَشْمِيْر کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔

"فَفِرَارُهٗ اِلَى الْهِنْدِ وَمَوْتُهٗ فِي ذٰلِكَ الْبَلْدَةِ لَيْسَ بِبَعِيْدٍ عَقْلًا وَنَقْلًا"۔

(رسالہ المنار جلد ۵ صفحہ ۹۰۰، ۹۰۱)

ترجمہ:۔ مسیح کا ہندوستان جانا اور ان کی اس شہر (سرینگر) میں موت عقل و نقل کی رو سے بعید نہیں۔

(۲) علامہ مفتی محمد عبدہٗ

آپ نے آیت اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے معنوں کی تائید میں لکھا ہے:۔

"اَلتَّوَفِّيْ هُوَ الْاِمَاتَةُ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ الْمُتَبَادِرُ"۔ (المنار)

کہ یہاں توفّی سے موت مراد ہے اور ظاہر اور متبادر الفہم یہی معنی ہیں۔

(۳) الاستاذ محمود شلتوت

سابق مفتی مصر و ریکٹر الازہر یونیورسٹی قاہرہ نے اپنے فتویٰ میں تفصیلی طور پر وفاتِ مسیح کے تمام پہلوؤں پر بحث کی ہے اور بڑی وضاحت سے لکھا ہے کہ وفاتِ مسیح کے قائل مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا قطعاً جائز نہیں۔ بحث کے آخر پر لکھتے ہیں:۔

۱۔ "اِنَّهٗ لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ وَلَا فِي السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مُسْتَنَدٌ يَصْلُحُ لِتَكْوِيْنِ عَقِيْدَةٍ يَطْمَئِنُّ اِلَيْهَا الْقَلْبُ بِاَنَّ عِيْسٰى رُفِعَ بِجَسَدِهٖ اِلَى السَّمَاءِ وَاَنَّهٗ اِلَى الْاٰنِ فِيْهَا"۔

۲۔ "اِنَّ كُلَّ مَا تُفِيْدُهُ الْاٰيَاتُ الْوَارِدَةُ فِي هٰذَا الشَّاْنِ هُوَ وَعْدُ اللّٰهِ عِيْسٰى بِاَنَّهٗ مُتَوَفِّيْهِ اَجَلَهٗ وَرَافِعُهٗ اِلَيْهِ وَعَاصِمُهٗ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاَنَّ هٰذَا الْوَعْدَ قَدْ تَحَقَّقَ فَلَمْ يَقْتُلْهُ اَعْدَاؤُهٗ وَلَمْ يَصْلُبُوْهُ وَلٰكِنْ وَفَّاهُ اللّٰهُ اَجَلَهٗ وَرَفَعَهٗ اِلَيْهِ"۔

(یہ فتویٰ سب سے پہلے الرسالۃ ۱۵ مئی ۱۹۴۲ء جلد ۱۰ صفحہ ۶۴۲ میں شائع ہوا اور بعد میں الفتاویٰ کے نام سے مجموعہ فتاویٰ علامہ شلتوت میں الادارۃ العامۃ للثقافۃ الاسلامیۃ بالازھر کے زیر اہتمام شائع ہوا)

ترجمہ:۔ ۱۔ قرآن کریم اور سنتِ مطہرہ میں کوئی ایسی مستند نص نہیں ہے جو اس عقیدہ کی بنیاد بن سکے اور جس پر دل مطمئن ہو سکے کہ عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے جسم کے آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ اب تک وہاں موجود ہیں۔

۲۔ اس بارے میں جتنی آیات (قرآن کریم میں) وارد ہیں ان کا مفاد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ تھا کہ وہ خود ان کی عمر پوری کر کے وفات دیگا اور ان کا اپنی طرف رفع کریگا اور انہیں ان کے منکرین سے محفوظ رکھے گا اور یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے چنانچہ ان کے دشمنوں نے انہیں نہ قتل کیا نہ صلیب دے سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مقدر عمر پوری کی اور پھر ان کا رفع اپنی طرف کیا۔

نوٹ:۔ اس فتویٰ کے علاوہ علامہ موصوف نے مسیح علیہ السلام کی وفات اور رفع کے متعلق ایک مبسوط مضمون ازہر یونیورسٹی کے رسالہ مجلۃ الازھر فروری ۱۹۶۰ء کے انگریزی حصہ میں ASCENSION OF JESUS کے عنوان سے شائع کروایا تھا جس کا ترجمہ نظارت اصلاح و ارشاد نے "رفع عیسیٰ" کے نام سے شائع کیا ہے۔

(۴) الاستاذ احمد العجوز

اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں جس کا عکس ہمارے پاس موجود ہے:۔

اِنَّ السَّيِّدَ الْمَسِيْحَ قَدْ مَاتَ فِي الْاَرْضِ حَسْبَ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ اَيْ مُمِيْتُكَ وَالْمَوْتُ اَمْرٌ كَائِنٌ لَا مَحَالَةَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ عَنْ لِسَانِهٖ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ"۔

ترجمہ:۔ یقیناً سیدنا مسیح زمین میں وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ کے مطابق (اور اس کے معنی ہیں) کہ میں تجھے موت دینے والا ہوں اور موت بہرحال واقع ہونے والی چیز ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کی زبان سے فرمایا کہ سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا۔

(۵) الاستاذ مصطفیٰ المراغی

اپنی تفسیر میں زیر آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ لکھتے ہیں:۔

"وَفِيْ هٰذَا بِشَارَةٌ بِنَجَاتِهٖ مِنْ مَكْرِهِمْ وَاسْتِيْفَاءِ اَجَلِهٖ وَاَنَّهُمْ لَا يَنَالُوْنَ مِنْهُ مَا كَانُوْا يُرِيْدُوْنَ بِمَكْرِهِمْ وَخُبْثِهِمْ وَاَنَّ التَّوَفِّيَ هُوَ الْاِمَاتَةُ الْعَادِيَةُ وَاَنَّ الرَّفْعَ بَعْدَهٗ لِلرُّوْحِ وَالْمَعْنٰى اِنِّيْ مُمِيْتُكَ وَجَاعِلُكَ بَعْدَ الْمَوْتِ فِيْ مَكَانٍ رَفِيْعٍ عِنْدِيْ كَمَا قَالَ فِيْ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا"۔

(تفسیر المراغی الجزء الثالث صفحہ ۱۹۵)

ترجمہ:۔ اس آیت میں اس امر کی بشارت ہے کہ مسیح (اپنے دشمنوں کی) تدابیر سے نجات پائے گا اور اپنی عمر کی مدت حاصل کرے گا اور یہ کہ اس کے دشمن اپنے خبث اور تدابیر کے بل پر اس سے جو حاصل کرنا چاہتے تھے اس میں وہ کامیاب نہیں ہوں گے اور توفّی سے روزمرہ کی موت مراد ہے اور رفع موت کے بعد روح کے لئے ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں تجھے موت دوں گا اور موت کے بعد تجھے اپنے حضور بلند مرتبہ پر فائز کروں گا

جیسا کہ ادریس علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا کہ ہم نے اُس کو بلند مقام دیا۔

(۶) الاستاذ عبد الکریم الشریف تحریر فرماتے ہیں :۔

"وَالْمَسِيحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ طَبْعًا كَمَا يَذْكُرُ الْقُرْآنُ قَدْ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَرَفَعَهُ إِلَيْهِ وَطَهَّرَهُ مِثْلَ مَا يَتَوَفَّانَا وَيَرْفَعُنَا إِلَيْهِ۔" (النفحة من التاويل)

ترجمہ :۔ اور مسیح علیہ السلام بھی طبعاً جیسا کہ قرآن کریم نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کو وفات دی اور پھر اُن کا اپنی طرف رفع فرمایا اور اُن کو پاک کیا جیسا کہ وہ ہمیں وفات دیتا ہے اور ہمیں اپنی طرف اُٹھاتا ہے۔

(۷) الاستاذ عبد الوہاب النجّار

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی سوانح میں آیت قرآنی وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا ذکر کر کے لکھتے ہیں :۔

"وَإِنَّهُ كَانَ يُرَاقِبُهُمْ وَيُسَدِّدُهُمْ بِالنَّصَائِحِ إِلَى وَفَاتِهِ وَبَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ اللّٰهُ رَقِيبَهُمْ۔"

(قصص الانبیاء ایڈیشن چہارم ۱۹۵۶ء)

ترجمہ :۔ اور مسیح علیہ السلام اپنی وفات تک اپنی قوم کی نگرانی فرماتے رہے اور نصائح کے ذریعہ اپنی وفات تک انہیں سیدھا کرتے رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر نگران تھا۔

(۸) ڈاکٹر احمد زکی ابوشادی

ارجنٹائن کے مشہور عربی رسالہ المواہب میں اپنے تحقیقی مضمون "هَلِ الْقُرْآنُ مُعْجِزَةٌ ؟" میں لکھتے ہیں :۔

"وَالْإِسْلَامُ يَعْرِفُ أَنَّ اللّٰهَ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَأَنَّهُ نُورُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَعِبَارَةُ "رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ" لَيْسَتْ بِمَعْنَاهَا الْمَادِيِّ أَيْ رَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ حَسْبَ تَفْكِيرِ الْمَسِيحِيِّينَ ...... فَالرَّفْعُ هُنَا بِمَعْنَى الْأَخْذِ وَالتَّكْرِيمِ خُفْيَةً بِعَكْسِ حَقَارَةِ الْمَوْتِ صَلْبًا كَمَا يُقْتَلُ الْمُجْرِمُونَ وَالتَّفَاسِيرُ الْأُخْرَى الَّتِي أَخَذَ بِهَا بَعْضُ شُرَّاحِ الْمُسْلِمِينَ هِيَ أَقْرَبُ إِلَى التَّفَاسِيرِ الشِّعْرِيَّةِ مِنْهَا إِلَى الْمَنْطِقِ السَّلِيمِ لِأَنَّ ثِقَافَةَ أَصْحَابِهَا الْعِلْمِيَّةَ مَحْدُودَةٌ۔"

(المواہب ۱۹۵۵ء)

ترجمہ :۔ اسلام کا معروف عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے اور وہ آسمان و زمین کا نور ہے پس رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ اپنے مادی معنوں میں نہیں ہے کہ اللہ نے مسیحؑ کو آسمان پر عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق اُٹھا لیا...... بلکہ رفع کے معنی یہاں بچانا اور اعزاز دینا ہے برعکس حقیر صلیبی موت کے جو مجرموں کو دی جاتی ہے۔ اور دوسری تفاسیر جنہیں بعض مسلمان مفسّرین نے بھی اختیار کیا ہے وہ منطقِ سلیم کی بجائے شاعرانہ تفاسیر ہیں۔ اور ان مفسّرین کی ثقاہتِ علمی نہایت محدود ہے۔

وفاتِ مسیحؑ اور علمائے ہند و پاکستان

(۱) حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

"پیغمبرؐ گفت اندر شبِ معراج آدم صفی اللہ و یوسف صدیق و موسیٰ کلیم اللہ و ہارون حلیم و عیسیٰ روح اللہ و ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین علیٰ نبینا و علیہم اندر آسمان ھا دیدم لامحالہ آں ارواحِ ایشاں بود۔" (کشف المحجوب مطبوعہ مطبع پنجابی لاہور ص۱۵۹)

اس کا مطبوعہ ترجمہ یُوں کیا گیا ہے :۔

"اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے معراج کی رات آدم صفی اللہ اور یوسف صدیق۔ موسیٰ کلیم اللہ اور ہارون اور عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو آسمان پر دیکھا۔ ضرور وہ ان کی رُوحیں ہوں گی۔"

(کشف المحجوب مترجم اُردو فصل ششم رُوح کے بیان میں ص۲۹۴ مطبوعہ مطبع عزیزی لاہور ۱۳۲۲ھ)

(۲) مولانا عبید اللہ سندھی تحریر فرماتے ہیں :۔

وَمَعْنَى مُتَوَفِّيكَ مُمِيتُكَ وَأَمَّا مَا شَاعَ بَيْنَ النَّاسِ مِنْ حَيَاةِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهِيَ أُسْطُورَةٌ يَهُودِيَّةٌ وَصَابِيَّةٌ ..... وَلَا يَخْفَى أَنَّ مَرْجِعَ الْعُلُومِ الْإِسْلَامِيَّةِ ...... هُوَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ وَلَيْسَ فِيهِ آيَةٌ تَدُلُّ صَرَاحَةً عَلٰى أَنَّ عِيسٰى لَمْ يَمُتْ وَأَنَّهُ حَيٌّ سَيَنْزِلُ إِلَّا الْاِسْتِنْبَاطَاتِ وَتَفْسِيرَاتٍ مِنَ الْبَعْضِ وَلَا يَخْلُو ذٰلِكَ مِنْ شُكُوكٍ وَشُبَهٍ وَمَا كَانَ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ كَيْفَ يُمْكِنُ أَنْ تَتَّخِذَهُ مَبْنًى بِعَقِيدَةٍ إِسْلَامِيَّةٍ۔"

(الھام الرحمان فی تفسیر القرآن الجزء الثانی ص۴۹)

ترجمہ :۔ مُتَوَفِّيكَ کے معنی ہیں میں تجھے موت دُوں گا۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی زندگی کے بارہ میں جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے وہ ایک یہودی اور صابی افسانہ ہے ...... یہ بات مخفی نہیں کہ علومِ اسلامی کا مرجع قرآنِ عظیم ہے اور اس میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جو صراحت کے ساتھ ثابت کرتی ہو کہ عیسٰی علیہ السلام نے وفات نہیں پائی اور کہ وہ زندہ ہیں اور عنقریب نازل ہوں گے۔ سوائے (بعض لوگوں کے) استنباط اور استدلالات اور تفاسیر کے اور یہ آراء و استدلالات شک و شُبہ سے بالا نہیں ہیں۔ پس ان کو ایک اسلامی عقیدہ کی بنیاد کس طرح مانا جا سکتا ہے۔

(۳) نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں :۔

"وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔ دو طرح سے آدمیوں کو مار ڈالنے کا دستور تھا۔ ایک صلیب پر لٹکا رہنے دینے سے۔ یہ سزا سنگین جرائم کے مرتکبوں اور غلاموں کو دی جاتی تھی۔ جو تین چار روز صلیب پر لٹکے ہوئے بھوک پیاس کی شدت اور زخموں کے درد اور دُھوپ کی تپش اور دوران خون کی سُوء مزاجی سے مر جاتے تھے۔ اور دُوسری قسم دفعۃً جان سے مار ڈالنے کی تھی اور وہ دو طرح سے تھی :۔

۱۔ سنگسار کرنا۔

۲۔ تلوار سے قتل کرنا۔

اِس لئے قرآنِ مجید میں دونوں قسموں کی موت سے انکار ہُوا ہے — کہ نہ تو حضرت عیسیٰؑ کو پتھراؤ کر کے یا تلوار سے مارا اور نہ صلیب پر چڑھا کے مارا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہود کا ایسا بیان ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ سنگسار کر لئے گئے۔ چنانچہ یہود کی کتاب مشنا اور تالمود یوروشلم اور تالمود بائبل سنہدریم کے بیان میں ایسا ہی لِکھا ہے۔ (دیکھو ار بنسط بیان کا تذکرۂ مسیحؑ باب ۲۵ صفحہ ۲۸۴) اور عیسائیوں کا بیان ہے کہ وہ صلیب پر مارے گئے اِس لئے قرآن میں ان دونوں باتوں پر اشارہ ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی نہ قتل بذریعہ سنگساری ہوا اور نہ قتل بذریعہ صلیب ہُوا نہ یہ کہ وہ مطلق صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے کیونکہ مطلق صلیب کی نفی کچھ مفید نہیں ہے کیونکہ صلیب پر ہاتھوں میں میخ ٹھوکنے اور پَیر باندھ دینا اور پھر تین گھنٹے بعد اُتار لینا مار ڈالنے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ تصلیب کی نفی سے صلیبی موت مراد ہے۔

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

مگر صورت بنا دی گئی اور اس طور کہ حضرت عیسیٰؑ ان لوگوں کو جو صلیب کا اہتمام کر رہے تھے مُردہ نظر آئے کیونکہ وہ تمام شب کے جاگتے اور صدمات کی برداشت اور میخوں کی اذیت سے غشی یا بے ہوشی میں آ گئے تھے۔ اس سے انہوں نے سمجھا کہ یہ مر گئے مگر چونکہ اس وقت موسم اچھا تھا یعنی ابر چھا رہا تھا (متی ۲۷/۴۵ مارق ۱۰/۲۳ لوق ۲۳/۴۴) دھوپ کی تکلیف نہ تھی اور پھر وہ جلدی ہی اُتار لئے گئے اِس وجہ سے زیادہ صدمہ نہیں پہنچا۔

حشویہ اور عامہ مفسّرین نے اس جملے کی تفسیر میں یہ معنی لگائے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی صُورت ایک اور شخص پر القاء کی گئی یہ محض ایک سفسطہ ہے ورنہ ہم اپنے مخاطبوں یا مخالفوں کو ایسا ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جب ہم ان میں ایک شخص مخصوص کو دیکھیں اور وہ دراصل وہ نہ ہو بلکہ کسی اَور کی صورت اس پر القاء ہوئی ہو تو اس سے تو معاملات پر سے اعتبار جاتا رہتا ہے اور نکاح وطلاق اور مِلک پر وثوق نہیں رہتا۔ اگر ہم شُبِّهَ کو مسیحؑ کی طرف مُسند کرتے ہیں جیسا کہ عامہ مفسّرین کرتے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ مُشبّہ بہ ہیں نہ کہ مشبّہ۔ اور اگر اس خیالی اور غیر واقعی شخص کی طرف، جو مقتول ہُوا بتلاتے ہیں، مُسند کرتے ہیں تو اس کا ذکر کچھ قرآن میں نہیں۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ۔ اور جو لوگ اس میں یعنی ان کی صلیبی موت کی نسبت باتیں نکالتے ہیں وہ اِس جگہ شبہ میں پڑ جاتے ہیں اور کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا۔ ہم نے دفعہ ۱۶ میں بیان کیا ہے کہ یہ اختلاف کیا تھا۔ یعنی ایک تو یہود کا قول کہ ہم نے قتل کیا۔ دُوسرے عام عیسائیوں کا عقیدہ کہ قتل ہوئے۔ تیسرے فرقہ باسالیدیاں اور سرن تہیان کا قول کہ ان کی جگہ یوسف شمعون قتل ہوئے تھے چوتھے برنباس کا قول کہ اُن کی جگہ یہودا اسکریوطی قتل ہُوا۔ ان سب کو قرآن نے فرمایا ہے کہ اٹکل پر چلتے ہیں۔ اِس میں سے کسی بات کا ان کو قطعی علم نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کا صلیب پر نہ مرنا تو ہم نے مقدمات ۷۔ ۸۔ ۹ میں ثابت کیا ہے اور کسی اَور کا ان کی جگہ مصلوب ہو جانا ایک بے ثبوت بات ہے اور قرائن اس کے خلاف ہیں۔ کیونکہ شمعون قرینی بعد میں عرصہ تک زندہ رہا اور عیسائیوں کی جماعت میں شامل اور شریک رہا اور یہودا اسکریوطی کا حال بھی معلوم ہے کہ وہ بعد میں مر گیا۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا

اور اس کو اچھی طرح سے قتل نہیں کیا یعنی جیسا قتل کرنے کا حق تھا ویسا قتل نہیں کیا۔ یا یقیناً قتل نہیں کیا۔ اور کیونکر وہ یقیناً قتل ہو سکتے تھے حالانکہ وہ صرف تخمیناً تین گھنٹے صلیب پر رہے اور وہ موت کے لئے کافی نہیں ہے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ خدا کی طرف جانا یا اُٹھا لیا جانا ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا :۔

اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ (صٰفّٰت : ۹۷)

اور مہاجروں کی نسبت کہا وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ (نساء : ۱۰۱)

یہ بات تعظیم و تشریف و تفخیم کے طور پر کہی جاتی ہے نہ یہ کہ وہ درحقیقت آسمان کی طرف بادلوں میں اُڑتے ہُوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جا بیٹھے۔ اِن باتوں کی ہمارے ہاں کوئی اصل نہیں ہے۔ بعد میں حضرت عیسٰی یقیناً مر گئے جس کی خبر قرآن مجید میں دُوسری جگہ دی گئی ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔ (آل عمران : ۴۸) جس کی تفسیر میں مفسّرین نے بہت کچھ پس و پیش کیا ہے بلکہ اس کو بالکل اُلٹ دیا ہے۔ وہ یُوں پڑھتے ہیں :۔

رَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُتَوَفِّيْكَ

مگر اصلی قرآن کی تو یہ عبارت نہیں ہے اگر مفسّرین نے کوئی نیا قرآن بنایا ہو تو اس میں ہوگی۔ پھر دُوسری جگہ اَور بھی صاف ہے :۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدہ : ۱۱۷)

کہ حضرت عیسیٰؑ جناب باری سے عرض کریں گے کہ جب تُو نے مجھے وفات دے دی تب تُو اُن پر نگہبان رہا ان دونوں آیتوں میں وفات کا ذکر ہے

اور یہ موت کی دلیل ہے۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا ۔
(زُمر : ۴۳) پس اُن کی وفات کی خبر بہت صاف ہے مگر یہ بات کہ وہ کب مرے اور کہاں مرے معلوم نہیں۔ جیسے کہ حضرت مریم کا حال پھر کچھ معلوم نہ ہوا حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے ان کو یوحنا حواری کے سپرد کیا تھا اور یوحنا حواری صاحب تصنیف بھی تھے۔ پھر بھی کچھ حال اُن کا نہیں لکھا اور حضرت مسیح تو دُشمنوں سے پوشیدہ دُور کے دیہات میں چلے گئے تھے۔"
(انتخاب مضامین تہذیب الاخلاق جلد سوم صفحہ ۲۱۱ تا ۲۲۲ مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

(۴) سر سیّد احمد خان صاحب بانی علی گڑھ یونیورسٹی۔

آپ اپنی تفسیر میں وفات مسیح پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

"اب ہم کو قرآن مجید پر غور کرنا چاہیئے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق چار جگہ ذکر آیا ہے.....
پہلی تین آیتوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طبعی موت سے وفات پانا ظاہر ہے مگر چونکہ علماء اسلام نے بہ تقلید بعض فرق نصاریٰ کے قبل اس کے کہ قرآن پر غور کریں یہ تسلیم کر لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اس لئے انہوں نے ان آیتوں کے بعض الفاظ کو اپنی غیر محقق تسلیم کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔"
(پوری تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر احمدی مصنفہ سر سیّد احمد خان جلد ۲ صفحہ ۴۸)

(۵) مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم

آپ ڈاکٹر انعام اللہ خان سالاری، بلوچستان کے ایک استفسار مرقومہ ۶ اپریل ۱۹۵۶ء کے جواب میں لکھتے ہیں :۔
"وفات مسیح کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے مرزا صاحب کی تعریف اور بُرائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
(ملفوظات آزاد مرتبہ محمد اجمل خان صفحہ ۱۲۹، صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مکتبہ ماحول کراچی)

(۶) شاعر مشرق علّامہ اقبال

"جہاں تک میں نے اس تحریک کی منشاء کو سمجھا ہے۔ احمدیوں کا یہ اعتقاد کہ مسیح کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیح گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو رُوحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہو، اس خیال سے یہ تحریک معقول رنگ رکھتی ہے۔" (خطبات مدراس)

(۷) علّامہ محمد عنایت اللہ المشرقی بانی خاکسار تحریک

آپ اپنی مشہور تصنیف "تذکرہ" میں تفصیل سے وفات مسیح علیہ السلام پر تاریخی شہادات پر بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :۔
"اس میں یہ عبرت انگیز سبق موجود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت بھی اسی سُنت الٰہی کے مطابق ہوئی جس کی بابت قرآن نے کہا ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۔" (تذکرہ جلد اوّل حاشیہ صفحہ ۱۶-۱۷)

(۸) غلام احمد صاحب پرویز ایڈیٹر ماہنامہ طلوع اسلام

آپ نے وفات مسیح پر اپنی تصانیف میں سیر حاصل بحث کی ہے "شعلہ مستور" میں آپ لکھتے ہیں :۔

۱۔ "تصریحات بالا سے یہ حقیقت سامنے آگئی کہ قرآن کریم نے کس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کے اس خیال اور باطل عقیدہ کی تردید کر دی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دیا گیا تھا۔ باقی رہا عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ آپ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے تھے تو قرآن سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے دُوسرے رسُولوں کی طرح اپنی مُدّت عمر پُوری کرنے کے بعد وفات پائی۔"
(شعلہ مستور شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی صفحہ ۷۲)

۲۔ "حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے کا تصور مذہب عیسائیت میں بعد کی اختراع ہے۔ یہودیوں نے مشہور کر دیا (اور بظاہر نظر بھی ایسا ہی لگتا تھا) کہ انہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر قتل کر دیا ہے۔ حواریوں کو معلوم تھا کہ حقیقت حال یہ نہیں لیکن وہ بھی بہ تقاضائے مصلحت اس کی تردید نہیں کر سکتے تھے۔" (ایضاً صفحہ ۸۳)

(۹) سیّد ابو الاعلیٰ مودُودی نے وفات مسیح کا اقرار تو نہیں کیا، لیکن وہ لکھتے ہیں :۔

"قرآن کی رُو سے زیادہ مطابقت اگر کوئی طرز عمل رکھتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ رفع جسمانی کی تصریح سے بھی اجتناب کیا جائے اور موت کی تصریح سے بھی ۔۔۔ بلکہ مسیح علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کو اللہ تعالیٰ کی قُدرت قاہرہ کا ایک غیر معمولی ظہور سمجھتے ہوئے اس کی کیفیت کو اسی طرح مجمل چھوڑ دیا جائے جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے مجمل چھوڑ دیا ہے۔"
(مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ مصنفہ مولوی محمد یوسف حصہ اوّل صفحہ ۱۶۹)

پس جب یہ ثابت ہوا کہ مسیح ابن مریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے تھے وہ وفات پا گئے ہیں اور وفات شدہ واپس اس دنیا میں نہیں آیا کرتے تو پھر جس مسیح کے آنے کی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے وہ مثیل مسیح ہی ہے نہ کہ اصل مسیح۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں :۔

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ ۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم صفحہ ۴۹
مُسلم صفحہ ۷۵ ، مسند احمد صفحہ ۳۳۶)

یعنی تمہاری حالت کیسی ہوگی جب ابن مریم جو تمہارا امام ہوگا تم میں نازل ہوگا اور ایک روایت

میں آتا ہے کہ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ کہ وہ تمہاری امامت کے فرائض تمہیں میں سے ادا کرے گا۔ ؎

نہ آئے گا مُسلمانوں کا رہبر کوئی باہر سے
جو ہوگا خود مُسلمانوں کے اندر سے کھڑا ہوگا

اصل بات یہ ہے کہ آنے والا مسیح پہلے مسیح سے بہت سی مشابہات رکھتا ہوگا۔ مثلاً زمانی اور عملی۔ اس لحاظ سے اس کو مسیح ابن مریم نام دیا گیا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے ہم کسی بہادر کو شیر کہہ دیتے ہیں۔ یا کسی بڑے پہلوان کو رستم کا خطاب دے دیتے ہیں۔ چونکہ آپ پہلے مسیح کی طرح جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں آئے۔ اور جس طرح وہ موسوی شریعت کے تابع تھے اسی طرح آپ محمدی شریعت کے تابع ہیں۔ پھر جو کام پہلے مسیح نے کئے وہی کام آپ نے کئے۔ پھر جیسے حالات پہلے مسیح اور اُن کے ماننے والوں کے ساتھ پیش آئے اسی طرح آپ کے ساتھ اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ بھی پیش آئے۔ انہیں مشابہتوں کی بناء پر آپ کو مسیح کا نام دیا گیا۔ اور آپ ہی مثیلِ مسیح ٹھہرے۔ اور وہ تمام کام جو مسیح موعود کے بیان کئے گئے تھے وہ آپ سے سرانجام پائے جن میں کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر اور یضع الحرب شامل ہے۔ آپؑ نے ہی دجّال کو جو عیسائیت ہے قتل کیا۔ اور اس پر فتح حاصل کی۔ آپؑ ہی نے مُسلمانوں کے اندرونی اختلافات کو حَکَم ہونے کی حیثیت سے دُور کیا اور بیرونی فتنوں کا قلع قمع کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

ابنِ مریم ہوں مگر اُترا نہیں مَیں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

دعویٔ مہدویت پر اعتراض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ مہدویت کا دعویٰ بھی فرمایا۔ جیسا کہ آپ اِس مضمون کے شروع میں پڑھ چکے ہیں۔ عام مُسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ مسیح الگ ہے اور مہدی الگ ہے۔ حالانکہ یہ دونوں صفاتی نام ہیں اور ایک ہی وجُود کے یہ دو نام بیان ہوئے ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ فرماتے ہیں :-

وَلَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ

(ابن ماجہ باب شدۃ الزمان ص۲۵۷ مصری مطبع علمیہ ۱۳۱۳ھ۔ کنز العمال ص۱۸۶)

یعنی عیسٰی بن مریم کے سوائے اور کوئی مہدی نہیں۔ گویا کہ مسیح ہی مہدی ہے اور مہدی ہی مسیح ہے ___ اسی طرح ایک روایت آتی ہے کہ :-

يُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ يَّلْقٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اِمَامًا مَهْدِيًّا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد۲ ص۴۱۱ مصری)

یعنی قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہا عیسٰی ابن مریم سے ملاقات کرے اس کے امام مہدی ہونے کی حالت میں۔

اسی طرح شیعہ حضرات کی کتاب بحار الانوار میں حضرت ابو الدرداءؓ کی ایک روایت یُوں درج ہے کہ اَشْبَهُ النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ یعنی امام مہدی لوگوں سے بڑھ کر عیسٰی ابن مریم کے مشابہ ہوگا۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ یہ دونوں نام صفاتی اور ایک ہی وجود کے ہیں۔ مسیح اِس لئے کہ وہ پہلے مسیح سے بہت مشابہت رکھتا ہوگا اور مہدی اس لئے کہ وہ خدا سے ہدایت پائے گا۔ گویا ہدایت یافتہ۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے بھی ہمیں اس بات کی وضاحت مل جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں انبیاء کا ذکر کرکے فرماتا ہے :-

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (الانبیاء: ۷۴)

یعنی ، اور ہم نے اُن کو امام بنایا تھا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی ہدایت کیا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اَور جگہ فرماتا ہے :-

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (السجدہ: ۲۵)

یعنی ، اور ہم نے اُن میں بہت سے امام بنائے تھے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی ہدایت کیا کرتے تھے۔

اِن دونوں آیات سے قبل انبیاء کا ذکر موجود ہے جن کو امام بنایا گیا۔ اور وہ خدا کے حکم سے ہدایت کرنے والے بنے۔ اور دنیا میں کوئی بھی اُس وقت تک ہادی نہیں بن سکتا جب تک وہ مہدی نہ بنے۔ پہلے مہدی بنے گا اور پھر ہادی بنے گا۔ یہ ہدایت دینے والے چونکہ خدا سے ہدایت پاتے ہیں اور اُس کے حکم سے ہی ہدایت کرتے ہیں اس لئے اُن کو مہدی یعنی ہدایت یافتہ اور ہادی یعنی ہدایت دینے والے بیان کیا گیا ہے۔ آنے والے مسیح موعود کو جو مہدی کہا گیا ہے وہ بھی انہی معنوں میں ہے کہ وہ پہلے اللہ سے ہدایت پائے گا تو مہدی بنے گا اور پھر لوگوں کی ہدایت کرے گا تو ہادی کہلائے گا۔ اس لئے ان دو ناموں کی وجہ سے یہ غلطی نہیں کھانی چاہیئے کہ یہ دو الگ الگ وجود ہیں بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے :-

"یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ہے ان دونوں ناموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرف فرمایا ہے اور پھر خدا نے اپنے بلاواسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا اور پھر زمانہ کی حالتِ موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔" (اربعین حصہ اوّل ص۳)

اُمّتی نبی ہونے کے دعویٰ پر اعتراض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"عقیدہ کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خُدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر برُوزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔"

(کشتی نوح۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۹ ص۱۵-۱۶)

جماعت احمدیہ پر سب سے بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین نہیں مانتی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مستقل اور ایسا نبی مانتی ہے کہ جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے گویا کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا۔ اسی الزام کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :-

"یہ الزام میرے ذمّہ لگایا جاتا ہے کہ گویا مَیں ایسی نبوّت کا دعویٰ کرتا ہُوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے

یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں، یہ الزام صحیح نہیں۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۹۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر دو حوالہ جات سے آپ کے دعویٰ نبوت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی الزام لگائے تو پھر یہ اس کی ہٹ دھرمی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ جہاں تک امتی نبی کے آنے کی بات ہے تو اس کے دلائل قرآن و حدیث میں بھرے پڑے ہیں۔ چند پیش کئے جاتے ہیں:۔

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسی دعا سکھائی جس کا پڑھنا ہر مسلمان کے لئے پانچوں نمازوں میں ان کی ہر رکعت میں ضروری قرار دیا گیا۔ فرمایا:۔

(۱) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (الفاتحہ : ۶-۷)

یعنی (اے خدا) ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تُو نے انعام کیا۔

قرآن کریم میں انعام پانے والوں کا ذکر سورۃ النساء میں موجود ہے۔ فرمایا:۔

(۲) ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء : ۷۰)

اور جو اللہ اور اس رسول کی اطاعت کرے گا وہ اُن لوگوں میں سے ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا جو کہ انبیاء، صدیق، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے دوست ہیں۔

ایک طرف انعام پانے کی دعا سکھائی اور ساتھ ہی بتایا کہ انعام یہ ہیں۔ جب صدیقیت کا درجہ مل سکتا ہے، شہادت اور صالحیت کا درجہ مل سکتا ہے تو پھر نبی کا درجہ کیوں نہیں مل سکتا؟ اس کی نفی کہاں کی گئی ہے؟ نبوت کا درجہ بھی اطاعت کے نتیجہ میں لازماً ملیگا۔

اسی طرح خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

(۳) ۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

(اٰل عمران ۸۲)

اور جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی کتاب اور حکمت آئے اور پھر کوئی رسول آئے جو اس بات کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہو تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا، کیا تم نے اقرار کر لیا اور تم نے میرے اس (عہد کے) بوجھ کو اُٹھانے کے لئے تیار ہو تو انہوں نے کہا (انبیاء نے) ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا پس تم سب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آئندہ کسی نبی نے آنا ہی نہیں تھا تو پھر انبیاء سے یہ عہد کیوں لیا گیا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب بڑے سے عہد لیا جائے تو ساری قوم اس کے تابع اس عہد میں شامل ہوتی ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آئندہ بھی تصدیق کرنے والے نبی آئیں گے۔ ہمارے مخالف علماء کہہ دیتے ہیں کہ اصل میں اس جگہ تمام نبیوں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے عہد لیا گیا تھا۔ اور وہ پورا ہو چکا۔ لیکن اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۴) ۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ (الاحزاب: ۸)

اور جب ہم نے نبیوں سے پختہ عہد لیا تھا اور (اے محمدؐ) تجھ سے بھی اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے اُن سب سے خوب پختہ عہد لیا تھا۔

اس آیت میں "وَمِنْكَ" فرما کر اس نبیوں والے عہد میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل فرما دیا ہے۔ اور آپؐ کے ذریعہ آپؐ کی اُمت کو آئندہ آنے والے اُمتی نبی پر ایمان لانے اور اُس کی مدد کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

(۵) ۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (الاعراف : ۳۶)

اے بنی آدم! جب بھی تمہارے پاس رسول آئیں تم میں سے اور تم کو میری آیتیں (احکام) پڑھ کر سنائیں تو جو بھی پرہیز رکھے گا

اور اُن سے دوستی رکھے گا اس کو کوئی خوف اور کوئی غم نہیں ہوگا ۔

اعتراض کرنے والے بتائیں کہ وہ بنی آدم ہیں یا نہیں ۔ اگر تو بنی آدم ہی ہیں تو پھر رسول ضرور آئیں گے ۔ ہاں اگر بنی آدم نہیں رہے تو پھر دوسری بات ہے ۔ فیصلہ اعتراض کرنے والوں کے ہاتھ میں ہے کہ وہ کون ہیں ۔۔۔!

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔

(۶) ۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ

(هود : ۱۸)

یعنی : پس کیا وہ (شخص) جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر (قائم) ہے اور جس کے پیچھے بھی اُس کی طرف سے ایک گواہ آئے گا اور اس سے پہلے بھی موسیٰ کی کتاب آچکی ہے (جو اس کی تائید کر رہی تھی اور) جو (اس کے کلام سے پہلے) لوگوں کے لئے امام اور رحمت تھی ۔

(کیا ایسا مدعی جھوٹا ہو سکتا ہے)

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر تین زمانوں کو جمع کر دیا ہے ۔ ماضی ۔ حال ۔ اور مستقبل ۔ ماضی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب جو امام اور رحمت تھی ۔ اس میں آپ کی صداقت کی نشانیاں موجود ہیں ۔ حال میں خود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے بینات ہیں ۔ اور مستقبل کے لئے ایک اور گواہ کے آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو پیش کرے گا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود نبی ہیں ۔ آپ پر پہلے گواہی دینے والے موسیٰ نبی تھے ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آئندہ جو گواہ ہوگا جو آپ کی صداقت کی گواہی دے گا کیا وہ مولوی ہوگا ؟ یا نبی ہوگا ؟ لازماً نبی کے لئے نبی ہی گواہ ہو کر آنا چاہیئے ۔ اور آنا تھا اور آیا جس کو مسیح اور مہدی کے لقب سے یاد کیا گیا ہے ۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔

(۷) ۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

(بنی اسرآئیل : ۱۶)

اور ہم کسی پر عذاب نازل نہیں کرتے یا ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک کہ ہم کسی رسول کو نہ بھیج لیں ۔

اگر رسول نے آنا ہی نہیں ہے تو پھر عذاب کا سلسلہ کیوں جاری ہوتا ہے ۔ عذابوں کا آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی رسول آچکا ہے جس کے انکار کے نتیجہ میں عذاب نازل ہو رہے ہیں ۔

قرآن کریم میں اجرائے نبوت کے بہت سے دلائل موجود ہیں لیکن طوالتِ مضمون کے خوف سے اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے احادیث کی طرف آتا ہوں ۔

(۱) ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَبُوْبَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدِىْ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِىٌّ ۔

(جامع الصغیر ص۵ وکنوز الحقائق حاشیہ جامع الصغیر مصری ، کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۳۷ ، ۱۳۸)

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، ابوبکر اس اُمت میں سب سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی مبعوث ہو ۔

(۲) ۔ ایک اور جگہ یہ روایت اس طرح سے ہے کہ

اَبُوْبَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِىٌّ ۔

(الجامع الصغیر مرتبہ السیوطی علیہ الرحمۃ طبع مصر ص۵)

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آئندہ کے) سب لوگوں میں سے بہتر ہیں ۔ سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو ۔

اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِىٌّ کا استثناء اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس اُمت میں نبی پیدا ہو سکتا ہے ۔ اگر امکان نہ ہوتا تو پھر استثناء کی کوئی ضرورت نہیں تھی ۔

(۳) ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ خدا تعالیٰ سے ہوا جس میں خدا تعالیٰ نے آئندہ کے ایک نبی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کا ذکر کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خواہش ہوئی کہ مَیں اس اُمت کا نبی بنوں تو آپ نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ اَے خدا ! مجھے اس اُمت کا نبی بنا دے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا :۔

نَبِيُّهَا مِنْهَا کہ اس اُمت کا نبی اسی اُمت میں سے ہوگا ۔

پس اُمتِ محمدیہ میں نہ تو عیسیٰ ہی اُمتی نبی ہو کر آسکتے ہیں اور نہ ہی موسیٰ ۔ اُمتِ محمدیہ میں آنے والا اُمتی نبی اُمتِ محمدیہ میں سے آئے گا ۔

(تفصیل وتصدیق کے لئے دیکھیں کفایۃ اللبیب فی خصائص الحبیب المعروف بالخصائص الکبریٰ مرتبہ امام جلال الدین السیوطی بروایت حضرت انس بن مالک رضی نیز المواہب اللدنیہ للقسطلانی ص۴۲۵ و نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب از مولانا اشرف علی تھانوی مطبع ورلڈ اسلامک پبلیکیشنز دہلی ص۲۶۲)

(۴) ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات پر فرمایا :۔

لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۔

(ابن ماجہ کتاب الجنائز)

یعنی اگر (میرا بیٹا) ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی ہوتا ۔

اگر امکانِ نبوت تھا ہی نہیں تو آپ یہ فرماتے کہ اگر یہ زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بنتا ۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا ۔ یہ بھی یاد رہے کہ آیت خاتم النبیین کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی ہے ۔

حضرت امام علی القاری رح نے حضرت ابراہیم کے نبی ہونے اور حضرت عمر رض کے نبی ہونے والی احادیث کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَأْتِىْ نَبِىٌّ بَعْدَهٗ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ اُمَّتِهٖ ۔

(موضوعات کبیر ص۵۸-۵۹)

یعنی صاحبزادہ ابراہیم کا نبی ہو جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف اس لئے نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیت خاتم النبیین اُمتی نبی کے منافی نہیں ہے ۔۔۔!!

(۵) ۔ اِس مضمون کے شروع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی بحث گذر چکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں دو مسیحوں کے دو الگ الگ حلیے بیان ہوئے ہیں۔ ایک وہ مسیح جس کو یحییٰ کے ساتھ دیکھا اور دوسرا وہ مسیح جس کو دجّال کا پیچھا کرتے دیکھا۔ جس مسیح کا ذکر دجّال کے ساتھ آیا ہے وہی مسیح آئندہ آنے والا ہے۔

اسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُهٗ ...... فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ...... ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ...... فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ۔

(مُسلم کتاب الفِتن باب ذکر الدّجّال وصفتہٗ و ما معہٗ ص ۳۲۹-۳۳۱ / ۲-۲)

اِس حدیث میں چار مرتبہ آنے والے مسیح موعود کو نبیّ اللہ کہا گیا ہے۔ اور اُس کے صحابہ بھی ہوں گے ۔ فیصلہ کسی مولوی کا نہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چلے گا۔ کسی مولوی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مسیح موعود کو نبی کہہ رہے ہوں وہ اُن کی نبوّت پر اعتراض کرے ۔ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّت کا تقاضا نہیں بلکہ آپؐ کے ارشاد کے خلاف بغاوت ہوگی ۔

(۶) ۔ ہر مُسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجتا ہے اور خدا تعالیٰ سے حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل کے لئے وہی برکتیں اور انعام مانگتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے آل پر ہوئے تھے ۔ مَیں نے ایک مولوی صاحب سے پُوچھا کہ وہ کون سے انعام اور برکتیں تھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر اور آپ کی آل پر نازل ہوئیں ۔ تو کہنے لگے کہ آپؐ کی آل میں پے درپے نبی آئے ۔ تو میں نے کہا کہ آپ وہی برکتیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل کے لئے مانگتے ہیں اور دُوسری طرف کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں آسکتا ۔ اِس کا کیا مطلب ہے ۔ کیا یہ دُرودِ ابراہیمی بلاوجہ ہی مُسلمانوں کو پڑھنے کے لئے دیا گیا۔ تو وہ خاموش ہوگئے پھر کہنے لگے مَیں نے کبھی اِس لحاظ سے غور ہی نہیں کیا تھا۔ پس خُدا اور اُس کے فرشتے حضرت محمّد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجتے ہیں۔ خُدا تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ تم بھی دُرود بھیجا کرو ۔ اِس دُرود کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اُمّتی نبی پیدا ہوں گے ۔

(۷) ۔ چنانچہ واضح طور پر ایک اُمّتی نبی کی بعثت کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے ۔ اور اُس سے اسلام کی زندگی کو وابستہ کرتے ہُوئے فرمایا :۔

كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا ۔

(کَنْزُ الْعُمَّال جلد ۷ ص ۲۰۳)

کہ وہ اُمّت کس طرح ہلاک ہوسکتی ہے جس کی ابتداء میں مَیں ہُوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ابنِ مریم ہے ۔

اِنقطاعِ نبوّت والی احادیث کا مفہوم ازرُوئے اقوالِ بُزرگان

جن حدیثوں میں نبوّت کے منقطع ہونے یا لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کے الفاظ وارد ہیں، وہ صرف یہ محدُود مفہوم رکھتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ نہ یہ کہ کوئی اُمّتی نبی بھی نہیں آسکتا۔ بلکہ اپنے بعد مسیح موعود کے اُمّتی نبی اللہ ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خبر دی ہے ۔ اور کسی حدیث میں نہیں فرمایا کہ اُمّتی نبی بھی نہیں آسکتا۔ بلکہ جیسا کہ مذکور ہُوا حضرت انسؓ والی روایت میں آنحضرتؐ نے فرمایا وَ نَبِيُّهَا مِنْهَا کہ اس کا نبی اُمّت میں سے ہوگا ۔

واضح ہو کہ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کا یہ مفہوم لینا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا یا کوئی نبی نہیں آئے گا محقّقین علماء کے نزدیک دُرست نہیں بلکہ محقّقین کے نزدیک حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کے یہ معنی لئے گئے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آئے گا۔

چنانچہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

وَرَدَ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ مَعْنَاهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا يَحْدُثُ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ بِشَرْعٍ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ ۔

(الاشاعۃ فی اشراط السّاعۃ ص ۲۲۶)

ترجمہ :۔ حدیث میں لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کے جو الفاظ آئے ہیں اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت کو لیکر پیدا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسُوخ کرتی ہو۔

نواب نُورالحسن خان ابن نواب صدّیق حسن لکھتے ہیں :۔

”حدیث لَا وَحْيَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے ۔ البتہ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرعِ ناسخ نہیں لائے گا ۔“ (اقتراب الساعہ ص ۱۶۲)

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :۔

قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ ۔

(دُرِّ منثور جلد ۵ ص ۲۰۴)

اور دُوسری جگہ یُوں مروی ہے :۔

قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ ۔

(تکملہ مجمع البحار جلد ۴ ص ۸۵)

ترجمہ :۔ اے لوگو ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین یا بروایتِ دیگر خاتم الانبیاء تو کہو مگر یہ نہ کہنا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت اُمّ المؤمنینؓ نے لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ کہنے سے اس لئے منع فرمایا کہ تا اُمّت غلط معنوں پر قائم نہ ہو جائے ۔ کیونکہ ان الفاظ کا محلِ وقوع مختلف حدیثوں میں یہ ظاہر کرنے کے لئے نہیں آیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق کوئی نبی نہیں آسکتا ۔

نوٹ :۔ تفسیر دُرِّ منثور سے ظاہر ہے کہ اِس روایت کی تخریج ابن ابی شیبہ محدث

نے حضرت اُمّ المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔

اِس حدیث کی تشریح میں امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:-

"ھٰذَا نَاظِرٌ اِلیٰ نُزُوْلِ عِیْسٰی وَھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ۔"

(تکملۃ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

ترجمہ:- حضرت اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول عیسیٰؑ کے نزول کے پیشِ نظر ہے اور یہ قول حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے بھی خلاف نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُراد لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے یہ تھی کہ کوئی نبی آپؐ کی شریعت کو نسخ کرنے والا نہیں آئے گا۔

نوٹ:- حضرت اُمّ المومنینؓ کا یہ قول اگر بالفرض نزولِ عیسیٰؑ کو پیشِ نظر رکھنے کی وجہ سے بھی ہو تو یاد رہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی قائل تھیں جیسا کہ مستدرک میں اُن سے روایت ہے:-

اِنَّ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَۃً وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً۔

(دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸)

کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

پس وہ عیسیٰؑ کے بروزی نزول کی قائل ہی سمجھی جا سکتی ہیں نہ اصالتاً نزول کی۔ کیونکہ وہ قرآن مجید خوب جانتی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ کہ جس نفس پر موت وارد ہو جائے اُسے خدا دوبارہ دُنیا میں نہیں بھیجتا۔

الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:-

فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّۃُ بِالْکُلِّیَّۃِ لِھٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ فَھٰذَا مَعْنٰی لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴)

ترجمہ:- نبوت کلّی طور پر بند نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم نے کہا صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔ پس لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہی معنی ہیں۔

نیز تحریر فرماتے ہیں:-

اِنَّ النُّبُوَّۃَ الَّتِیْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُھَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِہٖ حُکْمًا اٰخَرَ وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ:- وہ نبوت جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقامِ نبوت۔ پس اب کوئی شرع نہ ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کی ناسخ ہو اور نہ آپؐ کی شرع میں کوئی نیا حکم بڑھانے والی شرع ہوگی اور یہی معنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ یعنی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے یہ ہے کہ اب ایسا نبی کوئی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو۔ بلکہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔"

اِس ماتحت نبوت کو شیخ اکبر علیہ الرحمۃ مخلوق میں قیامت تک کے لئے جاری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

فَالنُّبُوَّۃُ سَارِیَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فِی الْخَلْقِ وَاِنْ کَانَ التَّشْرِیْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِیْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ باب ۷۳)

ترجمہ:- نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے اگرچہ شریعت کا لانا منقطع ہو گیا۔ پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جُزء ہے۔

امام شعرانی لکھتے ہیں:-

اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّۃِ لَمْ تَرْتَفِعْ وَاِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ:- یاد رکھو کہ مطلق نبوت نہیں اُٹھی، صرف شریعت والی نبوت اُٹھ گئی ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں:-

فَلَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ رَسُوْلٍ حَیٍّ بِجِسْمِہٖ اِذْ ھُوَ قُطْبُ الْعَالَمِ الْاِنْسَانِیِّ وَلَوْ کَانُوْا اَلْفَ رَسُوْلٍ فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ ھٰؤُلَاءِ ھُوَ الْوَاحِدُ۔ (الیواقیت والجواہر مبحث ۴۵ جلد ۲ صفحہ ۶)

ترجمہ:- زمین کبھی مجسّم زندہ رسول سے خالی نہ رہے گی خواہ ایسے رسول شمار میں ہزار ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ انسانی کے قُطب ہیں اور ان رسولوں سے مقصود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی واحد شخصیت ہے (یعنی ان رسُولوں کی آمد ظلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی آمد ہے)

پھر آگے لکھتے ہیں:-

فَمَا زَالَ الْمُرْسَلُوْنَ وَلَا یَزَالُوْنَ فِیْ ھٰذِہِ الدَّارِ لٰکِنْ مِنْ بَاطِنِیَّۃِ شَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ مبحث ۴۵ صفحہ ۹)

ترجمہ:- پہلے بھی مُرسلین دُنیا میں رہے اور آئندہ بھی اِس دُنیا میں رہیں گے لیکن یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی باطنیت سے ہوں گے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی سے مُرسل بنیں گے) لیکن اکثر لوگ اِس حقیقت سے واقف نہیں۔

عارف ربانی حضرت عبدالکریم جیلانیؒ لکھتے ہیں :-

فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَہٗ وَکَانَ مُحَمَّدٌ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ لِاَنَّہٗ جَاءَ بِالْکَمَالِ وَلَمْ یَجِیْٔ اَحَدٌ بِذٰلِکَ ۔ (الانسان الکامل جلد ۱ ء۱ صـ۵۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قرار پائے کیونکہ آپ ایسی کامل شریعت لے کر آئے جو کوئی اور نبی نہیں لایا ۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں :-

فکر کن در راہ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر اُمتے

(مثنوی مولانا رومؒ دفتر اوّل صـ۵۳ شائع کردہ مولوی فیروز الدین)

ترجمہ :- نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے اُمت کے اندر نبوت مل جائے ۔

خاتم کے معنے یوں بیان کرتے ہیں :-

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود

(مثنوی مولانا رومؒ جلد ششم صـ۸ مطبع نولکشور ۱۹۱۷ء)

ترجمہ :- یعنی آپ خاتم اِس لئے ہوئے ہیں کہ فیضِ روحانی کی بخشش میں آپ کی مثل نہ کوئی نبی پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ایسا ہوگا ۔

پھر فرماتے ہیں :-

چونکہ در صنعت برد استاد دست
تو نہ گوئی ختم صنعت بر تو است

ترجمہ :- جب کوئی اُستاد صنعت اور دستکاری میں دوسروں سے سبقت لے جاتا ہے تو کیا اُسے مخاطب ! تو یہ نہیں کہتا کہ تجھ پر صنعت و دستکاری ختم ہے (یعنی تجھ جیسا کوئی صنعت گر اور دستکار نہیں)

پس آپؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین فیضِ نبوت پہنچانے کے لحاظ سے ہیں نہ کہ فیضِ نبوت بند کرنے کے لحاظ سے ۔

حضرت ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی و مجدد صدی دوازدہم تحریر فرماتے ہیں :-

ا ۔ "خُتِمَ بِہِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ ۔"

(تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صـ۷۲)

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبی اس طرح ختم کئے گئے ہیں کہ ایسا شخص نہیں پایا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں پر نئی شریعت دیکر مامور کرے ۔

پھر فرماتے ہیں :-

ب ۔ "اِمْتَنَعَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ مُسْتَقِلٌّ بِالتَّلَقِّیْ ۔"

(الخیر الکثیر صـ۸۰)

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل بالتلقی (یعنی شارع نبی) نہیں آسکتا ۔

ج ۔ حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں :-

" لِاَنَّ النُّبُوَّۃَ تَتَجَزّٰی وَجُزْءٌ مِّنْهَا بَاقٍ بَعْدَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ ۔" (المسوّٰی شرح مؤطا امام مالکؒ جلد ۲ صـ۲۱۶ مطبوعہ دھلی)

ترجمہ :- نبوت قابل تقسیم ہے اور نبوت کی ایک جزء (قسم) حضرت خاتم الانبیاءؐ کے بعد باقی ہے ۔

مسیح موعود کی شان میں لکھتے ہیں :-

" یَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدٌ مِّنَ الْاُمَّۃِ کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِّلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَنُسْخَۃٌ مُّنْتَسِخَۃٌ مِّنْهُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَّۃِ ۔"

(الخیر الکثیر صـ۷۲ مطبوعہ مدینہ پریس بجنور)

ترجمہ :- عوام یہ گمان کرتے ہیں کہ مسیح موعود جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو اُس کی حیثیت محض ایک اُمتی کی ہوگی ۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح اور اس کا دوسرا نسخہ ہوگا (یعنی کامل ظلِ محمد ہوگا) پس اُس کے درمیان اور ایک اُمتی کے درمیان بڑا فرق ہے ۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

" حصول کمالاتِ نبوت مر تابعاں را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل منافی خاتمیت او نیست ۔ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۔"

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۳۰۱ صـ۴۳۲ جلد ۱)

ترجمہ :- خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے کے بعد خاص متبعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور پیروی اور وراثت کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا آپؐ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں ۔ پس اس میں شک مت کر ۔

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں :-

ا ۔ " بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا ممتنع ہے ۔"

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباس نیا ایڈیشن صـ۱۶)

ب ۔ نیز لکھتے ہیں :-

" علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا اور نبوت آپؐ کی تمام مکلفین کو شامل ہے ۔ اور جو نبی آپ صلعم کے ہمعصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ ہوگا ۔"

(دافع الوسواس صـ۲۹ نیا ایڈیشن و تحذیر الناس)

علامہ حکیم صوفی محمد حسن مصنف غایۃ البرہان لکھتے ہیں :-

"الغرض اصطلاح میں نبوت بخصوصیتِ الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے۔ وہ دو قسم پر ہے۔ ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت بمعنی خبر دادن۔ وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشرات کہتے ہیں۔ اپنے اقسام کے ساتھ اس میں رؤیا بھی ہیں۔"

(الکواکب الدّریّۃ صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)

موعودِ اقوامِ عالم :-

مذاہبِ عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب میں آخری زمانہ میں ایک نبی یا اوتار کے آنے کی پیشگوئی پائی جاتی ہے۔ ایسا تو ممکن نہیں کہ ہر مذہب میں ایک ایک نبی آئے۔ البتہ ایسا ممکن ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خدا کی طرف سے آنے والا ایک ہو۔ اور وہ تمام قوموں کے لئے آئے۔ اور ہر مذہب والا اُس کو اپنا خیال کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ بھی یہی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

"آخیر پر یہ بھی واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس۲۰ برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں اُن گناہوں کے دُور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے، جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ رُوحانی حقیقت کی رُو سے میں وہی ہوں۔"

(لیکچر سیالکوٹ۔ رُوحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۲۲۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالاتِ انبیاء تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپؐ کا رُوحانی فرزند اور اُمتی وظلّی نبی بھی جامع جمیع کمالاتِ انبیاء ہی ہوتا۔ اِسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے شیعہ بزرگ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں، میں صرف اُردو ترجمہ لکھتا ہوں:-

"جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو کعبہ سے ٹیک لگا کر لوگوں کو کہیں گے۔ اے لوگو! سُنو! جو چاہتا ہے کہ آدم وشیث کو دیکھے سو دیکھے وہ میں ہوں۔ سُنو! جو چاہتا ہے کہ نوحؑ اور اُس کے بیٹے سام کی طرف دیکھے سو وہ میں ہوں۔ سُنو! جو چاہتا ہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل کو دیکھے پس میں ہی ابراہیم اور اسمٰعیل ہوں۔ سُنو! جو موسیٰ اور یوشع کو دیکھنا چاہتا ہے، پس میں ہی موسیٰ اور یوشع ہوں۔ سُنو! جو چاہتا ہے کہ عیسیٰ اور شمعون کو دیکھے وہ مجھے دیکھے۔ میں ہی عیسیٰ اور شمعون ہوں۔ سُنو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنینؓ کو دیکھنا چاہتا ہے سو میں ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور امیر المومنینؓ بھی۔ سُنو! جو ائمہ کو دیکھنا چاہتا ہے جو حسینؓ کی اولاد میں سے ہیں، سو وہ سب میں ہی ہوں۔ میری دعوت قبول کرو کیونکہ میں تمہیں ایسی باتوں کی خبر دیتا ہوں جن کی تمہیں خبر دی گئی تھی اور جن کی تمہیں خبر نہیں دی گئی تھی۔"

(بحار الانوار جلد ۱۳ باب ما یکون عند ظہورہ صفحہ ۲۰۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

آج اُن نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دِل کو اُن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

نیز فرمایا ؎

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار

وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام!

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال — دِل میں اُٹھتا ہے مرے سَو سَو اُبال
ابنِ مریم مر گیا حق کی قسم — داخلِ جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اُس کو فرقاں سر بسر — اُس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے — ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں — یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
اے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا — موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا؟
یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں — چل بسے سب انبیاء و راستاں

ہاں نہیں پاتا کوئی اِس سے نجات
یُوں ہی باتیں ہیں بنائیں واہیات

(منقول از ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۷۶۴ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر بصیرت و پُر معارف

تحریرات پر اعتراضات اور اُن کا جواب

از قریشی محمّد فضل اللہ

قرآنِ مجید میں یہود کی ایک صفت تحریف و تبدیل بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے خدائی کلام تک بدل کر رکھ دیا۔ اور خدائی غضب کے مورد بنے۔ اِسی لئے سُورۃ فاتحہ میں مُسلمانوں کو دعا سکھائی گئی کہ اَے خدا ہمیں مغضوب علیہم اور ضالین کی صفات اور عذاب سے بچا۔ لیکن اُمتِ موسویہ سے کامل مشابہت میں یہی بات مُسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایک طرف انہوں نے احادیث کی اپنی مرضی کے مطابق تشریح کی۔ اور دوسری طرف بعض احادیث کو جن کا تعلق بالخصوص مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سے تھا، نہ صرف ضعیف قرار دیا بلکہ اُن میں تحریف تک کرنے کی جُرأت کی۔ قرآنِ مجید میں ناسخ و منسوخ کے علاوہ تقدیم و تاخیر کو رَوا رکھا۔ اِسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کے کلام پر تحریف و تبدّل کا عمل بحسن وخوبی انجام دیا۔ اس کی بیسیوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ کہیں حضرت مسیح موعُودؑ کے کلام کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا گیا۔ کہیں اپنے الفاظ میں اپنے مطلب کا خلاصہ بیان کیا اور آپ کی مخالفت میں منشاء کے بالکل خلاف آپ کی تحریر کا مُثلہ کرکے اپنی طرف سے تشریح کر دی گئی۔ کہیں آپ کی طرف وہ باتیں منسُوب کر دیں جن کا آپ کی ذات یا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اور اکثر تو چند اعتراضات کو لے کر ہی اُچھالتے رہے۔ اور اس طرح سادہ لَوح اور کم علم عوام کو گمراہ کرنے کی پُوری کوشش کی گئی۔ حدیثِ نبوی حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔ کے مطابق جب تعصب کی کالی عینک پہن کر حضورؑ کی کُتب کو دیکھا اور پڑھا گیا تو پھر آپ کی پاکیزہ تحریرات، الہامات اور سیرت وسوانح سیاہ رنگ میں ہی نظر آئے۔ اِسی وجہ سے ان پر بہت سے اعتراضات بے جا جڑ دیئے۔ قرآنِ مجید میں بھی بہت سی ایسی عبارتیں ہیں جن کا اگر سیاق وسباق حذف کر دیا جائے تو مضمون بالکل اُلٹ ہو جاتا ہے۔ جیسے فرمایا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ اور وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۔ جبکہ آگے کا حصہ پڑھنے سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ حضور علیہ السّلام کی تحریرات ۸۰ سے زائد کتب کی صُورت میں ہزارہا صفحات پر مشتمل ہیں جو خدا تعالیٰ کی منشاء اور تائید سے الہامی وغیر الہامی رنگ میں تحریر کی گئی ہیں تاکہ اسلام کے محاسن ظاہر کئے جائیں اور دوسرے مذاہب کے معترضین کی طرف سے کئے جانے والے ہزاروں اعتراضات کا ردّ بھی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر اعتراض کرتے ہوئے حکومت پاکستان کی طرف سے شائع شدہ قرطاسِ ابیض کے صہ۱۳ پر لکھا ہے:۔

"مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھنا خشک اور غیر دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کی تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی۔ مسائل سے نمٹنے کا اُن کا انداز بڑا ہی پھُسپھُسا تھا اور ان کی تحریر تیسرے درجے کی زمانہ وسطیٰ کی تحریروں کی طرح تھی۔ وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اُن کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہیں جو اُن کے مخالفین کی مَوت کے بارے میں ہوتی ہیں۔"

اس کا جواب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے بڑی شرح وبسط سے دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں اس کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ بیان نہیں کرتے بلکہ مولانا ابوالکلام آزاد مدیر "وکیل" امرتسر کی تحریر پیش کرتے ہیں جو اپنے زمانہ میں چوٹی کے عالم اور لکھنے والے تھے۔ مولانا موصوف نے حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام کی وفات پر لکھا:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادُو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی اُنگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے، جس کی دو مُٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس۳۰ برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کر خُفتگانِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔"

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا، قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اِس خصُوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پُورا کر چکا ہے ہمیں دِل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامُور تھے اپنے قصُوروں کی پاداش میں پڑے سِسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔"

"ضُعفِ مدافعت کا یہ عالَم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اَثر کے پرخچے

اُڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اُس کے اِس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا۔ انھوں نے مدافعت کا پہلو بدل کر مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے۔"

"اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سرانجام دی ہے۔ اِن آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے، ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں۔"

"آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہش محض اِس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔"

اخبار وکیل میں ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک مقالہ نگار نے لکھا:۔

"غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں اُن کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہُوا وہ اب تک نہیں اُترا۔"

حضورؑ کی تحریرات اور اُن کے اثرات سے متعلق مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر اخبار "کرزن گزٹ" یکم جون ۱۹۰۸ء کو اپنے پرچہ میں لکھتے ہیں:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اِس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کی رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفینِ اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو دیکھا نہیں سوائے اِس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے اُسے یا پیشوایانِ اِسلام یا اصولِ اسلام کو گالیاں دیں۔ مگر اُس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اِس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ایک پرجذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو جچے تُلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نورالدین مرحوم خلیفہ اول سے جو ناواقف ہیں وہ تو اپنی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اِن کتابوں میں مولوی نورالدین صاحب نے بہت مدد دی ہے مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں کہ حکیم نورالدین مرحوم مرزا کے مقابلہ میں چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ مرحوم کے اُردو علم و ادب میں بعض بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے۔ تو بھی اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالہ ہے اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔"

صادق الاخبار ریواڑی لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفینِ اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایتِ اسلام کا کماحقہٗ ادا کر کے خدمتِ دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف مقتضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین فاضلِ اجل عالِم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔"

(بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ صفحہ ۳۸۲ سنہ ۱۹۰۸ء)

خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں:۔

"مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے..... آپ کی تصانیف...... کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اور ہم آپ کے تبحرِ علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

(اخبار منادی ۲۷ فروری، ۴ مارچ ۱۹۳۰ء)

گویا نامی گرامی بڑے بڑے علماء نے آپؑ کی تحریر کا لوہا مانا ہے جو کہ سراسر اسلام اور بانیٔ اسلام کی مدح، تائید اور شان میں نظم و نثر کی صورت میں عربی فارسی اور اُردو میں لکھی گئی ہیں۔ اگرچہ اِن مؤیّد تحریرات کے مقابلہ پر مخالف تحریروں کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی تاہم جو عدم فہم یا ہٹ دھرمی سے اعتراض کئے جاتے ہیں اُن کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔ اور بارہا اِن اعتراضات کا ہمارے لٹریچر میں جواب دیا جا چکا ہے۔ اُنہیں سے استفادہ کرتے ہوئے کسی قدر مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

اعتراض:۔ آپؑ اپنے دعویٰ کو نہ سمجھ سکے۔

جواب:۔ انبیاء ہرگز شہرت پسند نہیں ہوتے بلکہ خلوت میں رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔ اِسی لئے اپنے دعویٰ کے متعلق جلدی نہیں کرتے۔ نہ اپنی طرف سے من گھڑت باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ خشیتِ الٰہی ہر دم اُن پر طاری رہتی ہے۔ جب خدا کسی عُہدے پر فائز فرماتا ہے تو اس کے حکم سے اعلان کرتے ہیں۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے۔ "كَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ۔" (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ باب فی سدل النبی شعرہٗ) یعنی حضورؐ اُن امور میں اہلِ کتاب سے موافقت رکھنے کو پسند فرماتے جن اُمور میں آپؐ مامور نہ ہوتے تھے۔

انجیل سے ثابت ہے کہ جب حضرت یحیٰیؑ سے پوچھا گیا کہ کیا تو ایلیا ہے تو آپ نے انکار فرما دیا۔ جبکہ حضرت یحیٰیؑ کے انکار کی وجہ سے یہود کو ٹھوکر بھی لگی۔

آنحضرتؐ کو جب پہلی وحی ہوئی تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے سب حال بیان کیا اور وہ آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تو کیا آپؐ اپنے دعویٰ کو سمجھتے نہ تھے؟ باوجود اس کے کہ آپؐ تمام انبیاء سے افضل تھے، لیکن جب تک خدا کی طرف سے حکم نہ ہوا آپؐ نے اپنی فضیلت کا اعلان نہ فرمایا بلکہ جب ایک مسلمان اور ایک یہودی کا حضرت موسیٰؑ کی فضیلت پر تنازعہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱ باب فضائل موسیٰؑ) پھر ایک روایت میں حضرت یونسؑ کے متعلق فرمایا مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵۶) یعنی جو اپنے آپ کو یونسؑ سے بڑا کہے گا وہ کاذب ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی فضیلت کا کھلا کھلا اعلان ہوا تو فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ میں سب آدم زادوں کا سردار ہوں —— یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ جب تک وحی الٰہی نے کھول کر نہ بتا دیا کہ حضرت مسیحؑ ناصری فوت ہوگئے ہیں آپؑ حیاتِ مسیح کا اعلان کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطعی طور پر خبر دی تو آپ اس عقیدہ سے باز آگئے۔ چنانچہ جب حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ پر علماء نے اعتراض کیا تو آپؑ نے تحریر فرمایا:—

"کیا کیا اعتراض بنا رکھے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا دعوے کرنے سے پہلے براہین احمدیہ میں عیسٰی علیہ السلام کے آنے کا اِقرار موجود ہے۔ اَے نادانو! اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو۔ اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں؟ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسٰی فوت ہوگیا ہے تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آگیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہوگیا اور مجھے نور سے بھر دیا اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا۔"

(اعجازِ احمدی صفحہ ۶)

اعتراض:— "آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔" جیسے کہ آپ نے لکھا ہے "میں نے خواب میں دیکھا کہ ہو بہو اللہ ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۴)

جواب:— یہ حضورؑ کی ایک خواب ہے جس کو حقیقت پر محمول کرنا سخت نادانی ہے۔ اور خواب میں خدا کو مجسّم دیکھنے پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ جیسے کہ خود آنحضرتؐ فرماتے ہیں: رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَۃِ شَابٍّ اَمْرَدَ قِطَطٍ لَہٗ وَفْرَۃٌ مِنْ شَعْرٍ وَفِیْ رِجْلَیْہِ نَعْلَانِ مِنْ ذَھَبٍ (الیواقیت و الجواھر جلد ۱ صفحہ ۷۱ بحوالہ طبرانی نیز موضوعات کبیر صفحہ ۴۶) یعنی میں نے اپنے ربّ کو ایک نوجوان کی شکل پر دیکھا اُس کے لمبے بال اور اُس کے پاؤں میں سونے کے جوتے تھے —— اس کے متعلق ملّا علی قاری فرماتے ہیں:— اَلْحَدِیْثُ اِنْ حُمِلَ عَلَی الْمَنَامِ فَلَا اِشْکَالَ فِی الْمَنَامِ۔ (موضوعات ملّا علی قاری صفحہ ۴۶) یعنی اگر اس حدیث کو خواب پر محمول کیا جاوے تو کوئی اعتراض نہیں۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کشف بالکل مشابہ ہے۔ جہاں تک خدا بننے کا تعلق ہے اس کے متعلق بس اتنا کہنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ کیا ایسا کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا بن جاتے ہیں۔ اس کے متعلق جو مخالفین جواب دیں گے وہی ہمارا بھی جواب ہے۔

خود حضور علیہ السلام اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:—

"ہماری اِس کشف سے وہ مُراد نہیں جو وحدۃ الوجود والے یا حلول کے قائل مُراد لیا کرتے ہیں بلکہ یہ کشف تو بخاری کی اس حدیث سے بالکل موافق ہے جس میں نفل پڑھنے والے بندوں کے قرب کا ذکر ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۶)

الیواقیت والجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ میں لکھا ہے:—

ترجمہ:— "تم خواب میں اللہ تعالیٰ کو کسی شکل میں متجسّم دیکھ سکتے ہو علم التعبیر کا واقف تمہاری خواب کو صحیح قرار دے کر اس کی تاویل بتائے گا۔"

حضرت سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:—

ترجمہ:— "اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اَے آدم زاد میں خدائے واحد ہوں اور کُن کہنے سے ہر چیز پیدا کر لیتا ہوں۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے بھی کُن فیکون کے اختیارات دے دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک بہت سے انبیاء اولیاء اور اپنے خاص بندوں سے کیا بھی ہے۔" (فتوح الغیب مقالہ ۱۶ صفحہ ۱۰۱)

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:—

"جو شخص حق میں محو ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں سرتاپا حق ہی ہوتا ہے اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے اور سب حق کو ہی دیکھے تو یہ عجب نہیں ہوتا۔" (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۴۹ تذکرہ بایزید بسطامیؒ)

حضرت شیخ العارفین قطب الزّمان شیخ عبد الغنی النابلسی (۱۰۵۰ھ تا ۱۱۴۳ھ) کی بے نظیر کتاب "تعطیر الانام" تعبیر الرؤیا کی دُنیا میں سند سمجھی جاتی ہے اُس کے قدیم ایڈیشنوں میں لکھا ہے:—

"مَنْ رَاٰی کَاَنَّہٗ صَارَ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِھْتَدٰی اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ۔" (صفحہ ۹ مطبوعہ مصر و صفحہ ۱۰ مطبوعہ بیروت)

یعنی جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ گویا خدا بن گیا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اُسے صراطِ مستقیم نصیب ہوگا۔ (بحوالہ اسلامی لٹریچر میں خوفناک تحریف مؤلفہ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ ۳)

اعتراض:— زمین و آسمان کے خالق ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

جواب:— یہ بھی ایک کشف ہے اور عالمِ رؤیا میں اس قسم کے

افعال کا صادر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اور یہ مادی زمین و آسمان تو پہلے سے پیدا شدہ ہیں۔ نہ ہی ان کے پیدا کرنے کا دعویٰ ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ جیسے کہ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ از عربی عبارت:۔ "مَیں یقینِ دل سے اعتقاد رکھتا ہوں کہ اس جہان (آسمان و زمین اور کائنات) کا ایک قدیم، قادر اور کریم خدا خالق ہے جو ہر ظاہر و مخفی پر اقتدار رکھتا ہے۔"

انبیاء کے طریق پر جس زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا آپ کو دعویٰ تھا وہ رُوحانی تھے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں رُوحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔" (حقیقۃ الوحی)

انجیل میں پطرس کے الفاظ اسی بات کی غمازی کرتے ہیں:۔

"اُس کے وعدے کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں جن میں راستبازی بستی رہے گی۔" (۲-پطرس $\frac{۳}{۱۲}$)

اسی محاورہ کو استعمال کرتے ہوئے شبلی کہتے ہیں ؎

ہیں چرخ کی اب نئی ادائیں — چلنے لگیں اور ہی ہوائیں
چھیڑے جو گئے نئے فسانے — نغمہ نہ وہ رہا، نہ وہ ترانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسوں — اب رنگِ زمانہ ہے دِگرگوں
سیارے ہیں اب نئی چمک کے — وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صُورتِ مُلک و دِیں نئی ہے
افلاک نئے، زمین نئی ہے

(مثنوی صبحِ اُمید ص۵)

حضور علیہ السلام اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ کشفی رنگ میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے اور پھر مَیں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ اِس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خُدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے۔ اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔"

(چشمۂ مسیحی حاشیہ ص۳۵)

"خُدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دِل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اُس کے بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اِذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ دُنیا نے خدا کی اِس نئی تجلّی سے دُشمنی کی۔" (کشتی نوح ص۷)

اِعتراض حضرت مرزا صاحب نے خُدا کے باپ ہونے کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ اور مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ کَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ سے ظاہر ہے۔

جواب:۔ پہلی بات اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ معترض نے قرآن مجید کو پڑھا ہی نہیں اور نہ اُس پر غور کیا ہے۔ مِنْکَ سے مراد عربی زبان میں ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جہاں یہ لفظ آئے باپ بیٹے کا ہی تعلق ہو۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے، حضرت طالوت کا قول فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (بقرہ ۳۳:۶) ترجمہ:۔ "جو اِس نہر سے سیر ہو کر پیئے گا وہ مُجھ سے نہیں۔ اور جو نہ پیئے گا وہ مُجھ سے ہے۔" تو کیا اس کا مطلب یہ بن سکتا ہے کہ جو پانی پی لے گا وہ میرا بیٹا نہ رہے گا اور جو نہ پیئے گا وہ میرا بیٹا بن جائے گا (مَعاذ اللہ) ہرگز نہیں بلکہ آپ کا مطلب صرف یہ تھا کہ جو لوگ نہر کے ابتلاء میں پُورے اتریں گے وہ میرے دوست اور تعلق والے ہوں گے۔ دُوسرے نہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اِس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے:۔

"جو شخص اِس نہر سے پیئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا اور جو نہ پیئے گا وہ میرا ہمراہی ہوگا۔" (تفسیر ثنائی جلد ۱ ص۱۹۵)

نیز علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی "مِنِّیْ" کا ترجمہ اَیْ مِنْ اَتْبَاعِیْ کرتے ہیں (جلالین ص۳۶) اِس کی وضاحت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول کرتا ہے فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ (ابراہیم ع۶) یعنی جو میری پیروی کرے وہ مُجھ سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ (مشکوٰۃ باب المناقب ص۵۶۴) اور اشعری قبیلہ والوں کے متعلق آپ نے فرمایا هُمْ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْهُمْ (بخاری جلد ۳ ص۵ قصہ عمان والبحرین) اِسی طرح حضورؐ نے حِلم، حُسنِ خلق اور پرہیزگاری کے متعلق فرمایا "ثَلَاثٌ مَنْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَا مِنَ اللّٰهِ" (معجم صغیر طبرانی) ایسے ہی بیسیوں فقرے عربی زبان میں پائے جاتے ہیں جن میں هُوَ مِنْهُ یا اَنَا مِنْکَ کے الفاظ مطلق تعلق پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر مِنْهُ سے مُراد باپ بیٹے کا تعلق ہی ہے تو آیت رُوْحٌ مِّنْهُ (النساء ۲۳:۶) سے نصاریٰ کا ابنیتِ مسیحؑ پر دلالت کرنا بھی درست ہوگا (معاذ اللہ)۔ پس یہ معنیٰ سراسر باطل ہیں۔ بناء بریں حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اَنَا مِنْکَ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ میرا تیرے ساتھ تعلق ہے۔ وبس۔ حضور علیہ السلام خود اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اِس الہام (اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ) کا پہلا حصّہ تو بالکل صاف ہے کہ تُو جو ظاہر ہُوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے۔ اور جس اِنسان کو خدا تعالیٰ مامُور کر کے دُنیا میں بھیجتا ہے اُس کو اپنی مرضی اور حکم سے مامُور کر کے بھیجتا ہے جیسے حکّام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے۔ اب اِس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا مِنْکَ اس کا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید اور میرا جلال اور میری عزّت کا ظہُور تیرے ذریعہ سے ہوگا ..... ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اس وقت گُم ہُوا سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اُس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور عملی رنگ میں دُنیا دہریہ ہو جاتی ہے۔ اُس وقت جس شخص کو خدا اپنی تجلّیات کا مظہر قرار دیتا ہے وہ اُس کی ہستی اور توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ اَنَا مِنْکَ کا مصداق ہوتا ہے۔" (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۴)

"ایسا انسان جس کو اَنَا مِنْكَ کی آواز آتی ہے اُس وقت دنیا میں آتا ہے جب خدا پرستی کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا ہے اِس وقت بھی چونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے اور خداشناسی اور خدارسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اِس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور محض اپنے فضل و کرم سے اُس نے مجھ کو مبعوث کیا ہے۔ تا میں اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے خبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اِس طرف آئیں انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں۔ اِس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ۔"

(اخبار الحکم جلد ۷ صفحہ ۳۶)

اعتراض کا دوسرا حصہ کہ کَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ یہ حضورؑ کے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے لیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا الہام میں لڑکے کو خدا ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ ادنیٰ تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اِس جگہ مشابہت ذات میں نہیں بلکہ نزول و ظہور میں ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۶۰)

اس میں نزول کو انسانی صفات سے باندھ کر ثابت کر دیا کہ بندے نے اترنا تھا نہ کہ خدا نے۔ ورنہ اگر خدا ہی اترتا تو

● جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب۔ ● خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ● اپنی روح ڈالنا۔ ● خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہونا۔ ● جلد جلد بڑھنا۔ ● زمین کے کناروں تک شہرت پانا۔ ● قوموں کا اس سے برکت پانا۔ ● نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جانے کا کیا مطلب؟

پس یہاں نزولِ خدا سے مراد اُس کی رحمت کا ظہور ہے کیونکہ وہ برحق ہستی نزول و صعود اور حرکت سے پاک ہے۔ اور ہر جگہ ہے۔ اُسے نزول کی حاجت نہیں جیسے کہ حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ۔

(بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۱۰۹)

یعنی ہمارا رب ہر رات دنیا کے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ اِس حدیث کی شرح میں تمام اکابر متفق ہیں کہ "نزول الربّ" سے مراد اُس کے فضل کا نزول ہے۔ چنانچہ لمعات میں لکھا ہے:۔

"اَلنُّزُوْلُ وَالْهُبُوْطُ وَالصُّعُوْدُ وَالْحَرَكَاتُ مِنْ صِفَاتِ الْاَجْسَامِ وَاللّٰهُ تَعَالٰی مُتَعَالٍ عَنْهُ۔ وَالْمُرَادُ نُزُوْلُ الرَّحْمَةِ وَقُرْبُهٗ تَعَالٰی بِاِنْزَالِ الرَّحْمَةِ وَاِفَاضَةِ الْاَنْوَارِ وَاِجَابَةِ الدَّعْوَاتِ وَاِعْطَاءِ الْمَسَائِلِ وَمَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ۔"

(حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۱۰۹)

اسی طرح مؤطا امام مالکؒ کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے:۔

"قَوْلُهٗ یَنْزِلُ رَبُّنَا اَیْ نُزُوْلُ رَحْمَةٍ وَمَزِیْدُ لُطْفٍ وَاِجَابَةُ دَعْوَةٍ وَقُبُوْلُ مَعْذِرَةٍ كَمَا هُوَ دِیْدَنُ الْمُلُوْكِ الْكُرَمَاءِ وَالسَّادَةِ الرُّحَمَاءِ اِذَا نَزَلُوْا بِقُرْبِ قَوْمٍ مُحْتَاجِیْنَ مَلْهُوْفِیْنَ لَا نُزُوْلُ حَرَكَةٍ وَانْتِقَالٍ لِاسْتِحَالَةِ ذٰلِكَ عَلَیْهِ سُبْحَانَهٗ۔" (باب ماجاء فی ذکر اللہ صفحہ ۸۴)

غرض نزولِ الٰہی سے مراد اُس کی برکات و فیوض کا نزول شرع کا ایک عام محاورہ ہے۔ اِس لحاظ سے الہام کا مفہوم یہ بنے گا کہ وہ لڑکا بلند اقبال ہوگا۔ اُس کے آنے کے ساتھ خدا کا فضل اور اُس کی برکات آئیں گی۔

اِعتراض:۔ مرزا صاحب کے کلام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

جواب:۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ تناقض کے تحقق کے لئے آٹھ باتوں میں اتحاد ضروری ہے۔ اہلِ منطق کا مشہور مقولہ ہے

در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدتِ موضوع و محمول و مکاں
وحدتِ شرط و اضافت جزو و کل
قوت و فعل است در آخر زماں

یعنی موضوع۔ محمول۔ شرط۔ مکان۔ زمانہ۔ اضافت۔ جزو و کل۔ اور بالقوۃ و بالفعل کے لحاظ سے اگر دو قضیے متفق ہوں مگر اُن میں ایجاب و سلب یعنی "ہے" اور "نہیں" کا بلحاظ حکم نیز قضیہ موجہہ میں کیفیت اور محصورہ میں کمیت کا اختلاف ہو تو وہ متناقض کہلائیں گے۔ اور اس قسم کا اختلاف آپ کی عبارتوں میں نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں اگر تناقض ہے تو آپ کے منجانب اللہ ہونے میں معترض کو شک ہو سکتا ہے جبکہ آپؑ کے الہامات کے متعلق نہیں بلکہ تحریرات کے متناقض ہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے۔ اگر آپؑ کی کسی تحریر میں تناقض پایا جاتا ہے تو اس کے وجود و عدم وجود کا فیصلہ بھی آپؑ کی تحریرات اور منشاء کے مطابق کیا جائے گا۔ وگرنہ کم فہم تو قرآن مجید پر بھی اِس قسم کے اعتراض وارد کر دیتے ہیں جبکہ یہ اللہ کا کلام اور ہر قسم کے شک و شبہ سے قطعی طور پر پاک ہے۔ عیسائیوں نے اِسی موضوع پر ایک رسالہ 'اختلافِ قرآن' شائع کیا ہے۔ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند نے بھی لکھا کہ:۔

"کہیں تو قرآن میں لکھا ہے کہ اُونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو اور کہیں لکھا ہے کہ دھیمی آواز سے خدا کو یاد کرو۔ اب

کہیئے کونسی بات سچّی اور کونسی جھوٹی ہے۔ ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں "

(بحوالہ تفہیماتِ ربانیہ مصنفہ ابو العطاء جالندھری ص۲۱۵)

قرآن مجید میں بھی ایسے اختلافات کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے فرمایا

" وَ وَجَدَكَ ضَالًّا " دوسری طرف فرمایا " مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ "

" اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ " دوسری طرف فرمایا

" اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ "

" اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ "۔ " اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ "۔

الغرض اگر مخالفین مکذّبین کے کہنے سے ہی کسی نبی کے کلام میں تضاد ثابت ہو جاتا ہے تو سب نبیوں اور اُن کی کتابوں میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں کوئی حکم نازل ہُوا اور دوسری آیت سے وہ منسوخ ہوگیا۔ ایسے لوگوں میں سے کسی نے ۵۰۰ آیات منسوخ قرار دیں بعض نے ۲۰ پر اکتفاء کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جیسے متبحر عالم نے لکھا:-

عَلٰى مَا حَرَّرْتُ لَا يَتَعَيَّنُ النَّسْخُ اِلَّا فِيْ خَمْسِ مَوَاضِعَ

(الفوز الکبیر صفحہ ۱۸، ۲۱)

کہ میرے بیان کے مطابق صرف پانچ آیات منسوخ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک آیت بھی منسوخ نہیں بلکہ بسم اللہ کی بؔ سے وَالنَّاس کی سؔ تک سارا قرآن مجید قیامت تک واجب العمل ہے۔ صرف اندھے مخالفین اور کم فہموں کو ہی قرآن مجید میں اختلاف نظر آتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے وہ "اختلاف" جن کو دُشمن محض سُوءِ فہمی سے اختلاف قرار دیتے ہیں درحقیقت ایسی عبارتوں میں کوئی تناقض یا تضاد نہیں بلکہ نفسِ مضمون کو نہ سمجھنے یا عبارت کو کاٹنے چھانٹنے سے ایسا کیا گیا ہے۔

اعتراض آپ کی کتاب ازالہ اوہام میں محدثیت کا اقرار ہے اور نبوت کا انکار۔ اور ایک غلطی کا ازالہ میں نبوت کا دعوٰی ہے اور محدثیت سے انکار۔ پس بقولِ خود نہ آپ محدّث ہیں نہ نبی۔

جواب:- یہ دونوں مفہوم ہی آپ کی عبارتوں سے غلط طور پر لئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں:-

" جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسولِ مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اُس کے واسطہ سے خُدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہُوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خُدا نے مجھے نبی اور رسُول کرکے پُکارا ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ طبع سوم ص۵)

اس عبارت میں آپ نے مستقل اور شریعت والی نبوت کا انکار کیا ہے۔ اور ظلّی اور غیر شرعی نبوت کا اقرار ہے لہذا کوئی اختلاف یا تضاد نہیں رہا۔ جس حوالہ پر اعتراض ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے:-

" اگر خُدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کہ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو مَیں کہتا ہُوں کہ تحدیث کے معنی لُغت کی کسی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں "۔

اس عبارت سے کیسے ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی ہو وہ محدّث نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ خدا سے علم غیب کی خبریں پانے والے کا نام صرف محدّث نہیں رکھ سکتے۔ گویا خدا سے غیب کی خبریں پانے والے کا نام نبی رکھنے میں تنازعہ ہے نہ کہ اپنی محدّثیت کا انکار۔ کیا کوئی ایک مقام بھی ایسا ہے جس میں فرمایا ہو کہ مَیں محدّث نہیں ہُوں؟

حضور علیہ السلام کا دعوٰی براہین احمدیہ سے لیکر یوم وصال تک یہی رہا ہے کہ خُدا تعالیٰ مجھ سے بکثرت مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور غیب کی خبریں مجھ پر ظاہر کرتا ہے۔ اوائل میں اسے آپ محدّثیت کا نام دیتے رہے کیونکہ آپ کے نزدیک بھی دُوسرے لوگوں کی طرح نبی کے لئے جدید شریعت لانا یا مستقل ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

" اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسُول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے۔ اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں "۔

(الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء)

لیکن جب خُدا تعالیٰ نے آپ پر واضح کر دیا کہ شریعت لانا یا مستقل ہونا شرط نہیں تو آپ نے فرمایا:-

۱۔ " نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرّف ہو۔ شریعت کا لانا اُس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسُول کا متبع نہ ہو "۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱۳۸)

۲۔ " اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو مَیں اس کو جُزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی "۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۴۹، ۱۵۰)

۳۔ " اب بجز محمّدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے، مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔ پس اس بناء پر مَیں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی ہُوں "۔

(تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۵)

اس طرح کے اختلاف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی پائے جاتے ہیں۔
ایک بار ایک شخص نے آپ کو خَیْرُ الْبَرِیَّۃ کہا تو آپ نے فرمایا ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کہ یہ ابراہیم کا مقام ہے (مسلم جلد ۲ فضائل ابراہیم الخلیل)۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی۔ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی۔ مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ فَقَدْ کَذَبَ۔ (مشکوٰۃ باب ذکر الانبیاء) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقام سے آگاہ فرمایا تو آپ نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ (مشکوٰۃ المصابیح)

آپ کا دستور العمل تھا کہ جن اُمور میں احکام الٰہی نہ اترے ہوتے، اہل کتاب کی پیروی کرتے جیسے کہ حدیث میں درج ہے: کَانَ یُحِبُّ مُوَافَقَۃَ اَھْلِ الْکِتَابِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ بِہٖ (مسلم جلد ۲ ص۲۹۶ مطبوعہ مصر) جب وحی نازل ہو جاتی تو آپ کا عمل و اعتقاد اس کے مطابق بدل جاتا۔ متواتر ۲۳ سال ایسا ہی ہوا۔ آپ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ ازاں بعد بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آگیا۔ حدیث میں مذکور ہے: اِنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا اَوْ سَبْعَۃَ عَشَرَ شَھْرًا۔ (بخاری جلد اول ص۱)

حضور فرماتے ہیں:۔

"میری کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے، جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

اعتراض پہلے حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکرین کو کافر قرار دینے سے انکار فرمایا۔ بعد میں وہ اور ان کی جماعت مسیح موعود کے منکر کو کافر سمجھنے لگ گئے۔

جواب:۔ یہی سوال حضور علیہ السلام سے بعینہٖ کیا گیا۔ سائل لکھتا ہے:۔

"حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ اُن مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن عبد الحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے۔ یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔"

حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ۔ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں۔ ایک خدا پر افتراء کرنے والا، دوسرا خدا کی کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔"

حاشیہ پر رقمطراز ہیں:۔

"بلاشبہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے کافر ہے۔ سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۳ حاشیہ)

پھر فرمایا:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ ان تمام لوگوں کو وہ مومن جانتے ہیں جنہوں نے مجھ کو کافر ٹھہرایا ہے۔ پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے اُن کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۱۶۵)

گویا جب تک لوگوں نے خود وجہ کفر پیدا نہ کرلی کافر نہ ہوئے۔ جب وجہ کفر پیدا کرلی تو کافر ہو گئے۔ مسلمانوں کی کفر سے بدتر حالت دیکھ کر ہی تو علامہ اقبال نے فرمایا ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اعتراض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی تحریرات متضاد ہیں۔ مثلاً مسیح کی قبر یروشلم میں تھی۔ (ست بچن ص۹۳)۔ مسیح اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا (ازالہ اوہام ص۲۷۳)۔ بلاد شام میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی پرستش ہوتی ہے۔ (ست بچن ص۱۶۴) اب تک کشمیر میں مسیح کی قبر موجود ہے (ست بچن حاشیہ ص۱۶۴)۔ اب ان میں سے کونسی بات کو سچ مانا جائے؟

جواب:۔ معترض بلاد شام۔ وطن گلیل اور یروشلم کو باہم متضاد اور مخالف قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ یروشلم شہر کا نام ہے گلیل اس شہر کے علاقہ یا صوبہ کا نام ہے۔ اور شام اس تمام ملک کا نام ہے۔ لہٰذا تینوں لفظ ایک وقت میں درست ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ کوئی کہے میں ہندوستان کا باشندہ ہوں۔ پنجاب میرا وطن ہے۔ قادیان میرا مسکن ہے۔ لہٰذا چار مقامات کا سوال بالکل غلط ہے۔ صرف یروشلم اور سری نگر کا اختلاف قابل حل رہ جاتا ہے۔

یاد رہے کہ یروشلم والی قبر کا جہاں بھی ذکر ہے عیسائی عقیدہ اور اناجیل کی رُو سے ہے۔ اصل عبارتیں پڑھنے سے بات واضح ہو جاتی ہے جو اس طرح ہیں۔

ا۔ "ہاں بلاد شام میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی پرستش اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ سو اس حدیث (لعن اللہ

الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ مَسَاجِدَ۔ رَوَاہُ بُخَارِی) سے ثابت ہُوا کہ درحقیقت وہ قبر حضرت عیسیٰ ہی کی قبر ہے جس میں مجرُوح ہونے کی حالت میں وہ رکھے گئے تھے ۔"

(ست بچن حاشیہ ص۱۶۲)

ب ۔ " اور ملک شام کی قبر زندہ درگور کا نمونہ تھی جس سے وہ نکل آئے ۔"

(ست بچن حاشیہ ص۱۶۴)

★ حضور علیہ السلام اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

" ہاں ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلادِ شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کے لئے مجبُور کرتی ہے کہ واقعی قبر یہی ہے جو کشمیر میں ہے ۔"

(ست بچن ص۱۶۴ حاشیہ)

" خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے مخالفوں کو ذلیل کرنے کے لئے اور اس راقم کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جو سری نگر میں محلہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجُود ہے وہ درحقیقت بلاشک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے ۔" (رازِ حقیقت ص۲۰)

اعتراض ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی تفسیر کی نسبت پہلے مرزا صاحب نے فرمایا ، " نہایت عمدہ ہے، شیریں بیان ہے ۔ نکاتِ قرآنی خوب بیان کئے ہیں ۔ دِل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے ۔" بعد میں اخبار بدر ۷ر جون ۱۹۰۶ء میں لکھا ۔ " ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا تقویٰ صحیح ہوتا تو وہ کبھی تفسیر لکھنے کا نام نہ لیتا کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے ۔ اس کی تفسیر میں ایک ذرّہ رُوحانیت نہیں ۔ اور نہ ظاہری علم کا کچھ حصہ ہے ۔" اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ ـــ " مَیں نے اُس کی تفسیر کو کبھی نہیں پڑھا ۔" ـــ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کبھی نہیں پڑھا تو پہلی اور پچھلی رائے کس طرح قائم کر دی ۔ تینوں باتیں ایک دُوسرے کے خلاف ہیں ۔

اِس اعتراض کے دو حصے ہیں ۔

۱ ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جب اس تفسیر کو پڑھا نہیں تو اس کے متعلق کوئی رائے کس طرح قائم کر سکتے ہیں ؟

۲ ۔ ان دو آراء میں اختلاف کیوں ہے ؟

جواب :۔ بے شک آپ نے اس تفسیر کو خود نہیں پڑھا اور طبع ہونے کے بعد ملاحظہ نہیں فرمایا، حضور نے اس تفسیر کو سُنا تھا ۔ یا بعض مقامات سُنے تھے ۔ جیسے کہ ڈاکٹر مذکور حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

" جن ایام میں مرزا صاحب کو مَیں تفسیر القرآن سُنایا کرتا تھا آپ کو بھی یاد ہوگا کہ تمام تفسیر میں مرزا صاحب نے کسی ایک مقام پر بھی نہ تو کوئی اصلاح کی نہ کوئی خاص نکتہ معرفت بتایا ۔ آپ نے بے شک بعض غلطیاں بھی درست کیں ۔ اور بعض نئے نکات بھی بتائے ۔" (الذکر الحکیم نمبر۴ ص۵۳)

پس ظاہر ہے کہ حضور نے یہ تفسیر سُنی ہے لہذا آپ رائے قائم کر سکتے تھے ۔ اب رہا یہ سوال کہ اس کے متعلق دو مختلف رائیں کیوں ظاہر کیں ؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ عُمدہ اور شیریں بیان کے الفاظ کا کوئی حوالہ نہیں ہے ۔ درحقیقت ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مُرتد ہونے کے بعد اپنے رسالہ الذکر الحکیم نمبر۴ ص۵۳ میں اپنی ہی روایت سے یہ الفاظ درج کئے ہیں ۔ اور کوئی سند، حوالہ اور ثقہ روایت اس کے متعلق پیش نہیں کی جا سکتی ۔

دُوسری بات یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد مُرتد ہونے کی وجہ سے اس کی حالت بدل گئی ۔ چنانچہ آج ایک شخص مومن ہے ۔ اس کے متعلق ہمارا ایک خیال ہے ۔ کل وہ کافر ہو جاتا ہے اُس کی تبدیلی سے ہمارا خیال بھی بدل جاتا ہے ۔ جیسے کہ بلعم ایک وقت الہامِ الٰہی کا مورد تھا ۔ اور موسیٰ کے مقابلہ پر کھڑا ہونے سے راندۂ درگاہِ الٰہی بن گیا ۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس کی تفسیر کی تعریف فرمائی اور بعد کی، دونوں حالتیں اُس کے اپنے الفاظ میں درج ہیں :۔

پہلی حالت " مَیں نے حضور کی تائید میں جو ناچیز خدمت کی وہ یہ ہے کہ قریباً چھ ہزار روپے صرف کر کے قرآنی تفاسیر اُردو و انگریزی میں شائع کی جس میں حضور (مسیح موعود) کے متعلق تمام تائیدی مضمون جو مختلف کتابوں میں شائع ہوئے موقعہ بموقعہ درج کئے گئے ہیں میری رائے میں احسن طریق کسی اسلامی خدمات کا یہی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ علی التناسب اس کو پیش کیا جائے ..... لوگوں نے مجھے یہ بھی نصیحت کی اور خطوط بھی بکثرت آئے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کے متعلق اس میں سے مضامین نکال دیئے جائیں تو اس تفسیر کی اشاعت ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے ۔ بلکہ بعض مُسلمان مشنریوں نے اپنی زندگی اس کی امداد میں وقف کرنی ظاہر کی مگر مَیں نے توکل بخدا ان تمام باتوں کو نظرانداز کیا اور خلافِ ایمان کوئی بات نہیں کی ۔"

(الذکر الحکیم نمبر۴ ص۱۳)

دُوسری حالت " مَیں اس تاریخ سے اپنی بیعت واپس لیتا ہوں ۔ میری تفاسیر اور تذکرۃ القرآن میں جو مضامین مرزا صاحب کے متعلق شائع ہو چکے ہیں اُن کو مشکوک سمجھا جاوے ۔ اگر مرزا صاحب نے موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کی اور توبہ شائع نہ کی تو آئندہ مَیں ان تمام مضامین کو اپنی تفاسیر میں سے نکال دُوں گا ۔"

(الذکر الحکیم نمبر۴ ص۴۹)

دیکھیں ایک وقت عبدالحکیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق کو تفسیر میں درج کر کے " اِسلامی خدمت " قرار دیتا ہے ۔ پھر خود ہی ان کو نکال دیتا ہے ۔ پس اس کو اختلاف بیانی اور تضاد بتانا کھلی کھلی دھوکہ دہی ہے ۔

اختلاف مرزا صاحب نے پہلے اپنے مُریدوں کی تعداد پانچ ہزار بیان کی ۔ لیکن جب ایک سال بعد انکم ٹیکس کا سوال ہُوا تو جھٹ لکھ دیا کہ میرے مُریدوں کی تعداد دو صد ۲۰۰ ہے ۔

جواب :۔ جب حضور نے کل تعداد بیان فرمائی تو عورت، مرد، بچے سب شامل کر کے بتائی ۔ اور انکم ٹیکس کا جب سوال پیدا ہُوا تو آپ نے چندہ دہندگان کی اصل تعداد جو دو صد تھی بتائی ۔ لہذا اختلاف نہ رہا ۔

اعتراض مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے مُعجزہ خلقِ طیور کی مختلف تشریحیں کی ہیں ۔ عمل الترّب کا نتیجہ ۔ رُوح القدس والے تالاب کی مٹی کا اثر

لکڑی کی کل یا کھلونا۔ اور اُمّی و ناداں لوگ مراد لئے ہیں۔ کیا یہ پریشان خیالیاں کسی مُصلح اور پیغمبر کے دماغ سے منسوب ہو سکتی ہیں۔ یا انھیں آسمانی تفہیمات سے کچھ بھی تعلق ہے۔

جواب:۔ بے شک قرآن مجید میں خلق طیور کو حضرت مسیحؑ سے منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقی معنوں میں محمول نہیں ہو سکتا کیونکہ دُوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (فاطر ع) ۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (رعد ع)۔ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (الحج : ۷۴)
الغرض یہ اور بیسیوں آیات اس خیال کو ردّ کرتی ہیں کہ مسیحؑ نے حقیقی پرندے پیدا کئے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر مفسرین کا بھی خیال تھا کہ حضرت مسیحؑ کے پیدا کردہ پرندے صرف ناظرین کی نظروں تک پرواز کرتے تھے۔ اور اوجھل ہوتے ہی مرکر پیوندِ خاک ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:۔

خَلَقَ لَهُمُ الْخُفَّاشَ لِاَنَّهٗ اَكْمَلُ الطَّيْرِ خَلْقًا فَكَانَ يَطِيْرُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَهٗ فَاِذَا غَابَ عَنْ اَعْيُنِهِمْ سَقَطَ مَيِّتًا ۔ (جلالین مطبع مجتبائی ص۴۹)

امام وہب نے تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۳ ص۱۹۵ میں اور علامہ ابن حیان نے البحر المحیط جلد ۲ ص۴۶۶ میں انھیں خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ گویا مفسرین یہی تاویل کرتے رہے کہ وہ مصنوعی پرندے تھے نہ کہ حقیقی۔ اصل بات یہی ہے کہ حقیقی طور پر کسی کا خالق مِن دُونِ اللہ ہونا ناممکن اور محال ہے۔

پس جس طرح خلق طیور کی تمام مفسرین کو تاویل کرنی پڑی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس کی تاویل فرمائی۔ اور مسیح کے پرندے بننے کا آپ صریح انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور اُن میں پھونک مار کر انھیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔" (ازالہ اوہام)

حضرت مسیحؑ کے معجزات اور اُن کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیور اور مُحی اموات ہونے کا منکر ہے۔ اور اس کو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیحؑ کے اعجازی احیاء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت مسیحؑ نے خُدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مُردہ کو زندہ کیا ہو۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا ہو۔ کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مُردہ زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اُس کا احیاء مشتبہ ہو جائے گا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عصائے موسیٰ کی طرح ہے جیسے وہ سانپ کی طرح دوڑتا تھا مگر ہمیشہ کے لئے اُس نے اپنی اصلی حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آنے تک اُڑتے تھے لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آجاتے تھے۔" (حمامۃ البشریٰ ص۹)

تمام انبیاء کو اُن کے مخالفین پر غالب کیا جاتا ہے اور وہ معجزہ دیا جاتا ہے جس پر وہ ناز کرتے ہوں۔ جیسے کہ حضرت موسیٰؑ کو سحر اور آنحضرتؐ کو فصاحت کا معجزہ دیا گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام جب مبعوث ہوئے اُس وقت یہود میں طب اور شعبدہ بازی کے کام بہت رائج تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ہاتھ پر ایسے معجزاتِ عقلیہ ظاہر فرمائے جن سے یہود کی طب اور دیگر اُمور مغلوب ہو گئے۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کرکے اُن کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے مُلکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے اُن کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔" (ازالہ اوہام طبع سوم ص۱۲۵ حاشیہ)

اسی طرح فرمایا:۔

"چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہُوا ہے اس لئے ان آیات کے رُوحانی طور پر یہ معنی بھی کر سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مُراد وہ اُمّی اور ناداں لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰؑ نے اپنا رفیق بنایا۔ گویا اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صُورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی رُوح اُن میں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔" (ازالہ اوہام طبع سوم صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶)

الغرض حضرت مسیحؑ کے اعجاز سے حضور علیہ السلام نے کہیں بھی انکار نہیں کیا۔ اور جہاں تک ہو سکا ہے ظاہری و باطنی طور پر اس کی تطبیق بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا اس میں اختلاف بیانی ہے نہ تناقض ۔۔۔!!

اعتراض: دجّال کے متعلق مرزا صاحب کے مختلف خیالات ہیں۔

ا:۔ علماء مخالفین مرزا دجّال ہیں۔ (فتح اسلام ص۹)

ب:۔ با اقبال قومیں دجّال ہیں، ریل اُن کا گدھا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۱۳۴)

ج:۔ پادری دجّال ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۹، ۱۶۱)

د:۔ ابن صیّاد دجّال ہے۔ (ازالہ اوہام)

چاروں اقوال جُداگانہ ہیں، ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

جواب:۔ سراسر مغالطہ دہی سے کام لیا گیا ہے۔ فتح اسلام کی پوری کتاب میں کہیں بھی حضورؑ نے مخالف علماء کو دجّال قرار نہیں دیا۔

ب اور ج میں با اقبال قومیں اور پادریوں کو الگ الگ بیان کیا ہے حالانکہ حضورؑ نے ازالہ اوہام میں با اقبال قوموں سے مُراد پادریوں کا گروہ ہی لیا ہے۔
غرض معترض نے پہلے غلط بیانی اور پھر مغالطہ دہی سے کام لیا ہے۔

دجّال کے معنے بہت فریب اور تلبیس کرنے والے کے ہیں جیسے کہ حُجج الکرامہ صفحہ ۲۴۰ میں لکھا ہے :-

"معنی دجّال بر صیغہ مبالغہ بسیار فریب دہندہ تلبیس کنندہ بر مردم است۔"

حضور علیہ السلام نے بھی لکھا ہے کہ :-

"لغت میں دجّال جھوٹوں کے گروہ کو کہتے ہیں جو باطل کو حق کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں اور خلق اللہ کے گمراہ کرنے کے لئے مکر اور تلبیس کو کام میں لاتے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۱ طبع سوم)

"ایک اور بات ہمارے علماء کے لئے غور کے لائق ہے کہ احادیث میں صرف ایک دجّال کا ذکر نہیں بلکہ بہت سے دجّال لکھے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۲)

حضور نے "دجّال معہود" تو پادریوں کے گروہ کو قرار دیا ہے اور ابن صیاد کو صرف دجّال قرار دیا ہے۔ لہٰذا کوئی تناقض نہیں رہا۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں :-

"دجّال بہت گذرے ہیں اور شاید آگے بھی ہوں مگر وہ دجّالِ اکبر جن کا دجل خدا کے نزدیک ایسا مکروہ ہے کہ قریب ہے جو اس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہی گروہ مشتِ خاک کو خدا بنانے والا ہے۔ خدا نے یہودیوں اور مشرکوں اور دوسری قوموں کے طرح طرح کے دجل قرآن شریف میں بیان فرمائے مگر یہ عظمت کسی کے دجل کو نہیں دی کہ اس دجل سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ پس جس گروہ کو خدا نے اپنے پاک کلام میں دجّالِ اکبر ٹھہرایا ہے ہمیں نہیں چاہیئے کہ اس کے سوا کسی اور کا نام دجّالِ اکبر رکھیں۔" (انجام آتھم صفحہ ۴۶)

"ابن صیاد اپنے اوائل ایام میں بے شک ایک دجّال ہی تھا اور بعض شیاطین کے تعلق سے اُس سے اُمورِ عجیبہ ظاہر ہوتے تھے۔"

(ازالہ اوہام طبع سوم صفحہ ۹۵)

اعتراض حضور کی تحریرات پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے شاعری کی اور نبی شاعر نہیں ہوتا۔

جواب :- قرآنِ مجید میں اکثر شعراء کے بیان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اکثر وہ مبالغہ آمیزی اور فضول گوئی سے کام لیتے ہیں۔ اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے شعر نہیں سکھائے۔

اس آیت میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ نبی شاعر نہیں ہو سکتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بر موقعہ اور بر وزن کلام شعر کہا ہے۔ جیسا کہ جنگ حُنین کے موقعہ پر فرمایا :

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ٭ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(بخاری کتاب المغازی جلد ۳ صفحہ ۶۱ مصری)

ایک اور جنگ کے موقعہ پر جب حضور کی اُنگلی پر زخم آیا تو آپ نے اُنگلی کو مخاطب کر کے فرمایا :

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دُمِیْتِ
وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ!

(بخاری کتاب الجہاد والسّیر باب من ینکب فی سبیل اللہ جلد ۲ صفحہ ۸۱ مصری)

یہ دونوں بر وزن اور مقفّیٰ کلام ہیں۔ اور شعراء میں سے مومنین اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو قرآن مجید میں مُستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی ہستی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور صداقتِ اسلام میں ہی بر وزن اشعار کہے ہیں اور اس کا مقصد بھی آپ نے خود ہی بیان فرمایا ہے کہ

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے

اعتراض آپ نے غلط حوالے دیئے اور غلط بیانی سے کام لیا۔ مثلاً شہادۃ القرآن میں هٰذَا خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ بخاری میں ہونے کا حوالہ دیا ہے جبکہ یہ بخاری میں نہیں ہے۔

جواب :- انبیاء بھی بشر ہی ہوتے ہیں۔ اور سہو و نسیان سے پاک نہیں ہوتے جیسے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نَسِیَ اٰدَمُ۔ حضرت موسیٰ کے متعلق لکھا ہے نَسِیَا حُوْتَهُمَا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اُخْطِئُ وَ اُصِیْبُ (نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی صفحہ ۳۹۲) ایک بار آپ نے عشاء یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب من یکبر فی سجدۃ السہو جلد ۱ صفحہ ۱۴۱) پس ایسے ہی سہو کتابت یا سبقتِ قلم بعض بزرگانِ دین کے الفاظ میں بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی کی کتاب "الاسماء والصّفات" میں لکھا ہے کہ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ فِیْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (رواه البخاری) حالانکہ بخاری میں قطعاً مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اور جگہ میں فرمایا ہے۔" اور میں کہتا ہوں کہ مہدی کی خبریں ضُعف سے خالی نہیں ہیں۔ اِس وجہ سے امامین حدیث (بخاری و مسلم۔ ناقل) نے ان کو نہیں لیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۵)

گویا بخاری و مسلم میں مہدی کے متعلق حدیث ہونے کا حضور نے انکار فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ کے بیان کے مطابق یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ بہر کیف دیگر کتب میں یہ حدیث پائی جاتی ہے۔

اعتراض مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن و حدیث میں طاعون کی پیشگوئی ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔

جواب :- قرآن مجید میں لکھا ہے "وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ○ (النمل ۶) کہ ہم اُن کے لئے زمین سے ایک کیڑا نکالیں گے جو اُن کو کاٹے گا کیونکہ لوگ خدا کی آیات پر یقین نہیں کرتے۔

کلمۃ کے معنے لغت میں زخم لگانے کے بھی ہیں۔ چنانچہ طاعون کا کیڑا بھی انسانوں کو کاٹتا ہے۔ اور اس سے طاعون ہو جاتی ہے۔ حدیث مسلم میں ہے فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰهِ عِیْسٰی وَ اَصْحَابُهٗ فَیُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ النَّغَفَ فِیْ رِقَابِهِمْ فَیُصْبِحُوْنَ فَرْسٰی كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (مسلم جلد ۲ کتاب الفتن صفحہ ۲۷۷ مصری باب ذکر صفۃ الدجّال) یعنی، پس خدا کا نبی مسیح موعود اور اُس کے

صحابی متوجہ ہوں گے اور خُدا تعالیٰ ان کے مخالفوں کے خیموں میں ایک پھوڑا (طاعون) ظاہر کرے گا پس وہ صبح کو ایک آدمی کی موت کی طرح ہو جائیں گے۔ (نغف کے معنے پھوڑا اور طاعون ہیں)

بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۶ میں لکھا ہے :-

قُدَّامَ الْقَائِمِ مَوْتَانِ۔ مَوْتٌ اَحْمَرُ وَمَوْتٌ اَبْيَضُ۔ اَلْمَوْتُ الْاَحْمَرُ السَّيْفُ وَالْمَوْتُ الْاَبْيَضُ الطَّاعُوْنُ۔

ترجمہ :- امام مہدی کی علامات میں سے یہ ہے کہ اُس کے سامنے دو قسم کی موتیں ہوں گی۔ پہلی سُرخ موت اور دُوسری سفید موت۔ سُرخ موت تو تلوار (لڑائی) ہے اور سفید موت طاعون ہے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی کتب میں قرآن مجید و احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ فرمایا :-

"یہی طاعون ہے اور یہی وہ دابّۃ الارض ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے اور وہ لوگوں کو اِس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۔ اور جب مسیح موعود کے بھیجنے سے حجت ان پر پُوری ہو جائے گی تو ہم زمین میں سے ایک جانور نکال کھڑا کریں گے وہ لوگوں کو کاٹے گا اور زخمی کریگا اِس لئے کہ لوگ خدا کے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔"

(نزول المسیح صفحہ ۳۸)

"یہ جو اللہ تعالےٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا کہ وہ دَابَّةُ الْاَرْض یعنی طاعون کا کیڑا زمین سے نکلے گا اس میں یہی بھید ہے کہ تا وہ اِس بات کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اس وقت نِکلے گا کہ جب مسلمان اور ان کے علماء زمین کی طرف جُھک کر خُود دابّۃ الارض بن جاویں گے۔ ہم اپنی بعض کتابوں میں یہ لکھ آئے ہیں کہ اس زمانہ کے ایسے مولوی اور سجادہ نشین جو متّقی نہیں ہیں اور زمین کی طرف جُھکے ہُوئے ہیں یہ دابّۃ الارض ہیں اور اب ہم نے اِس رسالہ میں یہ لکھا ہے کہ دابّۃ الارض طاعون کا کیڑا ہے ان دونوں بیانوں میں کوئی شخص تناقض نہ سمجھے۔ قرآن شریف ذوالمعارف ہے۔ اور کئی وجوہ سے اس کے معنے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد نہیں۔"

(نزول المسیح صفحہ ۴۳)

"یاد رہے کہ اہلِ سُنّت کی صحیح مُسلم اور دُوسری کتابوں اور شیعہ کی کتاب اکمال الدین میں بتصریح لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ اکمال الدین جو شیعہ کی بہت معتبر کتاب ہے اُس کے صفحہ ۳۴۸ میں .... لکھا ہے کہ یہ بھی اس کے ظہُور کی نشانی ہے کہ قبل اس کے قائم ہو۔ یعنی عام طور پر قبول کیا جائے دنیا میں سخت طاعون پڑے گی۔"

(نزول المسیح صفحہ ۱۸)

اِعتراض

مرزا صاحب نے دوسروں کو کافر کہا ہے۔

جواب ۴ :- یہ کہنا بالکل غلط اور سراسر جھوٹا الزام ہے کہ جماعتِ احمدیہ نے کفر کے فتویٰ میں پہل کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں بھی یہ سوال اُٹھایا گیا۔ آپ نے فرمایا :-

"کیا کوئی مولوی یا کوئی اَور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کُفر سے پہلے شائع ہُوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو خود ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگائیں کہ گویا ہم نے تمام مُسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰)

جب آپ کے خلاف مولوی عبد الصمد غزنوی صاحب۔ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (شیخ الکل)۔ قاضی عُبید اللہ مدراسی وغیرہم نے غلیظ قسم کے فتوے آپ کے خلاف شائع کئے تو آپؑ نے حدیث کے مطابق کہ اَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ كَفَّرَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَاِنْ كَانَ كَافِرًا وَاِلَّا كَانَ هُوَ الْكَافِرُ (ابوداؤد کتاب السنۃ) جس کسی مُسلمان نے دُوسرے مُسلمان کو کافر کہا، اگر وہ کافر ہے تو ٹھیک ورنہ کہنے والا کافر ہوتا ہے، فرمایا:-

"ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو جب مَیں نے مامُور ہونے کا دعوٰی کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابوسعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے دجّال ہے ضالّ ہے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ جو اُن سے السّلام علیکم کرے یا مصافحہ یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر۔ اب سنو ! یہ ایک متّفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ پس اِس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے۔ ہم نے اُن پر پہلے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی ہم نے کہا کہ دو مُسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اُس نے جواب لکھا کہ ہم تو تجھے پکّا کافر سمجھتے ہیں۔"

(بحوالہ سرکاری رسالہ قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ پر محاکمہ ۱۳ صفحہ ۲۲)

ایک جگہ فرمایا :-

"جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اُسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔ لیکن جو ہمیں

کافر کہتا ہے اُسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔"

(ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۷، ۳۷۶)

اعتراض مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ آپ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمدؐ رکھا گیا ہے اور رسُول بھی۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس عربی عبارت کو اپنا ایک الہام بتایا ہے۔ کہیں یہ نہیں فرمایا کہ آیتِ قرآنی میں جس محمدؐ کا ذکر ہے وہ مَیں ہی ہوں۔

حدیث میں بھی آیا ہے کہ امام مہدی کا نام محمدؐ ہوگا۔

(مشکوٰۃ باب خروج المہدی و بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۶)

اور مفسرین ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی میں مذکور رسول کا مصداق مسیح موعودؑ کو ٹھہراتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خود بھی اس عقیدہ کا اعلان فرمایا ہے کہ آیتِ قرآنی سے مُراد آپؑ کے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی مقدس ذات ہے جیسا کہ فرمایا:۔

"تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۲)

اعتراض مرزا صاحب نے اپنے آپ کو انسان بھی قرار نہیں دیا بلکہ کرمِ خاکی اور بشر کی جائے نفرت قرار دیا ہے۔ وہ نبی کیسے ہو گئے؟

جواب:۔ حضور علیہ السّلام کا یہ شعر آپؑ کے انکسار اور تواضع کی دلیل ہے۔ اسی قسم کے انکسار کا اظہار حضرت داؤد علیہ السّلام کی مناجات میں بھی ہے۔ چنانچہ زبور ۲۲ آیت ۶ میں لکھا ہے:۔

"پر مَیں کیڑا ہوں نہ انسان۔ آدمیوں کا ننگ ہوں اور قوم کی عار۔"

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

مَا تَوَاضَعَ عَبْدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ

جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

ایک موقعہ پر آپؐ نے دُعا کرتے ہُوئے فرمایا:۔ اِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ۔ کہ مَیں ذلیل ہوں مجھے عزّت دے۔ (مُستدرک للحاکم بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی جلد ۱ باب الکاف مصری)

اعتراض مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے اور مسیح موعود ہونے سے انکار بھی جیسا کہ ازالہ اوہام کی اِن عبارتوں سے ظاہر ہے۔ پس تناقض ہُوا۔

۱۔ "اِس عاجز نے جو مثیلِ موعود کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو میرے مُنہ سے سُنا گیا ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰)

۲۔ "واضح ہو کہ یہ بات نہایت واضح اور روشن ہے کہ جنہوں نے اِس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے وہ ہر ایک خطرہ سے محفوظ اور معصوم ہیں اور کئی طرح کے ثواب اور اجر اور قوتِ ایمانی کے وہ مستحق ٹھہر گئے ہیں۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۹)

جواب:۔ حضور علیہ السلام نے مُسلمانوں کے خیالی "مسیح موعود" (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام) ہونے سے انکار کیا ہے نہ کہ احادیث کے مصداق مسیح موعود (مراد مثیلِ مسیح موعود) سے۔ جیسا کہ چند سطریں ہی آگے آپؑ فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ مَیں مسیح ابنِ مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔"

مُسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً آنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ لہٰذا اُن کے مزعوم مسیح ہونے سے آپ نے انکار فرمایا۔ آگے چل کر آپؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میری زندگی کو مسیح ابنِ مریم کی زندگی سے اشد مشابہت ہے۔ اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ مَیں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ مَیں تو پہلے بھی براہین احمدیہ میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ مَیں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر رُوحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰)

اعتراض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی اشاعت مکمّل نہ ہو سکی۔ مَیں نے پُوری کی۔ لہٰذا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوئے۔

جواب:۔ حضور علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پُوری عبارت یوں ہے:۔

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دُوسرا فرضِ منصبی جو تکمیل اشاعتِ ہدایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تھا اِس لئے قرآن شریف کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدِ ثانی کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اِس

وعدہ کی ضرورت اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ تا دوسرا فرضِ منصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنی تکمیل اشاعت ہدایت دین جو آپ کے ہاتھ سے پورا ہونا چاہیئے تھا اس وقت بباعث عدم وسائل پورا نہیں ہوا سو اس فرض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمدِ ثانی سے جو بروزی رنگ میں تھی ایسے زمانہ میں پورا کیا جبکہ زمین کی تمام قوموں تک اسلام پہنچانے کے لئے وسائل پیدا ہو گئے تھے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۷ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۳)

اعتراض مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی توہین کی ہے اور اسے نہایت متعفن اور حشرات الارض کی جگہ قرار دیا ہے۔

جواب:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کی تردید اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اُترنے کی جو دی گئی ہے اُس کے ہر ایک پہلو سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک بڑا تعلق جس کا کچھ حد و حساب نہیں حضرت مسیح سے ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۰۰ برس تک بھی عمر نہ پہنچی مگر حضرت مسیح اب تک قریباً دو ہزار برس سے زندہ موجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلا لیا۔ اب بتلاؤ محبت کس سے زیادہ کی؟ عزت کس کی زیادہ کی؟ قرب کا مکان کس کو دیا؟ اور پھر دوبارہ آنے کا شرف کس کو بخشا۔"

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۹ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۰۵)

اب اگر غارِ ثور کو متعفن۔ تنگ۔ تاریک اور حشرات الارض کی جگہ قرار دیا گیا ہے تو کیا یہ حقیقت سے دُور کی بات ہے؟ جہاں تک روضۂ اطہر کا تعلق ہے تو مخالف نے جھوٹ بولا ہے۔ اس مقام پر حضور علیہ السلام نے روضۂ اطہر کی بات نہیں فرمائی۔

اعتراض مرزا صاحب قرآن مجید کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ گالیوں سے بھرا ہُوا ہے۔

جواب:- حضور علیہ السلام پر مخالفین نے اعتراض کیا کہ آپ کی تحریرات میں سخت کلامی اور دُشنام دہی پائی جاتی ہے۔ اس کا جواب آپ نے ازالہ اوہام میں درج فرمایا ہے۔ عبارت کے سیاق و سباق کو کاٹ کر یہ عبارت بطور اعتراض پیش کی جاتی ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:-

"واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اِس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں۔ اور درحقیقت سبّ و شتم میں داخل ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دُشنام دہی کہا جائے۔ بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دُشنام دہی اور بیانِ واقعہ کو ایک ہی صُورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اُس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہُوا کرتی ہے دُشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ دُشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلافِ واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دِہ تقریر کو محض بوجہ اس کے کہ مرارت اور تلخی اور ایذاء رسانی کے دُشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے۔ کیونکہ جو کچھ بُتوں کی ذِلّت اور بُت پرستوں کی حقارت اور اُن کے بارہ میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سُننے سے بُت پرستوں کے دِل خوش ہُوئے ہوں۔ بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے اُن کے غصّہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفارِ مکّہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے؟ کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفّار کو شَرُّ الْبَرِيَّةِ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کی رُو سے دُشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا؟ کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ نہیں فرمایا؟ کیا مومنوں کی علامات میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ نہیں رکھا گیا؟ حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سُؤر اور کُتّے کے نام سے پکارنا

اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لومڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے، ان کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلافِ تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو، حرام کار ہو، شریر ہو بدذات ہو، بے ایمان ہو، احمق ہو، ریاکار ہو، شیطان ہو، جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں؟ اس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں پر اور سارے رسولوں پر نہایت درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸، ۱۰ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۸-۱۱۰)

اعتراض مرزا صاحب نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ لکھا ہے کہ میرے شائع کردہ اشتہارات ساٹھ ہزار کے قریب ہیں اور میری کتابیں پچاس الماریوں میں سما سکتی ہیں۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اربعین ۳ ص ۳۵ کی محولہ عبارت میں یہ نہیں لکھا کہ مَیں نے ساٹھ ہزار اشتہار تحریر یا تصنیف کیا ہے بلکہ لکھا ہے کہ "شائع" کیا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اربعین کی تحریر (۱۹۰۰ء) تک جس قدر اشتہارات حضورؑ نے شائع فرمائے تھے اُن کی مجموعی "تعدادِ اشاعت" ساٹھ ہزار کے قریب تھی جو درست ہے۔ کیونکہ حضورؑ کے کل اشتہارات جو میر قاسم علی صاحب کو دستیاب ہو سکے وہ ۲۶۱ ہیں۔ میر صاحب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ تبلیغ رسالت میں مطبوعہ اشتہارات کے سوا اور کوئی اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شائع کردہ نہیں۔ ان مطبوعہ اشتہارات میں سے اکثر اشتہارات کی "تعدادِ اشاعت" سات سو ہے جیسا کہ اُن میں سے بعض کے آخر پر درج ہے۔ بعض کی تعدادِ اشاعت چھ ہزار بعض کی تین ہزار بعض کی دو ہزار بعض کی چودہ سو اور ایک ہزار بھی ہے۔ اگر فی اشتہار تین صد اوسط سمجھ لی جائے تو اس حساب سے تبلیغ رسالت میں مجموعہ ۲۶۱ اشتہارات کی تعداد ۷۸۳۰۰ بنتی ہے۔ اور اربعین ۱۵- دسمبر ۱۹۰۰ء تک ۲۲۶ اشتہارات کی تعدادِ اشاعت ۶۷۸۰۰ بنتی ہے جس کو حضور علیہ السلام نے ۶۰،۰۰۰ کے قریب قرار دیا ہے۔ اسی طرح اپنی کُتب کی تصنیف کے لحاظ سے تعداد نہیں بتائی بلکہ حضورؑ نے اپنے رسائل اور کتب کی اشاعت کے لحاظ سے تعداد مدّنظر رکھ کر تحریر فرمایا ہے کہ "اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔" اور یہ درست ہے۔ کیونکہ حضورؑ کی تصنیف کردہ کُتب کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے۔ جن میں سے بعض بڑی ضخیم کتابیں بھی ہیں جن کی تعدادِ اشاعت ۲۹۰۰- ۱۶۰۰- ۸۰۰- ۷۰۰ تک ہے۔ اگر ان کُتب کے جملہ نسخوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔

نشانات کی تعداد

اسی طرح اپنے نشانات کی تعداد کے بارے میں جو حضورؑ کی تحریرات ہیں اُن میں بھی کوئی مبالغہ نہیں۔ کیونکہ آپ نے جو اپنے نشانات کی تعداد ۱۰ لاکھ قرار دی ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ سات قسم کے نشان ہیں جن میں سے ہر ایک نشان ہزارہا نشانوں کا جامع ہے۔ مثلاً یہ پیشگوئی کہ يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک جگہ سے اور دُور دراز ملکوں سے نقد اور جنس کی امداد آئے گی۔ اور خطوط بھی آئیں گے۔ اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے جو اب تک کوئی روپیہ آتا ہے یا پارچات یا دوسرے ہدیے آتے ہیں یہ سب بجائے خود ایک ایک نشان ہیں۔ کیونکہ ایسے وقت میں ان باتوں کی خبر دی گئی تھی جبکہ انسانی عقل اس کثرت مدد کو دُور از قیاس و محال سمجھتی تھی۔ ایسا ہی دوسری پیشگوئی يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۔۔۔۔ اس زمانہ میں وہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔ چنانچہ اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آچکے ہیں۔ اور اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کئے جائیں تو شاید یہ اندازہ کروڑ تک پہنچ جائے۔ مگر ہم صرف مالی مدد اور بیعت کنندوں کی آمد پر کفایت کر کے ان نشانوں کو تخمیناً دس لاکھ نشان قرار دیتے ہیں۔ بے حیا انسان کی زبان کو قابو میں لانا تو کسی نبی کے لئے ممکن نہیں ہوا۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۶۱)

اعتراض مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ میرے وقت میں خدا نے حج بند کر دیا ہے۔ اب حج کی کوئی ضرورت نہیں۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے کہ بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں حج کسی مدت تک روک دیا جائے گا۔ چنانچہ میرے زمانہ میں ایک دفعہ سخت بیماری پڑنے کی وجہ سے ایک سال سنہ ۱۹۰۰-۹۱ء کے لئے روک دیا گیا تھا۔

حضور نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ اب حج کے فرائض منسوخ ہو گئے ہیں۔

کشتیٔ نوح ص ۱۴ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔"

اعتراض مرزا صاحب نے خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

جواب:۔ ایک غلطی کا ازالہ میں سے حضور کی اس عبارت کو کاٹ چھانٹ کر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں آپ نے خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلّ اور بُروز قرار دیا ہے۔ فرمایا — "میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ مَیں بموجب

آیت "وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ" بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔"

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں :-

"وہ رسول محمد عربی ..... وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ ..... اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اس رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں۔"

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ ص۲۸۶)

نیز فرمایا :-

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔ اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔"

(ازالہ اوہام ص۱۷۰ روحانی خزائن جلد ۳)

اعتراض مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میرا خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو ناقابل بیان ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۶۳ طبع ربوہ)

جواب:- اس میں حضورؑ نے اپنے خدا کے ساتھ اپنے راز و نیاز کے تعلق کا اظہار کیا ہے۔ معترض نے اس عبارت کو بیان کرتے ہوئے نہایت گندہ ذہنی کا ثبوت دیا ہے۔ اس حوالہ میں سیاق و سباق چھوڑ کر غلط نتیجہ نکالا گیا ہے۔ پوری عبارت اس طرح ہے :-

"بعض مخالفوں نے میرے حالات کو کچھ اپنے عقائد کے برخلاف پا کر اپنے دلوں میں کہا کہ یا الٰہی کیا تو ایسے انسان کو اپنا خلیفہ بنائے گا کہ جو ایک مفسد آدمی ہے جو ناحق قوم میں پھوٹ ڈالتا ہے اور علماء کے مسلّمات سے باہر جاتا ہے۔ تب خدا نے جواب دیا کہ جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں۔ یہ خدا کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوا۔ اور درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دنیا نہیں جانتی اور مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو قابل بیان نہیں۔ اور اس زمانہ کے لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ پس یہی معنے ہیں اس وحی الٰہی کے کہ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ ص۸۱)

حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

(ترجمہ) "یقیناً مجھے سب سے زیادہ وہ مومن پسند ہے جو کم مال و دولت والا ہو اور نماز میں بھاری حصہ اُسے ملا ہو اور اپنے رب کا فرمانبردار ہو۔ اور چھپ کر رازداری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بہترین رنگ میں بندگی کرتا ہو۔"

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص۲۵۵)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ پوشیدہ طور پر عبادت کرنے والا اور خدا سے تعلق قائم کرنے والا بندہ خدا کے رسول کو بہت پسند ہے۔ اور ہر ایک کا خدا سے ایک نہانی تعلق ہوتا ہے جسے کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔

اگر اس قسم کے اعتراضات تلاش کئے جائیں تو ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ طوالتِ کلام کے باعث اس کو ختم کرتا ہوں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاں جہاں پر لوگوں نے اعتراضات کئے ہیں اگر ان عبارتوں کو نکال کر بغور دیکھا جائے تو معارف و نکات سے وہ جگہیں پُر ہیں۔ افسوس کہ وہ تو نظر نہیں آتے اور بے جا اعتراض کا محل مل جاتا ہے۔ لہذا جہاں پر ان معترضین سے درخواست ہے کہ حضورؑ کی تحریرات کو پڑھتے وقت دل کو بُغض و عناد سے خالی کر لیا کریں۔ وہاں احمدی حضرات سے بھی درخواست ہے کہ حضور علیہ السلام کے ان رُوحانی خزائن کو باقاعدگی سے پڑھیں۔ اور دینی، دُنیوی اور رُوحانی لحاظ سے فائدہ اُٹھائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری کُتب کو کم از کم تین مرتبہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔ حضور کی جملہ تصنیفات خزانۂ علم و عرفان ہیں جن کے مطالعہ سے ہم اپنی عاقبت سنوار سکتے ہیں۔

بالآخر دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپؑ کی پُر معارف تحریرات پڑھنے اور اُن سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خُدا کے ساتھ کوئی جنگ نہیں کر سکتا

کلمات طیبات سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

"حجج الکرامہ میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ (مہدی کی آمد کی) آیات پوری ہو گئی ہیں اور پھر اپنی اولاد کو سلام کی وصیت کرتا ہے مگر مَیں کہتا ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو خود بھی ان مخالفت کرنے والوں کے ہی ہمراہ ہوتے۔ یہ لوگ کب ماننے والے ہوتے ہیں جب تک وہی نظارہ آنکھوں سے نہ دیکھ لیں جو خیالی طور پر دل میں فرض کر رکھا ہے۔ یہ لوگ جو کچھ ان سے بن پڑتا ہے میری مخالفت کریں مجھے ذرا بھی پروا نہیں۔ کیونکہ یہ میرا مقابلہ نہیں یہ تو خدا سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اگر میری اپنی مرضی ہوتی تو مَیں تخلیہ کو بہت پسند کرتا تھا مگر مَیں کیا کر سکتا تھا جبکہ خدا تعالیٰ نے ہی ایسا پسند کیا۔ یہ مقابلہ کریں مگر دیکھ لیں کہ خدا کے ساتھ کوئی جنگ نہیں کر سکتا۔"

(ملفوظات جلد ۳ مطبوعہ لندن ص۲۱۳ تا ص۲۱۴)

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی

سیرتِ طیبہ پر بے بُنیاد الزامات اور اُن کے مدلّل و مُسکت جوابات

مُنیر احمد خادم

اصلاحِ دُنیا کے لئے آنے والا ہر نبی اپنی ذات میں معصوم رہا ہے بالخصوص ہمارے سید و مولیٰ سرورِ کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو سیّد المعصومین ہیں۔ لیکن دُشمنانِ دین کی یہ بدبختی رہی ہے کہ وہ ہر آنے والے نبی سے ہنسی اور ٹھٹھا کرتے رہے ہیں۔ اور یہ ہنسی اُس نبی کے پیش کردہ دلائل کی کسی کمزوری کی بناء پر نہیں بلکہ اُن مضبُوط دلائل سے عاجز اور لاجواب ہو کر ان کے کیریکٹر پر اتہامات و الزامات لگانے کی شکل میں ہوتی ہے۔ اس افسوسناک تاریخی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (یٰسٓ : ۳۱)

ہائے افسوس (انکار پر مائل) بندوں پر کہ جب کبھی بھی اُن کے پاس کوئی رسُول آتا ہے وہ اُس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں (اور تمسخر کرنے لگتے ہیں)

یہی حال آج کے یہودی صفت بعض مولویوں کا ہے کہ وہ بھی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزندِ جلیل سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر طرح طرح کے جھُوٹے الزامات و بہتانات لگا کر آپ کے وجودِ اطہر کو تمسخر کا نشانہ بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جس طرح بالآخر چاند کے مُنہ پر تھُوکنے والے کے اپنے مُنہ پر ہی تھُوک گرتا ہے اور وہ دُھول جو خدا کے پاک مامُور پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے وہ بالآخر اُسی کے جسم پر گرتی ہے، ایسے لوگ انجام کار ایسے ہی الزامات کی لپیٹ میں آکر یا پھر ویسے ہی تمسخر کا نشانہ بن کر نہایت رُسوا و ذلیل ہو کر مرتے ہیں۔

اِس تعلق میں ایک بُنیادی بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا کی طرف سے بھیجے جانے والے ہر مامُور کی زندگی اس کی پیدائش سے لے کر وفات تک معصومیت و پاکبازی کے تہ بہ تہ غلافوں میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس کی بعثت سے قبل کی زندگی کی پاکیزگی اور معصومیت کا ہر شخص معترف ہوتا ہے لیکن اُس کی بعثت کے بعد اُنہی لوگوں میں سے ایک بدقسمت طبقہ ایسا کھڑا ہو جاتا ہے جو محض اِباء و استکبار کے نتیجہ میں اُسی مامورِ زمانہ کی بعثت کے بعد کی زندگی کو گمراہ کُن، قابلِ اعتراض اور خلافِ اخلاق قرار دیتا ہے بلکہ کوشش کرتا ہے کہ کاش بعثت سے پہلے کی زندگی میں بھی کوئی خامی نکل آئے۔ اور اس زندگی کے متعلق جو خیالات قبل ازیں وہ ظاہر کر چکے ہوتے ہیں کفِ افسوس ملتے ہوئے کوشش کرتے ہیں کہ اُن سے انحراف کی کوئی صورت نکل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید نے معیارِ صداقت کی اِس نہایت وزنی اور عقلی دلیل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق و کردار کی صداقت کے معیار کے طور پر بیان کیا ہے۔ فرمایا :-

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ
لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ فَمَنْ
اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ
لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (یُونس : ۱۷، ۱۸)

(ترجمہ) : (اَے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تُو اِن (کُفارِ مکّہ) کو کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا تو مَیں اِس (کلام) کو تمہارے سامنے پڑھ کر نہ سُناتا اور نہ ہی وہ تمہیں اِس (کلام) سے آگاہ کرتا۔ (اگر تم سمجھتے ہو کہ مَیں جھُوٹ بول رہا ہوں تو یاد رکھو کہ) اِس سے پہلے ایک عرصۂ دراز تم میں گذار چکا ہُوں کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ پھر بتاؤ کہ (جب مَیں تم سے دُنیوی معاملات میں جھُوٹ نہیں بولتا رہا تو) اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف منسُوب کر کے جھُوٹ گھڑے یا وہ جو اس کی آیات کو جھُٹلائے۔ بات یہ ہے کہ اللہ مُجرموں کو کبھی کامیاب نہیں کرتا۔ (نہ اُس مُجرم کو جو اللہ کی طرف جھُوٹی بات منسُوب کرے اور نہ اُس مُجرم کو جو اللہ کی طرف سے نازل فرمُودہ سچّی باتوں کو جھُٹلائے اور اُن کا انکار کرے)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مامورِ الٰہی اپنے زمانہ کے لوگوں کے سامنے ایسی باتیں بیان کرتا ہے جو اُس زمانہ کے لوگوں کے خود ساختہ اعتقادات کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور جب علماء کہلانے والے دلائل سے اُن کے جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں تو اُس مامُور کی سیرت پر جھُوٹے اور بیہُودہ الزامات لگا کر اپنی خِفّت مٹاتا اور عوام النّاس میں اپنی ظاہری اور جھُوٹی واہ واہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایسا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بھی ہُوا جبکہ کیا مشرک، کیا عیسائی اور کیا یہود سب آپ کو "اَمِیْن" اور "صَدُوق" کہتے تھے۔ لیکن بعثت کے بعد سے اب تک یہی بدقسمت یہودی اور عیسائی آپ کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کیریکٹر پر ہزاروں قسم کے گھناؤنے الزامات اور مکروہ بہتانات لگاتے ہیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فرمایا کہ ان بے عقلوں کو جواب دو کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کہ عقل سے کام لو، مَیں تو دعوٰئ نبوّت سے قبل ایک عرصہ تک تم میں اپنی زندگی گذُار چکا ہوں۔ اُس وقت تو تم مجھے سچّا راستباز اور امانت دار کہتے تھے اور میرا نام امانت و دیانت میں بطور مثال پیش کیا کرتے تھے۔ آج جبکہ مجھ میں اور تم میں عقائد کا اختلاف ہو گیا ہے تو تمہیں مجھ میں اور میرے کیریکٹر میں طرح طرح کے عَیب نظر آنے لگے ہیں۔ تمہاری اِن بے وقوفی کی باتوں کو بھلا کون انصاف پسند اور راستباز قبول کرے گا ؟

یہی حال آج کے اِس دَور میں حضرت اقدس مرزا غُلام احمد قادیانی مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ آپ کی ذاتِ اقدس کو بھی جب ہم قرآنِ مجید کے بیان کردہ معیارِ صداقت پر پرکھتے ہیں تو صاف دیکھتے ہیں کہ محض دلائل و براہین سے عاجز آکر آج کے مولوی آپ کی ذاتِ اقدس کو نشانۂ تنقید بنا رہے ہیں جب آپ نے قرآن مجید سے ثابت فرما دیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تمام انسانوں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔

اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ بجسمِ عنصری رہنا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کی شکل میں تشریف لانا نہ صرف قانونِ قدرت کے خلاف ہے بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہتکِ شان ہے۔ کیونکہ اس سے ختمِ نبوت کی مُہر بھی ٹوٹتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کسی ایک اُمتی کا آپؐ کی کامل پیروی اور اطاعت کے نتیجہ میں اُمتی نبوت کا درجہ حاصل کرنا ہرگز ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ تو اِن مولویوں نے اِن مدلّل و مُسکت دلائل سے عاجز آکر گندی گالیوں اور جُھوٹ کو اپنا سہارا بنالیا۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ پر طرح طرح کے الزامات کو اپنا مرغوب پیشہ بنالیا۔

چنانچہ ایک بدزبان و بداخلاق مولوی طاہر حسن ہرسولوی اُستاد دارالعلوم حسینیہ تاؤلی مظفر نگر (یو۔پی) ــ اپنی کتاب "قادیانیوں کو لاجواب کیجئے" میں "مُسلمان مُناظر کا موضوع سیرتِ مرزا ہونا چاہیئے" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:۔

"مرزائی حضرات اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ مناظرہ حیات و وفاتِ مسیح علیہ السلام، اجرائے نبوت وختمِ نبوت پر کریں۔ اور خود مرزا قادیانی کی سیرت و کیریکٹر کو نظر انداز کرتے ہیں بلکہ اُن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی صُورت میں سیرتِ مرزا پر بحث و مناظرہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ خود سمجھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی سیرت بے داغ نہیں ہے۔ اسی لئے اُن کو سیرتِ مرزا پر بحث ومباحثہ کرنا مَوت نظر آتا ہے۔ ہمارے مسلمان مناظر کو چاہیئے کہ وہ صرف سیرتِ مرزا ہی پر بحث کرے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ موضوع کا متعین کرانا سب سے اہم اور کٹھن مسئلہ ہے اور فریقین کی ہار جیت کا دار و مدار تعیینِ موضوع ہی پر ہوتا ہے۔ جس فریق نے اپنا موضوع منوالیا تو سمجھ لیجئے کہ اُس کی جیت ہوگئی۔ اِس لئے مسلمان مناظر کو چاہیئے کہ وہ اپنا موضوع (سیرتِ مرزا) کو دانشمندی سے منوانے میں کامیاب ہو۔ اور مرزائی حربوں، چالاکیوں، عیاری و مکاری سے اپنے کو بچاتا رہے۔"

(قادیانیوں کو لاجواب کیجئے صـــ۲۶ ناشر شعبہ نشرواشاعت دارالعلوم حُسینیہ تاؤلی مظفر نگر یو۔پی مطبوعہ ۱۴۱۲ھ)

پھر لکھتا ہے:۔

"اگر مرزائی ہمارے موضوع سیرتِ مرزا کو قبول کرتے ہیں تو ٹھیک اور اگر ہمارے پسندیدہ موضوع سیرتِ مرزا قادیانی قبول نہیں کرتے تو ہمارے مناظر کو بھی چاہیئے کہ وہ مرزائیوں کا موضوع (یعنی وفاتِ مسیح اور اجرائے نبوت والا مضمون۔ ناقل) قبول نہ کرے۔" (ایضاً صـــ۲۷)

مذکورہ حوالہ جات سے مترشح ہوتا ہے کہ دُشمنانِ احمدیت

(۱)۔ دلائل کا جواب دلائل سے دینے سے عاجز آگئے ہیں۔

(۲)۔ اور چونکہ محض بُغض اور تعصب کے نتیجہ میں وہ حضور علیہ السلام سے سخت دُشمنی رکھتے ہیں اور آپ کو گالیاں نکالنا اُن کا محبوب مشغلہ ہے اِس لئے سیرتِ مرزا جیسے موضوعات کا سہارا لے کر اشتعال انگیزی اور فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی طریق جاہل مکفرین کا قرآنِ کریم میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب بھی قرآنِ کریم پڑھا جائے اور دلائل کی بات چلے تو اَلْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حٰمٓ السجدۃ: ۲۷) تم شور مچادیا کرو تاکہ تم (اکثریت کی بناء پر غُنڈہ گردی کرکے) غالب آسکو۔

(۳)۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام اور اجرائے نبوت جیسے موضوع پر دلائل کے ذریعہ ان کی جیت نہیں ہوسکتی۔ اِس لئے اپنے مناظرین کو نصیحت کر رہے ہیں کہ یاد رکھو! ہار جیت کا دار و مدار تعیینِ موضوع پر ہوتا ہے اِس لئے کہیں وفاتِ مسیح اور اجرائے نبوت جیسے مضامین کو اپنے گلے میں نہ ڈال لینا ورنہ شکستِ فاش کا مُنہ دیکھنا پڑے گا۔

(۴)۔ بالآخر یہی نصیحت ہے کہ اگر احمدی پہلے وفاتِ مسیح اور اجرائے نبوت پر بات چیت کرنا چاہیں تو پھر ہمارا مناظر ہارنے سے اچھا ہے کہ مناظرہ ہی نہ کرے۔

یہ ہے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور یہ ہے فتحِ عظیم کہ ۱۸۹۱ء میں جب سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوئ مسیحیت فرمایا تو آج کے مولویوں کے بزرگوں نے پہلے حیات و وفاتِ مسیحؑ کے موضوع کو ہی لیا اور اسی بناء پر سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام پر فتاوئ کفر لگائے گئے۔ اور آج ٹھیک سَو سال کے بعد خدا نے یہ عظیم الشان نشانِ صداقت دِکھایا ہے کہ مولوی اس میدان کو چھوڑ کر آگے آگے بھاگ رہے ہیں اور اس طرف آنے میں اُن کو اپنی مَوت نظر آتی ہے۔ لیکن چونکہ عوام الناس میں اپنا اثر اور بھرم بھی قائم رکھنا ہے اِسلئے ایسے موضوع کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں جس سے اشتعال انگیزی اور فساد برپا کرکے اپنی برتری ثابت کرسکیں۔ لیکن ایسے تمام بدزبان مولویوں کو ہمارا یہی جواب ہے کہ

احمدی، حضرت بانئ جماعتِ احمدیہ کی صداقت اور سیرتِ طیبہ پر بات کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے مگر اِس اُصول پر کہ آپ کے دعوٰی سے پہلے کی زندگی پر بات ہوگی ۱۸۳۵ء سے ۱۸۸۲ء تک ۴۷ سالہ زندگی میں اگر کوئی عیب ہو تو نکال کر دکھاؤ۔ دعوٰی کے بعد تو دعوٰی کی مخالفت کے نتیجہ میں تمہاری آنکھیں پھر گئیں۔ تمہارے دیکھنے کا انداز بدل گیا۔ اِس دَور میں تو اپنی آنکھ کے قصور سے تُم کو لازماً ہر حُسن عیب اور ہر سیدھی چیز اُلٹی نظر آرہی ہے۔ اِسلئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر سیرت کے موضوع پر بحث کرنا ہو تو دعوٰی سے قبل کی زندگی پر بات کیجئے۔ ہاں اُس زندگی پر جس کے بے داغ اور بے عیب ہونے کے بارہ میں اُس وقت کے بڑے بڑے علماء نے بھی گواہی دی تھی جن میں سے بعض بعد میں آپ کے شدید مخالف ہوگئے لیکن اُن کی تحریریں آج بھی اُن کی مخالفت پر ایک تعجب انگیز سوالیہ نشان ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ایسی ہی بعض ناقابلِ تردید آراء پیش کی جاتی ہیں:۔

● ــ مشہور اہلِ حدیث لیڈر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی ذات اور آپ کی کتاب "براہین احمدیہ" کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اِس زمانہ میں اور موجودہ زمانہ کے حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور اِس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی و حالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نِکلا ہے جس کی نظیر پہلے مُسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔"

(اِشاعۃ السنۃ جلد ہفتم نمبر ۶ صفحہ ۱۶۹ - ۱۷۰)

نیز مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سیدنا حضرت اقدس مرزا غُلام احمد صاحب قادیانی مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی صداقت میں یُوں لکھتے ہیں:۔

"شاید امرتسری معترضین (مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اُن جیسے دیگر

معترضین مُراد ہیں۔ناقل) ومنکرین جو اہلحدیث کہلا کر حدیث کے نام کو بدنام کر رہے ہیں یہ اعتراض کریں کہ (مرزا صاحب کے) انگریزی زبان کے الہام میں طبیعت یا خیال کی بناوٹ کا احتمال نہیں؟ تو یہ احتمال تو ہے کہ یہ انگریزی الہام شیطان کی طرف سے ہے جو انگریزی۔عربی۔فارسی۔ہندی سبھی زبانیں جانتا ہے اور جو اس میں غیب کی باتیں اور پیشگوئیاں ہیں وہ شیطان نے آسمان سے چھپ کر سُن لی ہوں کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ یہی بات پہلے مشرکینِ عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات عربی کی نسبت کہی تھی۔ پس جو اس کا جواب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا ہے وہی ہم اِس مقام پر مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے دیتے ہیں۔"

اِسی طرح آپ کی نیک فطرت اور پرہیزگاری کی یُوں شہادت دیتے ہیں:۔

...."مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کے رُو سے (وَاللہُ حَسِیْبُہٗ) شریعتِ محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں اور نیز شیطانی الہام اکثر جھوٹے نکلتے ہیں اور الہامات مؤلف براہین احمدیہ سے (انگریزی میں ہوں خواہ ہندی و عربی وغیرہ) آج تک ایک بھی جھوٹا نہیں نکلا۔"

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۹ صفحہ ۲۸۲)

● شمس العلماء جناب مولانا سید میر حسن صاحب جو شاعر مشرق علامہ اقبال کے اُستاد تھے حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ ملازمت کی پاکیزگی، طہارت، نیکی اور دیانت کا تذکرہ یُوں فرماتے ہیں:۔

"حضرت مرزا صاحب ۱۸۶۴ء میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ چونکہ آپ عزلت پسند اور فضول و لغو سے مجتنب اور محترز تھے اِس لئے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہے آپ پسند نہیں فرماتے تھے....

مرزا صاحب کو اس زمانہ میں مذہبی مباحثہ کا بہت شوق تھا۔

چنانچہ پادریوں عیسائیوں سے اکثر مباحثہ رہتا تھا۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۵۴ طبع اوّل)

مولانا سید میر حسن صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

"کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔اور زار زار رویا کرتے تھے۔ایسی خشوع خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔" (ایضاً)

● مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار کے والد ماجد منشی سراج دین صاحب کی شہادت ملاحظہ فرمائیں:۔

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے..... اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔عوام سے کم ملتے تھے۔" (اخبار زمیندار مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ حیات طیبہ مؤلفہ عبد القادر (سابق سوداگر مل) مطبوعہ ۱۹۵۹ء مطبع اُردو پریس میکلوڈ روڈ لاہور)

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مذکورہ آیت قرآنی کی روشنی میں دعویٰ سے قبل کی اپنی پاک و مطہر زندگی کو صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے اپنی حُجت کو تم پر اس طرح پر پُورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں موقع دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اِس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے۔اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے۔اور تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اُس نے جھوٹ بولا ہوگا۔کون تم میں سے ہے جو میری سوانح زندگی پر نکتہ چینی کر سکتا ہے۔پس یہ خدا کا فضل ہے جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی دعوٰی سے قبل کی پاکیزہ زندگی کے متعلق اُس دَور کی مشہور و معروف ہستیوں نے جو شہادات پیش کی ہیں اُن کے بعد آجکل کے دُنیا دار مولویوں کے بے ہُودہ اعتراضات کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔لیکن پھر بھی جھوٹے کو اُس کے گھر تک پہنچانے کے لئے اس کے پیش کردہ اعتراضات کے بُطلان کو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

پہلا اعتراض:۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے خاندان پر اعتراض

بعض نادان مولوی حضور علیہ السلام پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ اپنی کُتب میں کبھی اپنے آپ کو "مغل برلاس" بتاتے ہیں۔کبھی "فارسی الاصل" بتاتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں "اسرائیلی" ہوں۔اور کبھی "فاطمی"۔اور اس طرح تمسخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"مرزا قادیانی کا خاندان چار قوموں کا معجون مرکب تھا۔وہ بیک وقت مُغل۔یہودی۔چینی۔سیّد سب کچھ تھا۔"

(بحوالہ قادیانیوں کو لاجواب کیجئے صفحہ ۵۶)

اِس احمقانہ طنز کرنے والے مولوی صاحب کو یہ بھی علم نہیں کہ مُغل ایک قوم ہے۔یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے کہلاتے ہیں اور چینی وہ ہے جو ملکِ چین کا باشندہ ہو۔خواہ یہودی ہو یا مسلمان مغل ہو یا سید۔اِسی طرح سیّد وہ نسل ہے جو اپنے آپ کو حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرتی ہے۔اب عقل کے اندھوں کو کس طرح سمجھائیں کہ ایک ہی شخص بیک وقت یقیناً مغل بھی ہو سکتا ہے یہودی بھی ہو سکتا ہے چینی بھی ہو سکتا ہے۔لیکن یاد رکھو کہ حضورؑ نے اپنے آپ کو "یہودی" کبھی نہیں کہا۔یہ اسی یہود صفت دماغ کی اختراع ہے۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ آپ مغل قوم کی برلاس

شاخ سے تعلق رکھتے ہیں تو یہ بات بالکل درست ہے۔ اور یہ بات بھی عین صداقت ہے کہ برلاس شاخ کا تعلق اہلِ فارس سے ہے کیونکہ اس قوم کے مورثِ اعلیٰ قراچار تھے جو چغتائی کے وزیر اور ایک مشہور سپہ سالار تھے۔ اپنی قوم کو سمرقند کے جنوب کی طرف تخمیناً ۳۰ میل کے فاصلہ پر شہر کش کے گرد و نواح میں آباد کیا تھا۔ اور اُس وقت کی تاریخ سے جو جغرافیائی کیفیت ثابت ہوتی ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ تمام علاقہ جو "والگا" سے بحیرہ فارس تک اور افغانستان و بلوچستان سے بخارا تک پھیلا ہوا ہے فارس کہلاتا تھا۔ اور کش بھی انہی حدود کے اندر ہے۔ خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں یہ علاقہ ماوراء النہر کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا۔ (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ بحوالہ الحیات طیبہ مؤلفہ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگر مل) صفحہ ۲۔ نیز دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۹)

پس دیکھو کہ ان حقائق کی روشنی میں یہ کیسا بے ہودہ اور لچر اعتراض ثابت ہوا۔!

دوسرا اعتراض

"جوانی میں اپنے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی پنشن کی رقم وصول کر کے عیاشی کے کاموں میں لُٹا دی۔"

(بحوالہ سیرۃ المہدی جلد ۱ صفحہ ۴۳ روایت ۴۹)

اصل واقعہ یوں ہے:۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دادا کی پنشن کے لئے سیالکوٹ گئے تو مرزا امام الدین جو آپ کے خاندان کا ہی ایک فرد تھا وہ آپ کے پیچھے پیچھے گیا اور آپ سے وہ رقم ہتھیالی اور بھاگ گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان واپس نہیں گئے اور یہ بہتر سمجھا کہ ملازمت کر کے گزارہ کر لیا جائے بجائے اس کے کہ اس نقصان کے بعد گھر والوں کو منہ دکھائیں۔"

یہ واقعہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھول پن کا، آپ کے تقویٰ اور حیاء کا۔ اور جہاں تک پنشن کی رقم چھین کر عیاشی کرنے والے کا تعلق ہے وہ پورا اُچکا نہ صرف یہ کہ احمدی نہیں تھا بلکہ آپ کا شدید مخالف تھا۔ قصور سارا اُس کا تھا لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ امام الدین کا قصور حضرت مرزا صاحب پر عائد کیا جارہا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اس وضاحت کی روشنی میں قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیہودہ اعتراض کرنے والا مولوی مرزا امام الدین سے بھی دس ہاتھ آگے ہے یا پیچھے ہے۔!! اس نام نہاد مولوی نے غالباً قرآن مجید کو غور و تدبّر سے نہیں پڑھا ورنہ اس کو معلوم ہوتا کہ ایسا لچر اعتراض تو حضرت یوسف علیہ السلام پر بھی لگایا گیا تھا کہ انہوں نے نعوذ باللہ چوری کی تھی اور مفسرین نے اس کو تسلیم بھی کر لیا۔ اگر انہیں معلوم نہیں ہے تو تفسیر جلالین۔ تفسیر الخازن۔ تفسیر فتح القدیر اور روح المعانی میں زیرِ آیت "فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ" کی تفسیر پڑھ لیں۔ اس سے خود ان کے اعتراض کی لغویت ثابت ہو جائے گی اور مرزا صاحب کی صداقت عیاں ہوگی۔

تیسرا اعتراض

سیالکوٹ میں پندرہ روپے کی معمولی ملازمت کی۔

جواب:۔ انبیاء علیہم السلام ملازمت کرتے رہے ہیں۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ملازمت نہیں کی تھی؟ بلکہ ملازمت کی درخواست کی تھی۔

(دیکھو سورہ یوسف آیت نمبر: ۵۶)

غور سے پڑھو! مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اہلِ حدیث کے لیڈر کیا فرماتے ہیں:۔

"ہم قرآن مجید میں یہ پاتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے تحت انتظامِ سلطنت کرتے تھے۔ کسی ایک نبی کا فعل بھی ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔" (اہلحدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند قیراط لے کر بکریاں چرایا کرتے تھے فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ ۔ (بخاری کتاب الاجارہ باب رعی الغنم جلد ۲)

کہ میں چند قیراط لے کر اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

چوتھا اعتراض

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زبان میں لکنت تھی۔

جواب:۔ اس اعتراض سے آپ کے بدنی عیب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حالانکہ یہی اعتراض فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لگایا تھا۔

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ (الزخرف: ۵۳)

کہ میں اس ذلیل سے بہتر ہوں۔ یہ تو اپنے مافی الضمیر کو بھی صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا۔

خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنی زبان کے روانی سے نہ چلنے کا احساس تھا۔ چنانچہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا:۔

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ (الشعراء: آیت ۱۴)

یعنی اے اللہ! میرا سینہ تنگ ہے۔ کھل کر بات نہیں کر سکتا۔ اور زبان اچھی طرح چلتی نہیں اس لئے مجھے چھوڑ دے اور ان کی طرف ہارون کو بھیج دے۔

تفسیر روح المعانی جلد ۱۹ صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے:۔

"گھٹے گھٹے ماحول کی وجہ سے آپ (حضرت موسیٰؑ) کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی تھی۔"

تفسیر روح المعانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی زبان میں بھی لکنت تھی (جزء ۱۶ صفحہ ۱۸۳)

اسی جزء ۱۶ صفحہ ۱۸۳ میں یہ بھی لکھا ہے کہ "حضرت امام مہدی علیہ السلام کی زبان میں بھی لکنت ہوگی۔"

پس جو اعتراض آپؑ کی نکتہ چینی کی غرض سے اُٹھایا گیا تھا وہ تو آپؑ کی صداقت کی دلیل بن گیا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

پانچواں اعتراض

آپ کا رنگ کالا تھا۔ (قادیانیوں کو لاجواب کیجئے صفحہ ۴۹)

جواب:۔ سفید جھوٹ ہے۔ آپ کا رنگ گندمی تھا اور آنے والے مسیح موعود کی یہی علامت بیان کی گئی ہے۔ کالا رنگ کسی جھوٹے اور دروغ گو کی ایجاد ہے۔ کیا کالے رنگ والے خدا کے پیارے اور خدا کے برگزیدہ نہیں ہوتے؟ یہ اعتراض افریقہ میں لکھ بھیجئے، اچھی تواضع ہوگی۔!!

چھٹا اعتراض

ایک آنکھ کا کانا تھا۔ (قادیانیوں کو لاجواب کیجئے صفحہ ۴۹)

جواب:۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اے جھوٹے تجھ پر خدا کی ہزاروں ہزار لعنتیں۔ تجھ ناپاک کو کب پوری طرح صحت مند آنکھوں والے اس پاک وجود کی زیارت نصیب ہوئی!؟ پس جھوٹ کی نجاست پر منہ مار کر تو نے اپنی عاقبت تو خراب کر ہی لی ہے۔ لیکن ساتھ ہی لاکھوں احمدیوں کے محبوب کو برا کہہ کر اُن کے دلوں کو دکھانے کا جرم اور گناہ بھی تیرے سر پر ہے۔ تیرے ہی جیسوں کے متعلق حضور علیہ السلام نے "ذُرِّيَّةُ الْبَغَايَا" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ورنہ خدا پرست اس سے بَری ہیں۔

ساتواں اعتراض شراب و افیون کے نشہ میں رہنے والا اور زنا کار تھا ۔ (ص۴۹)

جواب :۔ تب تو تمہارے رُوحانی بزرگ مولوی محمد حسین بٹالوی ، نذیر حسین دہلوی ، ثناء اللہ امرتسری ، رشید احمد گنگوہی وغیرہم کس قسم کے غافل اور تقوٰی شعار لوگ تھے جنہوں نے ایسے شرابی سے علمی بحثیں کیں اور مناظرے کرتے رہے حتّٰی کہ بعضوں نے یہاں تک کہا کہ اگر دعوٰیٔ نبوت نہ ہوتا تو ہمیں ماننے میں کچھ مضائقہ نہیں تھا ۔ اگر بقول تمہارے آپ نعوذ باللہ ایسے ہی شرابی تھے تو آپ کے بزرگ علماء کی طرف سے صرف اسی بات کا چرچا اور ثابت کر دینا کافی تھا ۔ پس اِس الزام پر بھی ہمارے پاس سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کے اَور کیا رہ جاتا ہے !

جہاں تک تمہارا یہ اعتراض کہ نعوذ باللہ من ذٰلک آپ زنا کار تھے ایسے الزامات تو آج تک یہودی اور آریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر بھی لگاتے ہیں ۔ اگر آپؑ کے ایک غلام پر تُم جیسے یہود صفت لوگوں نے بھی الزام لگادیا تو اس کی کیا حقیقت ہے ۔ قرآن کریم نے ایسے بُہتان باندھنے والوں کے بارہ میں اعلان فرما دیا ہے کہ یہی لوگ اللہ کے حضور پکّے جھُوٹے اور کذّاب ہیں ۔

ایک وضاحت جہاں تک اِس واقعہ کا تعلق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاہور سے " ٹانِک وائن " منگوائی تو یہ بات بالکل دُرست ہے ۔ بے علم اور عقل کے اندھوں نے جب اِس واقعہ پر اعتراض کیا تو ساتھ ہی یہ بھی ضرور پڑھا ہوگا کہ یہ ٹانِک آپ نے

★ ـــ ایک ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ منگوائی ۔

★ ـــ اور میڈیکل شاپ سے منگوائی ۔ کیونکہ یہ دوائی شراب کی دُکانوں پر نہیں بلکہ دوائیوں کی دُکان پر ملتی تھی جو زچگی کے وقت زچّہ کے لئے مفید ہوتی تھی ۔

چنانچہ مشہور کتاب MATERIA MEDICA OF PHARMACEUTICAL COMBINATIONS AND SPECIALITIES میں " ٹانک وائن " کے متعلق لکھا ہے :۔

Restorative after child's birth prophylactive against malarial fevers , anaemias , anorexia.

(PAGE :- 197)

یعنی ٹانک وائن بچّہ کی ولادت کے بعد زچّہ کی بحالی طاقت کے لئے مفید ہے نیز ملیریا کے زہر کو زائل کرنے اور کمیٔ خُون اور بھُوک نہ لگنے کے لئے مُفید ہے ۔

حضرت اقدس علیہ السّلام کے جس خط کو نشانہ بناکر اعتراض کیا گیا ہے اس میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے وہ دوائی خود استعمال کرنی ہے بلکہ اکثر حضور خود رقم خرچ کرکے غُرباء کے لئے ادویہ مُہیّا فرمایا کرتے تھے ۔

ٹانک وائن کے استعمال کروانے پر اعتراض کرنے والے مندرجہ ذیل فتاوٰی بھی ملاحظہ فرمائیں :۔

● ـــ " گیہوں جَو اور شہد کی شراب حلال ہے ۔ "

(عین الہدایہ ترجمہ هدایہ جلد ۴ ص۳۹۸ مطبوعہ نولکشور بار اوّل ۱۸۹۶ء)

● ـــ " چھوہارے و منقّے کی شراب حلال ہے ۔ "

(ضروری ترجمہ قدُوری ص۲۳۳ مطبع مجتبائی دہلی بار دوم ۱۹۰۸ء)

دوسری وضاحت بعض ذہنی مریض مولوی یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ :۔ " مرزا کی خادمہ دوشیزہ عائشہ ۔ " (الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء)

یہ عنوان مذکورہ الفضل کا مندرجہ نہیں ہے بلکہ معترض کی ذہنی عیّاشی کا کرشمہ ہے ۔ اصل بات یُوں ہے کہ عائشہ نامی ایک غریب لڑکی تھی جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کے گھر میں پلی بڑھی ۔ حضورؑ نے خود ہی اس کی شادی غُلام محمد صاحب (مبلّغ ماریشس) سے کروائی تھی ۔ مکرم غُلام محمد صاحب نے اپنی اہلیہ محترمہ عائشہ کی وفات پر ایک مضمون الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء میں لکھا اور محترمہ عائشہ مرحُومہ کی نیکی و تقوٰی کا ذکر کرتے ہُوئے لکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں آپ کو خدمت کا شرف بھی حاصل ہُوا ۔ بس اِسی بات کو گندی فطرت والے مولوی اپنی اندرونی کیفیت کو لوگوں پر کھولنے کے لئے طرح طرح کے عنوان اپنی طرف سے لگا کر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور اس نیک خاتون پر الزام لگاتے ہیں ۔ نہ معلوم ایسے بدطینت مولوی نیک اور شریف مُسلمانوں میں کیا مُنہ لئے پھرتے ہیں ۔ اور پھر مر کر خدا کو کیا جواب دیں گے ـــ ! شاید اپنے پیر و مُرشد مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مندرجہ ذیل ایک عارفانہ تعبیر سے دُنیادار سفلی مولویوں کا بیمار اور عیّاش ذہن عائشہ کے نام سے ہی فوراً دوشیزہ کی طرف جاتا ہوگا ۔ لکھتے ہیں :۔

" ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہُوا کہ احقر اشرف علی تھانوی کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں ۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا تو میرا ذہن معاً اِس طرف منتقل ہُوا کہ کم سن عورت ہاتھ آنے والی ہے ۔ "

(رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۵ھ)

حضرت مرزا صاحب پر زبان دراز کرنے والے مولوی ، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی اِس تعبیر کا کیا عُنوان لگائیں گے ـــ !؟

تیسری وضاحت ایک نہایت لغو اور بے ہُودہ کتاب " قادیانیوں کو لاجواب کیجئے " کے ص۷۸ پر ایک عنوان یہ بھی باندھا گیا ہے :۔

" کیا مرزائیوں کا نبی نامرد تھا ؟ "

ایسے الزامات کو تو دُہراتے ہوئے بھی کراہت آتی ہے کہ معمولی شرافت اور نجابت کا بیج رکھنے والا بھی اِس قسم کی بیہُودہ باتیں نہیں کرتا ۔ پھر دیکھئے ان کی عقلوں کو ہو کیا گیا ہے کہ ایک طرف زنا کاری کا بُہتان باندھتے ہیں اور اُسی پلید زبان سے نامرد ہونے کا عَیب منسُوب کرتے ہیں ۔ لیکن اس نالائق کو یہ بھی پتہ نہیں کہ نامرد کے ہاں اَولاد نہیں ہوتی ۔ لیکن اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلٰوۃ والسّلام کے ہاں بارہ (۱۲) بچّے پیدا ہوئے ۔ یعنی

نمبر شمار	نام	سنہ ولادت
۱	مرزا سلطان احمد صاحب	۱۸۵۶ء
۲	مرزا فضل احمد صاحب	۱۸۶۰ء
۳	عصمت بیگم صاحبہ	۱۸۸۶ء
۴	بشیر اوّل	۱۸۸۷ء
۵	مرزا محمود احمد المصلح الموعودؓ	۱۸۸۹ء
۶	صاحبزادی شوکت بیگم صاحبہ	۱۸۹۱ء
۷	مرزا بشیر احمد صاحبؓ	۱۸۹۳ء
۸	مرزا شریف احمد صاحبؓ	۱۸۹۵ء
۹	نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ	۱۸۹۷ء
۱۰	مرزا مبارک احمد صاحب	۱۸۹۹ء
۱۱	صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ	۱۹۰۳ء
۱۲	صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہؓ	۱۹۰۴ء

● ــــ اِس سلسلہ میں ایک ایمان افروز بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو الہاماً فرمایا تھا کہ " یَنْقَطِعُ اٰبَاءُكَ وَيُبْدَءُ مِنْكَ ۔" کہ تیرے آباء و اَجداد کا سلسلۂ نسل منقطع ہوجائے گا اور ابتدا اِس خاندان کی تجھ سے ہوگی ۔ پس اب تمام دُنیا میں نظر اُٹھاکر دیکھو کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے آباء و اَجداد کے خاندان میں سے اُنہی لوگوں کی نسل چلی جو آپ پر ایمان لائے ۔ اور جو آپ پر ایمان نہ لائے وہ لاولد مر گئے ۔

● ــــ اِسی طرح آپ نے اپنے جن دُشمنوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ اَبتر مریں گے وہ بے اولاد مرے یا اگر ان میں سے کسی کی پہلے اَولاد تھی تو آگے پھر اُس کی اَولاد نہ ہوئی ۔ چنانچہ مشہور بدزبان سعد اللہ لدھیانوی کا یہی حال ہُوا ۔

یہ تو تھا معاندینِ احمدیت کا جسمانی حال لیکن رُوحانی لحاظ سے معاندینِ احمدیت کی اکثریت لاولد مری کہ آج اُن میں کسی کی اَولاد کو وہ "مرتبہ" حاصل نہیں جو اُن کے معاند باپ دادوں کو حاصل تھا ۔ اکثر یا تو مر گئے یا عیسائی ہوگئے ۔ جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی کا ایک بیٹا عیسائی ہو گیا تھا[1]۔ ثناء اللہ امرتسری کا ایک ہی بیٹا تھا جو جوانی میں مر گیا[2]۔ اور اسی صدمہ سے پھر ثناء اللہ امرتسری کی بھی موت ہوئی ۔ دوسری طرف بعض معاندینِ احمدیت کی اَولادیں آج اللہ کے فضل سے مخلص احمدی ہیں ۔

● ــــ تصویر کا دُوسرا رُخ ملاحظہ کریں کہ نہ صرف سیّدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کو خدا نے اَولاد کی نعمت سے نوازا بلکہ آپ کی ساری کی ساری اَولاد اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے مُبارک کام میں جُتی ہوئی ہے ۔

یہ ہے تمہارے نامرد کہنے کے اِلزام کا جواب ۔ اب بتاؤ کس کے بزرگ نامرد ثابت ہُوئے ــــ !

آٹھواں اعتراض

" نبی افرنگ بیمار تھا جیسے مراق ۔ ہسٹیریا ۔ غشی ۔ نامردی دق ۔ سل ۔ تشنجِ دل وغیرہ جیسے امراض کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مگر آئیے ہم آپ کو ایسے نبی خود ساختہ سے ملائیں جو انگریزی استبداد پر کوُدنے والا اور بہت سے امراضِ مُہلکہ کا شکار تھا ۔ بدہضمی تشنجِ اعصاب ۔ جسمانی قویٰ کا اضمحلال ۔ دِق ۔ سل ۔ مراق ۔ ہسٹیریا ۔ دماغی بے ہوشی ۔ غشی ۔ سوسو بار پیشاب آنا ۔ کثرتِ اسہال ۔ دِل و دماغ کی سخت کمزوری ۔ مسلوب القویٰ شوگر ۔ دورانِ سر ۔ شدید دردِ سر ۔ جس کا آخری اثر مرگی ۔ حافظہ نہایت اَبتر ۔ حالتِ مردمی کالعدم ۔ نامردی جیسے امراض کا یہ خود ساختہ نبی محور و مرکز تھا ۔" (قادیانیوں کو لاجواب کیجئے صفحہ ۷۵ ۔ ۷۶)

"قادیانیوں کو لاجواب کیجئے" عنوان کے تحت مردود و ملعون طاہر حسن ہرسولوی نے جو جو بیماریاں حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف منسُوب کر کے استہزاء اور حقارت سے آپ کی طرف پیش کی ہیں اُن میں سے اکثر بیماریاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں تھیں ۔ اور یہ کہاں لکھا ہے کہ خُدا کے برگزیدہ مقرّب بندوں اور مامورین کو کوئی جسمانی عوارض لاحق نہیں ہوتے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دَورانِ سر اور سر درد ضرور رہتی تھی اور اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ ہر وقت آپ دشمنانِ اسلام کے مقابلہ اور خدماتِ اسلام میں مصروف رہتے ۔ کثرت سے عبادت کرتے اور انسانوں کی ہدایت کے لئے فِکرمند رہتے تھے ۔ اِسی طرح کثرتِ پیشاب کی بھی آپ کو بیماری تھی جس کا ذکر آپ نے محاورۃً فرمایا کہ دن میں سوسو بار پیشاب آتا ہے ۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۵)

اب یہ حوالہ پڑھو :

حضرت پیرانِ پیر سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ :-

" ایک دفعہ آپ کو کچھ خلل اسہال کا ہُوا اور رات بھر میں باون مرتبہ اتفاق جانے بَیت الخلاء کا عمل میں آیا . . . . تو آپ نے باون مرتبہ ہی غُسل تازہ کیا ۔" (گلدستہ کرامات صفحہ ۳۶۴)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شدّت کا بُخار دو آدمیوں کو ہوتا ہے اُس شدّت کا بُخار مُجھ اکیلے کو ہوتا ہے ۔ بعض اوقات آپؐ نماز میں بُھول بھی جاتے تھے ۔ اب کوئی نالائق کہے کہ آپؐ کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا اِس لئے آپؐ نبی نہیں کہلا سکتے نعوذ باللہ ۔ آپؐ کو تیز سر درد بھی ہوتا تھا ۔ مرض الموت میں آپؐ غشی میں بھی مبتلا رہے ۔

دراصل یہ سارا زور اِس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ یہ لوگ اپنے بُہتاناتِ کاذبہ سے آپ کے متعلق ثابت کر سکیں کہ بیمار آدمی مسیح موعود و مہدی معہود کیسے بن سکتا ہے ۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ان کے اِن اعتراضاتِ باطلہ کا اثر خود انبیاء کی ذات پر بھی پڑتا ہے ۔ ملاحظہ فرمائیں تفسیر کبیر امام رازی میں حضرت ایّوب علیہ السلام کے متعلق کیا لکھا ہے :-

" دُشمنِ خُدا (ابلیس) لپک کر حضرت ایّوب علیہ السلام کے پاس پہنچا دیکھا تو حضرت ایّوب علیہ السلام سجدے میں گرے ہُوئے تھے ۔ پس شیطان نے زمین کی طرف اُن کی ناک میں پھُونک ماری جس سے آپ کے جسم پر سر سے پاؤں تک زخم ہوگئے ۔ اور اُن میں ناقابلِ برداشت کُھجلی شرُوع ہوگئی ۔ حضرت ایّوب علیہ السلام ناخنوں سے کُھجلاتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ناخن جھڑ گئے ۔ جس کے بعد کُھردرے کمبل سے کُھجلاتے رہے پھر مٹّی کے ٹھیکروں اور پتھروں وغیرہ سے کُھجلاتے رہے یہاں تک کہ اُن کے جسم کا گوشت علیحدہ ہوگیا اور اس پر بدبُو پڑ گئی ۔ بس گاؤں والوں نے آپ کو باہر نکال کر رُوڑی پر ڈال دیا اور ایک چھوٹا سا عریش اُن کو بنا دیا ۔ آپ کی بیوی کے سوا باقی سب لوگوں نے آپ سے

---

[1] محمد حسین بٹالوی کی وفات کے وقت اس کے پانچ لڑکے زندہ تھے ۔ بڑا عبدالسلام جس کو دین سے ابتداءً نفرت تھی ۔ دوسرا عبدالشکور جو دائم الحبس ہوکر بیرونِ ہند بھیجا گیا ۔ تیسرا احمد حسین جو بے دین تھا ۔ چوتھا ابو اسحاق یہ لڑکا تعلیم الاسلام سکول قادیان میں پڑھتا رہا ۔ پانچواں عبدالنور جو کسی جُرم کے بعد رُوپوش ہوگیا ۔ ان سب سے محمد حسین بٹالوی اپنی زندگی میں بہت نالاں تھا ۔ اس کا ذکر اُس نے اپنے رسالہ اشاعۃ السُّنۃ جلد ۲۲ نمبر ۸ صفحہ ۲۲۵ ۔ ۲۲۶ میں اِس طرح کیا ہے کہ " میری اَولاد متعلقین خلاف ورزی احکامِ شریعت اور تحصیل علوم دینی سے انکار پر مُصر ہے ۔ بعض نے میرے مُنہ پر صاف کہہ دیا کہ تو میرا باپ نہیں ۔" عبرت ! عبرت !! عبرت !!!

[2] ثناء اللہ امرتسری کا ایک ہی بیٹا تھا جو تقسیمِ مُلک کے ہنگاموں میں مارا گیا ۔ اسی کے صدمہ سے بالآخر ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو فالج کے حملہ سے ثناء اللہ امرتسری کی وفات ہوئی ۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سیاسی و سماجی سرگرمیاں از قلم مولانا داؤد راز صاحب بحوالہ مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول مصنفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری صفحہ ۱۳ ناشر ثناء اللہ امرتسری اکیڈمی ۔ جی ۔ بی روڈ دہلی)

علیحدگی اختیار کرلی ..... حضرت ایوب علیہ السلام نے درگاہِ خداوندی میں نہایت تضرع سے یہ دُعا کی، اَے میرے ربّ تُو نے مجھے کس لئے پیدا کیا تھا ؟ اَے کاش میں حیض کا چیتھڑا ہوتا کہ میری ماں اُسے باہر پھینک دیتی۔ اَے کاش مجھے اُس گُناہ کا علم ہو سکتا جو مجھ سے سرزد ہُوا اور اُس عمل کا پتہ لگ سکتا جس کی پاداش میں تُو نے اپنی توجہ مجھ سے ہٹالی۔ الٰہی! مَیں ایک ذلیل انسان ہوں اگر تُو مُجھ پر مہربانی فرمائے تو یہ تیرا احسان ہے۔ اور اگر تکلیف دینا چاہے تو تُو میری سزا دہی پر قادر ہے ...... الٰہی میری اُنگلیاں جھڑ گئی ہیں اور میرے حلق کا کوّا بھی گر چکا ہے۔ میرے سب بال جھڑ گئے ہیں۔ میرا مال بھی ضائع ہو چکا ہے۔ اور میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ مَیں لقمے کے لئے سوال کرتا ہوں تو کوئی مہربان مجھے کھلا دیتا ہے اور میری غُربت اور میری اَولاد کی ہلاکت پر مجھے طعنہ دیتا ہے ..... ابن شہاب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام اِس مصیبت میں اٹھارہ سال تک مُبتلا رہے یہاں تک کہ سوائے ۲ دُور رشتہ داروں کے باقی سب دُور و نزدیک کے لوگوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کری۔"

(تفسیر کبیر امام رازی سورۃ انبیاء ع ۶ زیر آیت وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ)

پس حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء بشر ہوتے ہیں۔ بیماری اور صحت ان کے لاحقِ حال ہوتی ہے۔ ہم مافوق البشر صفات والے انبیاء کے قائل نہیں کہ وہ دو ہزار سال تک آسمان پر رہیں اور پھر جب واپس آئیں تو بھی ۳۳ سال کی عُمر کے ہی ہوں۔ بغیر کھائے پیئے زندہ رہیں جو پیدائشی اندھوں کو شفا بخش سکیں۔ مٹّی کے پرندے بنا کر اُن میں جان ڈال دیں وغیرہ وغیرہ۔ باقی جو لِسٹ بیماریوں کی بڑھا چڑھا کر پیش کی گئی ہے اس میں بُغض و تعصب کا کرشمہ ہے اور مقصد صرف استہزاء ہے۔ جہاں تک امراضِ خبیثہ کا تعلق ہے اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ :-

"ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہو جائے تو اِس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضبِ الٰہی ہو گیا اِس لئے پہلے سے اُس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا۔ اور اپنی نعمت تجھ پر پُوری کروں گا۔"

(اربعین ۳ صفحہ ۳ حاشیہ)

مراق اور ہسٹیریا کے متعلق وضاحت

بالآخر اِس سلسلہ میں تحریر ہے کہ یہ بدزبان مُعاندین آپ کے متعلق مراق اور ہسٹیریا کی بیماری کا ذکر کرکے لکھتے ہیں کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعُود علیہ السلام نے اپنے متعلق تسلیم کیا ہے کہ آپ کو یہ بیماریاں تھیں۔ اِس سلسلہ میں سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت ۱۹ صفحہ ۱۶، ۱۷ کا حوالہ دیا جاتا ہے و حصّہ دوم روایت ۳۶۹ کا۔

(۱)۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں ایک روایت ہے خود حضور علیہ السلام کی کسی تحریر سے ثابت نہیں۔

(۲)۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں سے یہ روایت نقل کی گئی ہے یہودیانہ تحریف کا ثبوت دیتے ہوئے صرف آدھا حصّہ نقل کیا گیا ہے۔ احبابِ جماعت اور تحقیقِ حق کرنے والوں کے لئے ہم "سیرۃ المہدی" کی پُوری روایت ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مَیں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرماتے تھے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقّت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹیریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً کام کرتے کرتے یکدم ضُعف ہو جانا۔ چکّروں کا آنا۔ ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا یا ایسا معلوم ہونا کہ ابھی دَم نکلتا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دِل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیرہ ذٰلک۔ یہ اعصاب کی ذکاوتِ حِسّ یا تکان کی علامات ہیں اور ہسٹیریا کے مریضوں کو بھی ہوتی ہیں اور اِنہی معنوں میں حضرت صاحب کو ہسٹیریا یا مراق بھی تھا۔"

(سیرۃ المہدی حصّہ دوم روایت ۳۶۹ صفحہ ۵۵ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے۔ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس۔ دہلی دروازہ لاہور دسمبر ۱۹۲۷ء)

قارئین اصل حوالہ پڑھ کر ان مولویوں کی یہود یانہ خصلت اور اصل بات کو چُھپا کر پیش کرنے کا گُر سمجھ گئے ہوں گے۔ دُشمنانِ احمدیت یہ بات صرف اور صرف اِس لئے پیش کرتے ہیں تاکہ اِس طرح حضورؑ کا نعوذ باللہ دیوانہ یا مجنون ہونا ثابت کریں۔ حالانکہ نہیں سوچتے کہ اِس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کُفّارِ مکہ مجنُون ہی کہا کرتے تھے۔ ارشادِ ربّانی ہے :-

اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝

(الصّٰفّٰت : اٰیۃ ۳۷)

(ترجمہ) کیا ہم ایک شاعر مجنون کے لئے اپنے معبُودوں کو چھوڑ دیں۔

اور سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نہایت سادگی پر مشتمل درج ذیل روایات کو اِسی مقصد سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ آپ کو نعوذ باللہ مجنُون ثابت کریں۔ مثلاً

★ اُلٹے سیدھے جُوتوں کی شناخت نہیں کر سکتے تھے۔

(سیرۃ المہدی جلد ۱ صفحہ ۸۳-۸۴)

★ جُراب اِس طرح پہنتے تھے کہ پَیر پر سرا آگے لٹکتا رہتا تھا۔

(سیرۃ المہدی حصّہ اول روایت نمبر ۸۳ صفحہ ۶۶)

★ بٹن کاج چھوڑ کر لگا لیتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول روایت نمبر ۸۳ صفحہ ۶۴)

اب یہ باتیں پیش کرنے والے بدطینت دُشمن تو کہلا سکتے ہیں لیکن ان روایات سے حضور علیہ السلام مجنون ثابت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایسا تو اُس شخص سے سرزد ہوتا ہے جو ہمہ وقت اپنے مشن میں مصروف ہو اور دُنیا و مافیہا کی خبر اُسے نہ ہو۔ اور پھر کبھی کبھار تو ہر انسان سے عدمِ توجّہ یا سادگی کے نتیجہ میں ایسا ہو جاتا ہے۔ اب اِن باتوں کو آپؑ کے کاذب ہونے کی دلیل بنا لینا حد درجہ کی شوخی اور عناد پر دلالت کرتا ہے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"دوسری نکتہ چینی یہ ہے کہ مالیخولیا یا مجنون ہو جانے کی وجہ سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو میں کسی کے مجنون کہنے یا دیوانہ نام رکھنے سے ناراض نہیں ہو سکتا بلکہ خوش ہوں کیونکہ ہمیشہ سے نا سمجھ لوگ ہر ایک نبی اور رسول کا بھی ان کے زمانہ میں یہی نام رکھتے آئے ہیں اور قدیم سے ربانی مصلحوں کو قوم کی طرف سے یہی خطاب ملتا رہا ہے اور نیز اس وجہ سے بھی مجھے خوشی پہنچتی ہے کہ آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے جو براہین احمدیہ میں طبع ہو چکی ہے کہ تجھے بھی مجنون کہیں گے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۳۶، ۳۷)

بالآخر نہایت ایمان افروز بات یہ ہے کہ آج کل کے سطحی مولوی جن کو طب اور ڈاکٹری سے کچھ بھی مَس نہیں اپنی طرف سے لکھتے ہیں کہ مراق کی وجہ سے دعویٰ نبوت کر دیا کیونکہ اس بیماری کا مریض ایسے دعوے کر ہی دیا کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں وہ شخص ہے جو اس زمانہ کے حکیموں اور ڈاکٹروں میں بہتوں سے اس علم میں آگے بڑھا ہوا تھا یعنی حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب شاہی حکیم مہاراجہ جموں و کشمیر۔

نواں اعتراض آخری عمر میں ہیضے سے وفات ہوئی۔ اس طرح نعوذ باللہ من ذٰلک بیت الخلاء میں وفات ہوئی۔

اس کا پہلا اور آخری جواب تو یہی ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

اب کچھ حقائق بھی پڑھ لیں تا اگر شرافت اور نجابت کی معمولی رمق بھی ہو تو اس جھوٹے پروپیگنڈہ سے باز آجائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی حیات طیبہ کے معرکۃ الآراء لیکچر "پیغام صلح" کی تصنیف میں مصروف تھے کہ آپ کو الہام ہوا

"اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ وَالْمَوْتُ قَرِیْبٌ۔"

(بدر جلد ۷ نمبر ۲۲)

یعنی کوچ کا وقت آگیا ہے۔ ہاں کوچ کا وقت آگیا ہے اور موت قریب ہے۔

جب یہ الہام ہوا تو حضور لاہور میں تھے۔ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی نے ان الہامات پر گھبرا کر عرض کیا کہ اب قادیان چلنا چاہیئے۔ باوجود اس کے حضور "پیغام صلح" کے لکھنے میں مصروف رہے۔ (یہ مضمون ہندو مسلم اتحاد پر حضور علیہ السلام نے لکھا ہے) آخر ۲۵ مئی کی شام کو یہ مضمون مکمل کر کے آپ نے کاتب کے سپرد کر دیا۔ اس مضمون کے لکھنے کے لئے دن رات کا بہت سا وقت صرف کرنے، احباب جماعت سے کثرت سے ملاقات اور بعض جلسوں میں تقاریر، کثرت کار اور آنے والے حادثہ کے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونہ ربودگی اور انقطاع کی کیفیت آپ پر طاری تھی کہ کوئی گیارہ بجے رات آپ کو پاخانہ جانے کی حاجت محسوس ہوئی۔ اور آپ اٹھ کر رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے کمزوری محسوس کی۔ اتنے میں آپ کو دوسری مرتبہ پھر حاجت محسوس ہوئی اور آپ رفع حاجت کیلئے گئے۔ اور جب اس دفعہ واپس آئے تو اس قدر ضعف تھا کہ آپ چارپائی پر لیٹتے ہوئے اپنے جسم کو سہار نہیں سکے۔ اور قریباً بے سہارا ہو کر چارپائی پر گر گئے۔ ڈاکٹروں کو بلایا گیا۔ لیکن اس کے بعد ایک اور دست آیا جس کے بعد اس قدر کمزوری محسوس ہوئی کہ گویا آپ کی نبض رک گئی۔ اس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہی ایک کلمہ سنائی دیتا تھا:-

"اللہ۔ میرے پیارے اللہ"

۲۶ مئی کو صبح کی نماز کا وقت ہوا تو بار بار یہی پوچھتے "کیا نماز کا وقت ہو گیا"۔ آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے نماز کی نیت باندھی۔ اس دوران پھر بے ہوشی ہوگئی۔ جب ہوش آیا تو پھر پوچھا کہ "کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟" عرض کیا گیا ہاں حضور ہو گیا ہے۔ پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز فجر ادا کی۔ اور بعد نماز جب بھی ہوش آتا یہی الفاظ سننے جاتے "اللہ۔ میرے پیارے اللہ"۔ بالکل اسی طرح جس طرح مرض الموت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر الفاظ تھے اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (بخاری)

اگلے دن ۲۶ مئی کو صبح دس بجے کے قریب نزع کی حالت پیدا ہوگئی۔ آخر ساڑھے دس بجے کے قریب "اللہ۔ میرے پیارے اللہ" فرماتے ہوئے آپ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ (بحوالہ سلسلہ احمدیہ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴)

آپ کی وفات پر بد زبان مخالف مولویوں نے اپنی بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک جلوس نکالا۔ حضور کو گندی گندی گالیاں نکالیں۔ فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتم کے جلوس نکالے اور ایسی ایسی گندی اور کمینی حرکتیں کیں کہ کوئی شریف آدمی ایک دشمن کی موت پر بھی نہیں سوچ سکتا۔

علاوہ اس کے ریلوے کے افسروں کو یہ جھوٹی خبر پہنچائی کہ چونکہ آپ کی وفات ہیضے سے ہوئی ہے اس لئے آپ کی نعش کو لاہور سے قادیان جانے کی اجازت نہ دی جائے[1] تا کہ لاہور میں تدفین کے وقت جس قسم کی ذلتیں وہ ڈال سکتے تھے جی کھول کر ڈال سکیں۔ جب احمدی احباب کو مخالفین کی ان کمینی حرکتوں کا علم ہوا تو مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب ڈاکٹر میجر سدر لینڈ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور کے پاس گئے جنہیں آخر وقت میں حضرت اقدس ؑ کے علاج کے لئے بلایا گیا تھا اور ان سے مخالفین کی کاروائی کا اظہار کرتے ہوئے چاہا کہ جس مرض سے حضرت اقدس کی وفات ہوئی ہے ڈاکٹر صاحب اس کے متعلق سرٹیفکیٹ دیں۔ چنانچہ انہوں نے سرٹیفکیٹ دیا کہ:-

"آپ کی وفات ہیضے سے ہرگز نہیں بلکہ اعصابی تکان کے دستوں سے ہوئی ہے۔" (بحوالہ حیات طیبہ مؤلفہ عبد القادر سابق سوداگرمل صفحہ ۴۶۱)

چنانچہ ریلوے حکام کو یہ سرٹیفکیٹ دکھایا گیا جس پر انہوں نے نعش مبارک کو قادیان لے جانے کی اجازت دی۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعش مبارک کا بعد وفات بذریعہ ریل سفر کرنا ہی بتاتا ہے کہ آپ کو ہرگز ہیضہ نہیں تھا۔ کیونکہ ہیضہ جیسا وبائی مرض اگر ہو تو ریلوے حکام ایسی نعش کو لے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ پس تمہارے آباء و اجداد کا شور مچا مچا کر ریلوے حکام کو یہ کہنا کہ آپ کی وفات ہیضے سے ہوئی ہے اور ریلوے حکام کا اس بات کو نہ ماننا اور ڈاکٹر کا ہیضے کے خلاف سرٹیفکیٹ اور نعش کا بذریعہ ریل لاہور سے بٹالہ لے آنا بد طینت مخالفین و معترضین کے اس پلید الزام کو باطل کرنے کیلئے کافی ہے۔

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چار دست اعصابی تکان سے آنے پر ہیضہ بنا لیا اور جو حضرت سید عبد القادر جیلانی ؒ کو رات بھر میں ۵۲ مرتبہ دست آئے اس کو کیا کہو گے ۔۔۔!؟ (گلدستہ کرامات صفحہ ۳۶)

لیکن بھونکنے والے پھر بھی باز نہیں آسکتے ۔

دُوسری طرف اسی دَور کے انصاف پسند علماء نے آپ کی وفات پر آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہُوئے لکھا :۔

(۱)۔ مرزا حیرت دہلوی صاحب نے لکھا :۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اِسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں"۔

(اخبار کرزن گزٹ یکم جون ۱۹۰۸ء)

(۲)۔ رسالہ "تہذیب النسواں" کے ایڈیٹر نے لکھا :۔

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدّس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوّت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کرلیتی ہے"۔

(رسالہ تہذیب النسواں، لاہور مضمون مولوی سیّد ممتاز علی ایڈیٹر بحوالہ سلسلہ احمدیہ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ ۱۹۱ و حیاتِ طیبہ مؤلفہ عبدالقادر صاحب صفحہ ۴۲۷)

جگہ کی تنگی کے پیشِ نظر صرف دو حوالوں پر اکتفا کی جاتی ہے ۔

دسواں اعتراض

"جیسے ہی انہوں نے دعوے (مجدّد، محدّث اور نبوت کے) شروع کئے ان کے پاس نذرانوں وغیرہ کی ریل پیل شروع ہوگئی اور عُمر کے آخری سالوں میں اُن کی کمائی میں بہت اضافہ ہوچکا تھا چنانچہ ۱۹۰۲ء تک ان کی کمائی اڑھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھ پتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہوتا تھا۔ اپنی زندگی کے آخری حصّے میں وہ دولت سے کھیلتے رہے۔ اُن کا معیارِ زندگی اتنا بلند ہوگیا کہ خود اُن کے پیروکار اس پر نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے"۔

(قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۱۱)

اِس کے جواب میں سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایّدہُ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

"ایک طرف تو یہ اعتراض ہے، دُوسری طرف ایسے انبیاء کو انبیاء تسلیم کرتے ہیں جن کے رہن سہن اور بُود و باش کا یہ منظر ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے متعلق لکھا ہے کہ زر و جواہر اور مال و دولت کی افراط اور فراوانی کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی شان و شوکت اور تزک و احتشام کی مثال اس سے پہلے کی تاریخ سے نہیں ملتی۔ اس کا کچھ اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ آپ نے دو سو ڈھالیں اور تین سو سِپریں خالص سونے کی بنوائیں۔

یہ تو ایک مصنّف کی بات ہے۔ بائیبل کے اصل حوالوں سے جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ تو حیرت انگیز ہے۔ سلاطین باب ۱۰ میں لکھا ہے کہ

"چاندی کا ایک بھی نہ تھا۔ سلیمان کے ایام میں اس کی کچھ قدر نہ تھی"۔

یعنی آپ کا جو سامان برتن وغیرہ تھا ان میں سے کوئی بھی چاندی کا نہ تھا۔ سارے سونے کے تھے۔ چاندی کی قدر نہیں رہی تھی۔ پھر لکھا ہے

"آپ کا تخت ہاتھی دانت کا تھا اور اس پر نہایت اعلیٰ قسم کا خالص سونا منڈھا ہُوا تھا۔ اس تخت کی چھ سیڑھیاں تھیں اور تخت کا اُوپر کا حصّہ پیچھے سے گول تھا، نشست کے پاس دو شیر کھڑے تھے اور ان چھ سیڑھیوں کے دونوں طرف بارہ شیر کھڑے تھے۔ تخت کا پایدان خالص سونے کا تھا۔ اِتنا شاندار تخت اس زمانہ میں کہیں موجود نہ تھا"۔

..... یہ تو ایک معمولی سا نقشہ ہے۔ اس زمانہ کی جو تفصیلات بائیبل میں ملتی ہیں اگر آپ انہیں پڑھیں تو حیران رہ جائیں۔ بائیبل کو چھوڑیئے قرآن کریم میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی سلطنت کے زمانہ کے جو واقعات مختصراً درج ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی سلطنت تھی کہ گویا پھر اُس کے بعد کبھی ایسی سلطنت نہ دیکھی جائے گی۔ پس اپنے اِن تمام شاہانہ تزک و احتشام کے باوجُود یہ سچّے نبی تھے اور اپنے دِین کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھے۔ لیکن اگر ان کی یہ بات سچّی ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوٰی کے بعد بہت کمائی کی (جو کہ بالکل جھُوٹی بات ہے) اور اس کمائی کے نتیجہ میں لکھ پتی شمار ہونے لگے اور اُن کے مُریدوں نے بھی آپ پر دل آزاری اور بیزاری کا اظہار کیا یہ اتنا بڑا جھُوٹ ہے اور ایسا بڑا اِفتراء ہے کہ اس پر تعجب ہوتا ہے کہ احمدیت کی مخالفت میں کس طرح دل خوفِ خُدا سے خالی ہوگئے ہیں"۔

(بحوالہ حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ پر چند اعتراضات کے مدلّل اور مُسکت جوابات۔ خطبہ جُمعہ فرمُودہ ۲۹ مارچ ۱۹۸۵ء۔ صفحہ ۲۶ تا ۲۸)

گیارھواں اعتراض

حضرت مرزا صاحب نے اپنی بیٹی کے لئے ریشمی کُرتا منگوایا۔ اور خود کستوری استعمال کرتے تھے ۔

جوابؔ :۔ عورتوں کے لئے رَیشم کا لباس پہننا جائز ہے۔ اس لحاظ سے حضور علیہ السلام نے اگر اپنی بیٹی کے لئے ریشمی کُرتا منگوایا تو کوئی خلافِ اسلام کام نہیں کیا۔ تعصب کی عینک کو اُتارو۔ جہاں تک کستوری کے استعمال کا تعلق ہے تو کستوری کا کھانا یا اس کا استعمال کرنا بھی اسلام میں حرام نہیں ہے۔ حضور نے ذیابیطس کی بیماری کیلئے بطور علاج استعمال کی۔ قرآن مجید میں ہے : یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۔

(المؤمنون ع ۳) کہ اے رسولو! جو پاک چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور نیک کام کرو۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اکثر مُشک اور عنبر استعمال کرتے تھے"۔

(سیرت النبیؐ شبلی نعمانی حصہ اوّل جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ جو اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ "ھٰذَا وُجُوْدُ جَدِّیْ مُحَمَّدًا لَا وُجُوْدُ عَبْدِ الْقَادِرِ" (گلدستہ کرامات صفحہ ۱) کہ یہ میرا وجود نہیں بلکہ میرے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا وجود ہے، اُن کے کپڑوں کی کیفیّت ملاحظہ فرمایئے :۔

(۱)۔ "جنابِ فیض مآب ملائک رکاب محبوب سُبحانی قدس اللہ سرّہٗ نہایت مقبول وضع اور خوش پوشاک رہتے تھے۔ اور جسم مبارک کے کپڑے بھی ایسے بیش قیمت اور گراں بہا ہوتے تھے کہ ایک گز کپڑا دس دینار کو خریدا جاتا بلکہ ایک دفعہ عمامہ کرامت شمامہ جناب غوثیہ

کا ستر ہزار دینار کو خریدا گیا" (گلدستۂ کرامات ص ۱۱۲)

(۲)۔ "جناب غوث الاعظم کی نعلین (جوتیاں) قدمین شریفین اپنے کی اِس قدر بیش قیمت پہنا کرتے تھے کہ وہ نعلین یاقوت سُرخ اور زمرّد سبز سے مرصّع ہُوا کرتی تھیں اور نیچے کے تلووں میں ان کی میخیں چاندی اور سونے کی جڑی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی نعلین آٹھ دن سے زیادہ اپنے پائے مُبارک میں پہنی ہوں۔"
(گلدستۂ کرامات ص ۱۱۲)

بارھواں اعتراض

"نماز میں جب وحی نازل ہوتی تو بے تاب ہو کر نماز توڑ دیتے۔"
(قادیانیوں کو لاجواب کیجئے ص ۶۲ مؤلفہ طاہر حسن ہرسولوی)

جواب:۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی طَاہِر حَسَن ہَرْسُولِوِی۔

الفضل قادیان ۷ ر فروری ۱۹۲۰ء کا جو تم نے حوالہ دیا ہے بالکل جھوٹا اور خود ساختہ حوالہ اور خود ساختہ عبارت ہے۔ ۵ تا ۹ ر فروری ۱۹۲۰ء کے الفضل اکٹھے شائع ہوئے ہیں اور ان میں یہ بات کہیں درج نہیں۔ اور نہ ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا۔ کب تک جھوٹ بول کر دُنیا کو گمراہ کرو گے اور جھوٹ کے دوزخ سے اپنا پیٹ بھرو گے ۔۔۔!؟

تیرھواں اعتراض

"روزہ رکھ کر توڑ دیتے تھے۔" (ایضاً ص ۶۲)

"سیرۃ المہدی" سے جو روایت تم نے درج کی ہے وہ اِس طرح ہے :۔

"مرزا بشیر احمد ایم۔ اے لکھتا ہے کہ اِس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دَورے کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے۔ اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو آپ کا تیرھواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دَورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔" (سیرۃ المہدی ص ۶۵ روایت نمبر ۸۱)

جواب:۔ اِس بے علم اور جاہل مولوی کو معلوم نہیں کہ قرآن مجید نے بیمار کے لئے روزہ جائز نہیں رکھا۔ "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ" (البقرہ: ۱۸۵) اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو تو دُوسرے دِنوں میں گنتی پُوری کرو۔ اِسی طرح فرمایا کہ جو روزہ نہ رکھ سکیں وہ فدیہ ادا کریں۔ اب اگر سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام نے بحالتِ بیماری روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اِس پر اعتراض کیا ہے جبکہ آپ نے فدیہ بھی ادا کر دیا۔

یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ مبارک کی روشنی میں تھا۔ اگر تمہارا کوئی اَور طریق ہے تو بتا دو کیونکہ قرآن مجید کی بات کو نا ماننا اور اس کے خلاف چلنا تو تم لوگوں کی گُھٹی میں ہے۔ کیونکہ جو عزت تم لوگوں کے دِل میں قرآن مجید کی ہے وہ ذرا ملاحظہ ہو تمہارے بزرگوں کے مطابق :۔

"کسی عذر سے قرآن مجید کو قارورات میں ڈال دینا کفر نہیں رخصت ہے۔ اور کوئی چیز نہ ہو تو قرآن شریف کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اونچے مکان سے کھانا اُتار لینا درست ہے اور بوقتِ حاجت قرآن شریف کو کسی کے نیچے ڈال لینا روا ہے۔"
(تحریف اَوراق ص ۱۴ بحوالہ وہابی نامہ ص ۳۵)

کھانے کے معاملے میں مولوی کو برداشت نہیں ہے وہ تو قرآن کو بھی نیچے رکھنا جائز سمجھتا ہے۔ ایسے مولوی بھلا روزہ کیا رکھیں گے۔

جہاں تک روزوں سے متعلق خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا نمونہ ہے وہ اِس طرح ہے، فرماتے ہیں :۔

"میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مُبارک دِن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دِن ہیں۔"
(ملفوظات جلد دوم ص ۲۰۳)

چودھواں اعتراض

حضرت مرزا صاحب نے شعر کہے ہیں جبکہ شاعر نبی نہیں ہوتا۔

جواب:۔ قرآن مجید میں جو مذکور ہے کہ "وَالشُّعَرَاۗءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ" (الشعراء: ع ۱۱) یعنی شاعر وہ ہیں جن کے پیچھے گمراہ لوگ چلتے ہیں۔ تو اِس سے مُراد وہ شُعراء ہیں جو جھوٹ۔ مبالغہ اور دروغ گوئی کے لئے اشعار کا اِستعمال کرتے ہیں۔ انہی معنوں میں امام راغب اصفہانیؒ نے اپنی مشہور لُغت میں لکھا ہے :۔

"اَلشِّعْرُ يُعَبَّرُ بِهٖ عَنِ الْكِذْبِ۔"
(مفردات زیر لفظ شِعر)

کہ شعر کا لفظ جھوٹ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جہاں سورۃ الشعراء میں عام شعراء کے متعلق ہے کہ شاعر وہ ہیں جن کے پیچھے گمراہ لوگ چلتے ہیں وہیں مؤمن اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والے شعراء کو اِس زُمرہ سے الگ کیا گیا ہے۔ فرمایا :۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ (الشعراء: ع ۱۱)

سوائے مومن شعراء کے جو اعمالِ صالحہ بجا لائیں اور انہوں نے اللہ کا ذکر کیا اور مظلوم ہونے پر بدلہ لیا۔

پس پاکیزہ اور صداقت سے پُر اشعار کہنا منع نہیں۔ خود رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اشعار سُنا کرتے تھے اور خود بھی پاکیزہ اشعار فرمایا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرما کر شعرائے معاندین کی ہجو کروائی۔ اور انہیں فرمایا کہ رُوح القدس تمہاری تائید کرے۔

درج ذیل اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود موزوں فرمائے۔ جنگِ حُنین کے موقع پر فرمایا :۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ٭ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ
(بخاری کتاب المغازی جلد ۳ ص ۱۴۱ مصری)

(ترجمہ) مَیں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ مَیں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

ایک موقع پر اپنی اُنگلی زخمی ہونے پر فرمایا :۔

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اُصْبُعٌ دَمِيْتِ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ
(بخاری کتاب الجہاد والسیر جلد ۲ ص ۹۶ مصری)

کہ تُو تو صرف ایک اُنگلی ہے جس سے خون بہہ پڑا ہے اور تُو نے اللہ کی راہ میں یہ تکلیف اُٹھائی ہے ۔

جہاں تک سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار ہیں، دیکھنا چاہیئے کہ حضورؑ نے اپنے اشعار میں کیا مضمون بیان فرمایا ہے۔ حضورؑ کے تمام اشعار حمدِ باری تعالیٰ ۔ نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ شانِ قرآن اور شانِ اسلام سے پُر ہیں ۔ پھر دشمنانِ اسلام کو جواب دینے کیلئے ہیں ۔ یا اپنی جماعت کو نصیحت کرنے پر وقف ہیں ۔ پس اِن اشعار پر اعتراض کرنے والا شخص کوئی جاہل ۔ ضدّی یا لاعلم ہی ہو سکتا ہے ۔ بالآخر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شاعری کے متعلق فرمایا ہے ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق !
اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مُدّعا یہی ہے

پندرھواں اعتراض

براہین احمدیہ کا اشتہار دے کر رقم وصول کی اور لوگوں سے وعدہ کیا کہ تین سو دلائل پچاس جلدوں میں لکھوں گا مگر وعدہ پُورا نہ کیا اور لوگوں کا روپیہ کھا گئے ۔

جواب :۔ ● ــــ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شروع میں براہین احمدیہ کی چار جلدیں تصنیف فرمائیں اور پھر ۱۹۰۵ء میں پانچویں جلد بھی تصنیف فرمائی ۔ اور یہ پانچوں کتب اس قدر ضخیم ہوگئیں کہ جس قدر حضور علیہ السلام نے ۵۰ کتابیں لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا یہ پانچ جلدیں اپنے حجم اور دلائلِ بالغہ کے لحاظ سے پچاس جلدوں کے برابر قرار پائیں ۔ اور جس مقصد سے یہ کتاب لکھی گئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ پُورا ہوگیا ۔ چنانچہ آج تک کسی غیر مذاہب والے کو یہ جُرأت نہیں ہوسکی کہ وہ اِس کتاب کا باشرائط و بادلائل جواب لکھ سکے ۔

● ــــ بعد اس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کُل اسّی کُتب اِسلام کی حقانیت و صداقت میں لکھیں ۔ جن میں "آئینہ کمالاتِ اسلام" ۔ "سُرمہ چشم آریہ" ۔ "چشمہ معرفت" ۔ "نور القرآن" ۔ "جنگِ مقدّس" ۔ "چشمہ مسیحی" ۔ "سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب" ۔ اور "ست بچن" جیسی کُتب شامل ہیں ۔ جو غیر مذاہب کے مقابلہ پر لکھی گئیں ۔ اگر ان سب کُتب کو شامل کر لیا جائے تو ان کا حجم براہین احمدیہ کی پچاس جلدوں سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے ۔

● ــــ بعد کی تبدیلی یعنی براہین احمدیہ کی تصنیف کو چھوڑ کر دیگر تصنیفی کاموں کی طرف رُخ کا مُڑنا دراصل خدا کے حکم سے تھا ۔ حضور علیہ السلام اِس بارے میں فرماتے ہیں :۔

"ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اُس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی ۔ پھر بعد اس کے قُدرتِ الٰہیہ کی ناگہانی تجلّی نے اِس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی ۔ یہ عاجز بھی حضرت ابنِ عمران کی طرح اپنے خیالات کی شبِ تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردۂ غیب سے اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ کی آواز آئی اور ایسے اَسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل کی رسائی نہ تھی ۔ سو اَب اِس کتاب کا متولّی اور مہتمم ظاہرًا و باطنًا حضرت ربّ العالمین ہے ۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا اِرادہ ہے ۔ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اِس جلد چہارم تک انوارِ حقیّتِ اسلام کے ظاہر کئے گئے ہیں یہ بھی اتمامِ حُجّت کیلئے کافی ہیں ۔ اور اس کے فضل و کرم سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ جب تک شکوک و شبہات کی ظُلمت دُور نہ کرے اپنی تائیداتِ غیبیہ سے مددگار رہے ۔"

(ٹائیٹل پیج براہین احمدیہ حصّہ چہارم)

اِس سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے تبدیلیٔ حالات کے باعث وعدہ میں تبدیلی فرمائی ۔

چنانچہ اس بارہ میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں :۔

عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهُ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لِقُرَيْشٍ اِسْئَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ وَعَنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ وَذِي الْقَرْنَيْنِ فَسَئَلُوْهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ غَدًا اُخْبِرُكُمْ وَلَمْ يَسْتَثْنِ فَاَبْطَاءَ عَنْهُ الْوَحْيُ بِضْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا حَتّٰى شَقَّ عَلَيْهِ وَكَذَّبَتْهُ قُرَيْشٌ ۔ (تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین ص۲۴۱ مجتبائی)

(ترجمہ) : مجاہد سے مروی ہے یہودیوں نے قریش سے کہا اِس نبی سے رُوح ، اصحاب کہف اور ذی القرنین کے متعلق سوال کرو ۔ چنانچہ انہوں نے سوال کیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل آنا میں تمہیں بتاؤں گا اور استثناء نہ کیا ۔ تو وحی چند دن تک رُکی رہی یہاں تک کہ یہ امر آپ پر شاق گزرا اور قریش نے آپ کو جھٹلایا ۔

پس ثابت ہُوا کہ وعدہ کرنے والا اگر اپنی کسی بدنیّتی سے وعدہ پُورا نہ کر سکے تب قابلِ مؤاخذہ ہوتا ہے ورنہ نہیں ۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ میں بھی مشیّتِ الٰہی حائل تھی ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وعدہ میں بھی مشیّتِ الٰہی حائل تھی ۔

● ــــ جہاں تک روپیہ کھانے کے الزام کا تعلق ہے تو اِس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"ہم نے . . . . دو مرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتاب ہمارے حوالہ کرے اور اپنی قیمت لے لے ۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اِس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے ہیں انہوں نے کتابیں بھیج دیں ۔ اور قیمت واپس لے لی ۔ اور بعض نے تو کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا ۔ مگر پھر بھی ہم نے قیمت دے دی ۔"

(تبلیغِ رسالت جلد ۷ ص۸۷ و ایام الصلح طبع اوّل ص۱۷۳)

سولھواں اعتراض

"ایام الصلح" میں لکھا ہے کہ مَیں نے کسی اِنسان سے قرآن و حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا ۔ یا کسی مفسر یا محدّث کی شاگردی اختیار نہیں کی ۔

لیکن "کتاب البریّہ" میں لکھا ہے کہ بچپن کے زمانہ میں جب چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی معلّم فضل الٰہی نام رکھا گیا ۔ جب دس سال کا ہُوا تو ایک عربی معلّم رکھا گیا ۔ اور بعد اس کے جب مَیں ۱۷ یا ۱۸ سال کا ہُوا تو ایک مولوی صاحب گل علی شاہ صاحب سے پڑھا ۔"

ایام الصلح اور کتاب البریّہ کی عبارات میں تضاد ہے گویا حضور علیہ السلام نے نعوذ باللہ جھُوٹ بولا ـــــ !

جواب :۔ مذکورہ عبارتوں میں کوئی تضاد نہیں اور نہ ہی آپ نے جھُوٹ بولا ہے ۔ یہ صرف طاہر حسن ہرسولوی مؤلّف کتاب "قادیانیوں کو لاجواب کیجئے" کی اپنی کم فہمی یا ضد و عناد کی عادت کی وجہ سے اُسے ایسا محسوس ہوتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں اساتذہ جن سے آپ نے چھ سال دس سال اور ۱۷ یا ۱۸ سال کی عُمر میں تعلیم حاصل کی ہے صرف گھریلو تعلیم تھی ۔ اور نہ ہی یہ اساتذہ کوئی ایسے مُفسّرین یا محدّثین

تھے۔ بات تو تب ہوتی کہ اگر حضور علیہ السلام ایک جگہ یہ فرماتے کہ آپ نے دیوبند جیسے ادارے میں فاضل مولویوں کی طرح کئی کئی سال لگاتے یا ندوۃ العلماء سے یا دہلی کے کسی ادارے سے فلاں مضمون میں تخصص کیا اور پھر دوسری جگہ فرماتے کہ مَیں نے کسی مُفسّر یا مُحدِّث سے تعلیم حاصل نہیں کی تو یہ ضرور جھُوٹ ہوتا۔

لیکن ابتدائی معلومات جس میں ایک قاعدہ فارسی کا ایک قاعدہ عربی کا پڑھا جائے اور کچھ صرف ونحو کی شُد بُد حاصل کی جائے ہرگز اِس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آپ نے کسی مُفسّر یا مُحدِّث سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بلکہ جو علم بھی تفسیر کا یا علم القرآن اور علم الحدیث کا یا عربی زبان کو اُمّ الالسنہ ثابت کرنے کے بارے میں کتاب منن الرحمٰن تحریر کرنے کا یا عربی میں فصیح و بلیغ کُتب لکھنے کا یا دلائلِ قاطعہ کا انبار جو اسلام کی حقّانیت کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو بخشا گیا وہ سب خُدائی علم تھا جس کو ہم موہبتِ الٰہی قرار دے سکتے ہیں یہ ہرگز ہرگز کسبی علم نہ تھا عقل ہوتی تو خود ہی سوچ سکتے کہ بھلا آٹھ سال یا دس سال کا بچہ کس قدر عالم ہو سکتا ہے۔ اس قدر بے عقلی کی بات تو بس آج کل کے متعصب مولویوں کو ہی زیب دیتی ہے جو بُغض وعناد میں ڈوب کر عقل و انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ دراصل جھُوٹا آدمی اپنا اندرونہ انہی باتوں سے ظاہر کرسکتا ہے۔

ستر ھواں اعتراض

"انگریزی نبی کو اُس کے خدا انگریز کی طرف سے زبان انگریزی میں بھی الہام ہُوا کرتا تھا۔ چنانچہ نزول مسیح میں کہتا ہے جس کا خُلاصہ یہ ہے کہ انگریزی نہیں جانتا اِس کوچہ سے بالکل ناواقف ہوں۔

لیکن انگریزی نبی کا یہ دعوٰی سفید جھُوٹ اور دروغ آمیز مصلحت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس نے دَورانِ ملازمت سیالکوٹ انگریزی کی دو ایک کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں۔"

(قادیانیوں کو لاجواب کیجئے ص۶۰)

جواب:۔ یہ اعتراض جو نہایت شوخی اور گُستاخی سے متکبرانہ انداز میں کیا گیا ہے معترض بد دماغ کے اندھے پن کی علامت ہے۔ اگر رتّی بھر عقل بھی کھوپڑی میں ہوتی تو ضرور سوچ سکتا تھا کہ انگریزی کی ابتدائی دو کتابیں جن میں سوائے A.B.C یعنی انگریزی حروفِ تہجّی سکھلانے کے کچھ نہیں سکھایا جاتا کیا صرف ان کتابوں کے پڑھ لینے سے کوئی دعوٰی کرسکتا ہے کہ وہ زبان انگریزی اچھی طرح جان سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۶۴ء میں A.B.C. کے دو قاعدے پڑھے تھے۔ آپؑ نے بالکل سچ فرمایا ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ مجھے انگریزی نہیں آتی یہ بھی بالکل سچّی بات ہے۔ جو آپ کی ایمانداری اور تقوٰی پر دلالت کرتی ہے۔

رہا تمہارا یہ کہنا کہ انگریزی نبی کو انگریزی زبان میں الہام ہوتا تھا تو یہ بات تو درُست ہے کہ آپ کو یقیناً زبانِ انگریزی میں الہام ہوئے اور ان الہامات کو تمہارے بزرگ "حضرت مولانا" محمد حسین بٹالوی نے بھی سچا تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اِسی مضمون میں دُوسری جگہ حوالہ درج ہے غور سے ملاحظہ کرو۔ اِسی طرح یہ حوالہ بھی قابلِ غور ہے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں:۔

"ہرچند قبل تسلیم الہام مؤلف یہ الہامات انگریزی زبان ان لوگوں پر حُجت نہیں ہوسکتے مگر جب وہ انصاف سے کام لیں گے اور اِس بات کو کہ مؤلف براہین احمدیہ انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا۔ اے۔ بی۔ سی کی صورت تک نہیں پہچانتا متواتر شہادت سے متحقق کرلیں گے اور ان الہامات کے مضامین مشتمل اخبارِ غیب کو (جن پر کوئی بَشر بذاتِ خود قادر نہیں) انصاف کی نظر سے دیکھیں گے تو انصاف اُن کو اِن الہامات کی تسلیم پر مجبُور کردے گا۔"

(اشاعۃ السُّنۃ بٹالہ ستمبر تا نومبر ۱۸۸۵ء جلد ۷ شمارہ نمبر ۱ ص۲۸۸)

اب بتاؤ کہ تمہارے بزرگ محمد حسین بٹالوی کی بات کو سچ مانیں یا تمہاری۔ دونوں میں سے کوئی ایک تو جھُوٹا ضرور ہے۔ ویسے اِس معاملہ میں تمہاری نسبت موقع کا گواہ محمد حسین بٹالوی اِس معاملہ میں ضرور سچّا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو تم نے انگریزی نبی لکھا ہے تو غلط لکھا ہے۔ آپؑ انگریزی نبی نہیں بلکہ اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت میں کُل عالَم کے نبی تھے۔ اور انگریزی نبی سے مُراد تمہاری یہ ہے کہ آپؑ کو نعوذ باللہ انگریزوں نے کھڑا کیا ہے تو اِس بارہ میں اِسی شمارہ میں ایک الگ مضمون شائع کیا گیا ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ انگریزوں کے چاپلوس نمبر ا دیوبندی۔ ندوی اور اُس زمانہ کے اہلحدیث لیڈر محمد حسین بٹالوی تھے جو انگریز کو "ظلّ الٰہی" "سایۂ خدا" وغیرہ الفاظ سے یاد کرکے اُن سے زمینیں حاصل کرتے رہے۔ انہی میں انگریزوں کے حقیقی پِٹھو رشید احمد گنگوہی بھی شامل تھے۔ جن کے فتوٰی سے دو لاکھ مسلمانوں کو جنگِ عظیم میں انگریزوں کی طرفداری کرنے کے لئے شامل کیا گیا۔ (دیکھو پیسہ اخبار لاہور ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء) تم لوگ تو اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مثل بھُول کر اپنے آپ کو بچانے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو "انگریزی نبی" کہتے ہو۔ اَے گُستاخو! خدا سے ڈرو! دراصل تمہارے ہی جیسے مولویوں کو حضور علیہ السلام نے "اَے بدذات فرقہ مولویان" لکھا ہے۔ ورنہ خُدا پرست اِس میں شامل نہیں۔

اٹھارہواں اعتراض

مرزا صاحب نے حج کیوں نہ کیا جبکہ صحیح مُسلم میں ہے کہ مسیح موعود حج کرے گا۔

جواب:۔ حج کے لئے کچھ شرائط مقرر ہیں۔ اُن میں سے ایک راستے کا امن بھی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو راستے کا امن حاصل نہیں تھا اِس لئے حج نہ کرسکے۔ آپ لاہور گئے رستہ میں قتل کرنے کے لئے لوگ بیٹھ گئے۔ امرتسر اور سیالکوٹ میں گئے مخالفین نے اینٹیں ماریں۔ دہلی گئے وہاں آپ پر حملہ کیا گیا اور مکّہ میں تو آپ پر کفر کا فتوٰی لگایا گیا تھا۔ اِسی طرح آج بھی احمدیوں کو حج کے لئے راستے کا امن حاصل نہیں۔ کوئی بھی احمدی اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرکے حج نہیں کرسکتا۔ پس یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا۔ معاندین دراصل منافقین کی طرح دو منہ رکھتے ہیں۔ ایک طرف کُفر کا فتوٰی لگا کر راستے کا امن برباد کردیا تو دُوسری طرف حج نہ کرنے کا اعتراض جڑ دیا۔

جہاں تک صحیح مُسلم کی اُس حدیث کا تعلق ہے جس میں لِکھا ہے

لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا

(مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ:۔ ابنِ مریم فجّ روحاء مقام سے حج یا عُمرہ کیلئے احرام باندھیں گے۔

اِس حدیث میں دراصل عیسائی دُنیا کو یہ بتانا مقصُود تھا کہ تمہارا مسیح بیت اللہ کا حج کرے گا پس تمہارا فرض ہے کہ شریعتِ محمدیہؐ پر ایمان لاؤ۔ اِس حدیث کا تعلق اُمتِ محمدیہؐ کے مسیح موعود سے نہیں۔ یہ پیشگوئی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ہی پُوری ہوگئی۔ چنانچہ حدیث نبویؐ میں ہے:۔

اِنَّہٗ مَرَّ بِالصَّخْرَۃِ مِنَ الرَّوْحَاءِ سَبْعُوْنَ نَبِیًّا حُفَاتًا عَلَیْھِمُ الْعِبَاءُ یَطُوْفُوْنَ الْبَیْتَ الْعَتِیْقَ ۔ (شرحِ التعرف ص۷)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَوحاء کی چٹان کے پاس سے ستّر نبیوں نے ننگے پاؤں چادریں اوڑھے خانہ کعبہ کا طواف کیا ہے ۔ پس یہ وہی رَوحاء جگہ ہے اور اس میں عیسٰی بن مریم بھی شامل ہو چکے ہیں ــــ خاص طور پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ذکر بھی ایک حدیث میں ملتا ہے ۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں :۔

كُنْتُ اَطُوْفُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْكَعْبَةِ اِذْ رَأَيْتُهٗ صَافَحَ شَيْئًا وَلَمْ اَرَهٗ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ صَافَحْتَ شَيْئًا وَلَا نَرَاهُ قَالَ ذٰلِكَ اَخِیْ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ اِنْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى قَضٰى طَوَافَهٗ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ۔

(الفتاوی الحدیثیۃ للامام ابن حجر الھیثمی ص۱۵۴ مصری)

ترجمہ :۔ راوی کہتا ہے کہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ حضورؐ نے کسی سے مصافحہ کیا جو مجھے نظر نہیں آیا ۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ! ہم نے آپ کو کسی سے مصافحہ کرتے دیکھا ہے لیکن اُس شخص کو نہیں دیکھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بھائی عیسٰی بن مریم تھا ۔ میں نے اس کا طواف کرنے کا اِنتظار کیا اور پھر مَیں نے اُسے سلام کیا ہے ۔

پس عیسٰی علیہ السلام کے حج کی پیشگوئی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پُوری ہو چکی ہے ۔ فجّ الروحاء وفات یافتہ لوگوں کا میقاتِ احرام ہے ۔

(بحوالہ احمدیہ تعلیمی پاکٹ بُک مرتبہ قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری ص۳۳۹، ص۳۴۰)

اُنیسواں اعتراض

مرزا صاحب نے قوّتِ باہ کی دوائیاں استعمال کیں ۔ اس اعتراض کے تحت طاہر حسن ہرسولوی اپنی کتاب "قادیانیوں کو لاجواب کیجئے" میں لکھتا ہے ــــ "کیا مرزائیوں کا نبی نامرد تھا ؟" ــــ قارئین ملاحظہ فرمائیں اِس مولوی نے کس قدر شوخی اور بدزبانی کا مظاہرہ کیا ہے ۔ آگے "نزول المسیح" کا حوالہ لکھتا ہے :۔

"مرزا قادیانی نزول المسیح میں لکھتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب میری شادی کے بارے میں غیبی پیغامات وصُول ہوئے اس وقت مَیں جسمانی اور دماغی اِعتبار سے بہت کمزور تھا ۔ ایسا ہی میرا دل بھی کمزور تھا ۔ ذیابیطس ، دورانِ سر اور قلبی تکلیف کے علاوہ تپِ دق کی علامات بھی ابھی باقی تھیں جب ان ناگفتہ بہ حالات میں میری شادی ہوگئی میرے بہی خواہوں کو بہت رنج ہُوا کیونکہ میری قوّتِ رجولیت بھی صِفر تھی ۔"

(نزول المسیح در رُوحانی خزائن ص۵۸۷ ج ۱۸)

یہودیانہ طرز اختیار کرتے ہوئے بدزبان طاہر حسن نے یہ حوالہ نامکمل نقل کیا ہے ۔ اِس کے آگے عبارت ملاحظہ فرمائیں :۔

"چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا جو اَب تک موجود ہے کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پُوری قوّت ، صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کئے ۔"

یہودیوں کی طرح تحریف کرنے والا طاہر حسن اگر حضور علیہ السلام کا مکمل حوالہ درج کرتا تو اس کے سامنے یہ موت درپیش تھی کہ معجزانہ طور پر نہ صرف حضور علیہ السلام کی قوّت ، صحت اور طاقت کا ذکر آجاتا بلکہ یہ ذکر بھی آجاتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو چار لڑکے عطا کئے پھر بھلا وہ آپ کو نعوذ باللہ نامرد کیسے بتا سکتا ؟ لیکن یہ جھوٹا مولوی چونکہ ایک طرف آپ کو بیمار ثابت کرنا چاہتا تھا تو دوسری طرف نامرد ثابت کرنا چاہتا تھا اس لئے اَدھورا حوالہ لکھ کر معصوم عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی کوشش کی ہے ۔

اور جہاں تک تمہارا یہ اعتراض ہے کہ حضور علیہ السلام نے قوّتِ مردمی کی دوائیاں استعمال کی ہیں تو اِس سلسلہ میں عرض ہے کہ خُدا تعالیٰ کے انبیاء بشر ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا : "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" (الکہف : ۱۱۱) تُو کہہ دے کہ مَیں تو تمہارے جیسا ایک اِنسان ہوں ۔

حضرتِ امام غزالیؒ اپنی مشہور و معروف کتاب "کیمیائے سعادت" میں فرماتے ہیں :۔

"اور غرائب اخبار میں ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ مَیں نے اپنے آپ میں ضُعفِ شہوت دیکھا تو جبرئیل نے مجھے ہریسہ کھانے کو کہا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضور کی نَو عورتیں تھیں اور وہ تمام عالَم پر حرام ہو چکی تھیں ۔ اور اُن کی اُمید تمام جہان سے منقطع ہو چکی تھی ۔"

(کیمیائے سعادت مترجم اُردو ملک عنایت اللہ صاحب پروفیسر مشن کالج مطبوعہ دین محمدی پریس رکن سوم مہلکات میں اصل پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کے علاج میں ص۲۷)

فارسی ایڈیشن مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۲۷۸ پر یہ روایت درج ہے :۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے اپنی قوّتِ باہ کا شکوہ کیا جبرئیل نے کہا تم ھَرِیسَہ کھایا کرو کہ اس میں قوّت چالیس مَردوں کی رکھی ہے ۔"

بیسواں اعتراض

"مرزا صاحب نے خود اپنے لڑکے کو کہہ کر اپنی بہو کو طلاق دِلوائی ۔"

جَوَاب :۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹے فضل احمد کو کہہ کر اپنی بہو کو طلاق دِلوائی ۔ کیونکہ وہ بیوی اور اُس کے رشتہ دار سب دنیادار خدا اور اس کے رسولؐ کو گالیاں نکالنے والے اور دہریہ خیالات کے تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بہو کو طلاق دِلوا کر خلافِ اسلام کچھ نہیں کیا بلکہ

● ــــ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضؓ کو کہہ کر اپنی بہو کو طلاق دِلوائی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عبداللہ بن عمر سے اپنے والد عُمر رضؓ کا کہنا ماننے کا ارشاد فرمایا ۔ (ترمذی کتاب الطلاق)

● ــــ اِسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو کہا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے ۔ (بخاری جلد ۲ کتاب بدء الخلق ص۱۴۷)

اکیسواں اعتراض

پہلے اپنے مُریدوں کی تعداد پانچ ہزار بیان کی لیکن جب ایک سال کے بعد انکم ٹیکس کا سوال ہُوا تو جھٹ لکھ دیا کہ میرے مُریدوں کی تعداد دو صد ہے ۔

جَوَاب :۔ پہلی تعداد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے تمام افراد کی بتائی تھی جن میں مرد و زن اور بچّے سب شامل تھے ۔ اور دُوسری تعداد جو "ضرورت الامام" میں بیان ہوئی ہے وہ تعداد صرف چندہ دینے والے مردوں کی ہے ۔ اس میں چندہ نہ دینے والے

بچے اور عورتیں شامل نہیں۔ چونکہ مجسٹریٹ نے جو چندہ دینے والوں کی لسٹ طلب کی تھی لہٰذا وہی لسٹ دی گئی۔ اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے اور تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے اتار دیا جائے اور بوقتِ اعتراض عقل و دانش کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پر کوئی ایک اعتراض بھی نہیں اُٹھتا۔

بائیسواں اعتراض

مرزا صاحب نے عُلماء کو گالیاں نکالیں۔

جواب:۔ اس سوال کے جواب میں سب سے پہلے یہ بات دیکھنی ہوگی کہ گالیوں اور بدزبانیوں میں کس نے ابتداء کی اور ابتداء کرکے اس کو انتہاء تک پہنچا دیا۔ جب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ مسیحیت فرمایا تب یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کی طرح اس وقت کے مولوی حضور علیہ السلام کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک کُفر کا فتویٰ تیار کیا اور پورے ہندوستان میں پھر کر دو صد نام نہاد علماء کے اس پر دستخط کروائے۔ اس فتویٰ میں اور اس کے علاوہ بھی جو زبان اختیار کی گئی اس میں مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعوذ باللہ من ذٰلک

دجّال۔ کافر۔ ضال۔ کذّاب۔ مفتری۔ مکّار۔ ٹھگ۔ فاسق۔
فاجر۔ خائن۔ کہا گیا۔

اور پھر علاوہ اس کے بدزبان و بے باک مولویوں کی زبانیں اور قلمیں قینچی کی طرح چلی ہیں تو نہایت بے رحمی اور گستاخی سے آپ کو طرح طرح کی گالیاں نکالی گئی ہیں۔ چنانچہ کتاب "قادیانیوں کو لاجواب کیجئے" کا ایک پیراگراف ہم اس موقع پر اپنے معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ہر انصاف پسند سوچے کہ ایسے الفاظ تو کوئی دُشمن کے لئے بھی استعمال نہیں کرتا لیکن یہ بد اخلاق و بدکردار مولوی اپنی کمینگی اور سفلہ طبعی میں کس حد تک گر گئے ہیں۔ یہ الفاظ ایسے ہیں جن کو لکھنے سے قلم رُکتی اور جسم تھرتھراتا ہے لیکن مجبوراً ہم انصاف پسند حضرات کو دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر گالیوں کا الزام لگانے والوں نے پہلے آپ کو کیسی گالیاں دی ہیں۔ طاہر حسن ہرسولوی اپنی مذکورہ کتاب میں حضور علیہ السلام کے متعلق لکھتا ہے:۔

> "یہ شخص قادیان کا دہقان، شکل و صورت میں کالا ایک آنکھ کا کانا شراب و افیون کے نشہ میں رہنے والا۔ زنا سے دل بہلانے والا۔ ماں کی نافرمانی کرنے والا۔ بیوی سے مجرد رہنے والا۔ جوانی کی رنگ رلیوں میں باپ کی پنشن اُڑانے والا۔ غیر محرم عورتوں سے آنکھیں لڑانے والا۔ رشوت خوری سے پلنے والا۔ مقدمہ بازی میں منہمک رہنے والا۔ اپنے شرکاء کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنے والا۔ دن رات میں سو سو دفعہ پیشاب کرنے والا۔ مرض ہسٹیریا کا دُکھ اُٹھانے والا۔ مرض مراق میں بڑبڑانے والا۔ انگریز کی آواز پر لبیک کہنے والا۔ یہاں تک کہ خدا۔ خدا کی بہو۔ خدا کا نطفہ۔ خدا کا بیٹا۔ خدا کا باپ جیسے دعاوی کرنے والا۔ یہ ہے مرزائیوں کے نبی کی زندگی کا مختصر خاکہ۔"
>
> (قادیانیوں کو لاجواب کیجئے صفحہ ۴۹)

یہ ہیں وہ گالیاں اور سراسر جھوٹے الزامات جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ان لوگوں نے لگائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:۔

> "تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مَیں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی میں سبقت کی ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جُرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجّال رکھا اور میرے پر فتویٰ کُفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذّاب، مفسد، دجّال، مفتری، مکّار ٹھگ، فاسق، فاجر، خائن رکھا تب خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ صحت نیّت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں۔ مَیں نفسانی جوش سے کسی کا دُشمن نہیں اور مَیں چاہتا ہوں کہ ہر ایک سے بھلائی کروں مگر جب کوئی حد سے بڑھ جائے تو مَیں کیا کروں۔ میرا انصاف خدا کے پاس ہے۔ ان سب مولوی لوگوں نے مجھے دُکھ دیا اور حد سے زیادہ دُکھ دیا اور ہر ایک بات میں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا۔ پس مَیں بجز اس کے کیا کہوں یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱)

پس مذکورہ اعتراض کرنے والے رُوئے زمین کے تمام مولویوں کو کُھلا چیلنج ہے کہ وہ ثابت کریں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی سخت الفاظ استعمال کرنے میں پہل کی ہے۔ لیکن قیامت تک وہ کبھی یہ ثابت نہیں کرسکیں گے کہ ایسا ہُوا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور اُن جیسے علماء کے متعلق قرآن مجید کی یہ تعلیم اپنی جماعت کو دی ہے کہ " وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا " فرماتے ہیں:۔

> "بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہوجاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اِس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عمل اور راست بازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔" (رازِ حقیقت صفحہ ۲)

اِس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ملاقات کے وقت "جنگ و جدل" اور "تیز زبانی" سے کام لیتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو اِس سے منع فرمایا۔ اب بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اپنی جماعت کو اس سے منع کرے اور پھر خود وہی کام کرے۔ پس ثابت ہُوا کہ حضور علیہ السلام نے ان عُلماء کہلانے والوں کے جواب میں اگر کہیں بظاہر سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں تو وہ پہلے سے کہے گئے کئی گُنا سخت الفاظ کے جواب میں ہیں اور عین قرآنی تعلیم کے مطابق ہیں کہ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ (النسآء: ۱۴۹)

ترجمہ:۔ اللہ بُری بات کے اظہار کو پسند نہیں کرتا ہاں مگر جس پر ظُلم کیا گیا ہو (وہ اس ظلم کا اظہار کرسکتا ہے) اور اللہ بہت سُننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان علماءِ اسلام کہلانے والوں کی گالیوں دُشنام دہی۔ منصوبوں۔ حکومت کے خلاف آپؑ کی جھوٹی شکایات کرنے اور آریوں و عیسائیوں کے ساتھ مل کر آپؑ کے خلاف جھوٹے مقدمات میں گواہیاں دینے پر ہی اُن میں سے بعض مولویوں کے لئے سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"راستباز علماء اِس سے باہر ہیں۔ (یعنی اُن کے حق میں بُرا نہیں کہا گیا)
صرف خائن مولویوں کی نسبت لکھا گیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو دُعا کرنی چاہیئے
کہ خدا تعالیٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے۔
کیونکہ اسلام پر اب نازک وقت ہے۔ اور یہ نادان دوست اِسلام پر
ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں۔" (اشتہار ۷؍دسمبر ۱۸۹۲ء بعنوان
"قیامت کی نشانی" ملحقہ آئینہ کمالاتِ اسلام)

پھر فرمایا:۔

"نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَتْكِ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَقَدْحِ
الشُّرَفَاءِ الْمُهَذَّبِيْنَ سَوَاءً اَكَانُوْا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
اَوِ الْمَسِيْحِيِّيْنَ اَوِ الْاٰرِيَه۔"

ترجمہ:۔ ہم صالح علماء کی ہتک اور شرفاء کی توہین سے اللہ کی پناہ
چاہتے ہیں خواہ ایسے لوگ مسلمان ہوں یا عیسائی یا آریہ۔" (لُجّۃ النور صفحہ ۶۷)

پس جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے

"كُلُّ مُسْلِمٍ يَقْبَلُنِيْ وَيُصَدِّقُ دَعْوَتِيْ اِلَّا ذُرِّيَّةَ
الْبَغَايَا۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام)

یعنی ہر مسلمان مجھے قبول کرے گا سوائے ذُرّیۃ البغایا کے۔ یعنی وہ دُشمنانِ اسلام جو سرکشی میں حد سے بڑھ گئے یا جن کے دِلوں پر مُہر لگ گئی۔ یہ تو ذُرّیۃ البغایا کے مجازی معنیٰ ہیں جو غیر مسلم دشمنانِ اِسلام کے لئے ہیں۔ لیکن علمائے اِسلام نے اشتعال پھیلانے کے لئے اپنی طرف منسوب کر لئے۔

لیکن وہ لوگ جنہوں نے حضور علیہ السلام کو نعوذ باللہ۔ زنا کار۔ عیاش۔ خدا کا نُطفہ اور ولد الحرام جیسے الفاظ سے پکارا ہے تو اِن سب کے حق میں "ذُرِّيَّةُ الْبَغَايَا"۔ یعنی "بغایا کی اولاد" مدافعانہ طور پر استعمال ہُوا ہے کہ در اصل وہ خُود ایسے ہیں جو حضور علیہ السلام پر ایسے الزامات لگاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق لکھا ہے:

اٰذَيْتَنِيْ بِخُبْثٍ فَلَسْتُ بِصَادِقٍ
اِنْ لَّمْ تَمُتْ بِالْخِزْيِ يَا ابْنَ بِغَاءٍ

حضورؑ نے خود جو اس کا ترجمہ فرمایا ہے وہ اِس طرح ہے:۔

"خباثت سے تُو نے مجھے ایذاء دی ہے پس اگر تُو اب رُسوائی سے
ہلاک نہ ہو تو مَیں اپنے دعوٰی میں سچا نہ ٹھہروں گا اَے سرکش اِنسان"۔
(الحکم جلد ۱۱ ۲۷ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

اِس شعر کا ترجمہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے لفظی طور پر کر دیا ہے جس کے معنیٰ "کنجری کی اُولاد" کے ہیں ورنہ حضور علیہ السلام نے خود جو ترجمہ کیا ہے وہ اُوپر درج کیا گیا ہے۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے اگر لفظی ترجمہ کیا ہے تو آپ نے بھی برمحل اور موقع کے مطابق ہی کیا ہے۔ کیونکہ اُس شخص نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے حد گستاخی کی تھی۔ یہاں تک کہ مجبُور ہو کر ڈاکٹر اقبال کو بھی اس کے متعلق لکھنا پڑا ؎

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی ٭ خوب ہوگی مہتروں میں قدر دانی آپ کی
بیت ساری آپ کی بیت الخلا سے کم نہیں ٭ ہے پسند خاکروباں شعر خوانی آپ کی
(آئینہ حق نُما بجواب الہاماتِ مرزا صفحہ ۱ مؤلفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

اِسی خبیث الفطرت سعد اللہ کو مؤلف کتاب "قادیانیوں کو لاجواب کیجئے" طاہر حسن ہرسولوی جو در اصل سعد اللہ لدھیانوی کی فطرت اپنے اندر رکھتا ہے، لکھتا ہے:۔

"مولوی سعد اللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مرزا قادیانی جہنم مکانی
کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔"

دیکھی آپ نے ہرسولوی ملعُون کی عبارت۔ کیا یہ سعد اللہ لدھیانوی سے اپنی گندی فطرت میں کچھ کم ہے۔!؟ سچ ہے الجنس یمیل الی الجنس۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سعد اللہ لُدھیانوی کے متعلق سخت الفاظ استعمال کرنے کی وجہ یُوں بیان فرماتے ہیں:۔

"سعد اللہ کی نسبت میری کتابوں میں بعض سخت لفظ پاؤ گے اور
تعجب کرو گے کہ اِس قدر سختی اس کی نسبت کیوں اختیار کی گئی۔ مگر یہ
تعجب اُس وقت فی الفور دُور ہو جائے گا جب اُس کی گندی[1] نظم اور
نثر کو دیکھو گے۔ وہ بدقسمت اِس قدر گندہ زبانی اور دُشنام دہی میں بڑھ
گیا تھا کہ مجھے ہرگز اُمید نہیں کہ ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
یہ بدزبانی کی ہو۔ بلکہ مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ جس قدر خُدا کے نبی دُنیا میں
آئے ہیں اُن سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دُشمن ثابت نہیں
ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲)

بالکل یہی حال مولوی ثناء اللہ امرتسری، رشید احمد گنگوہی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، غلام دستگیر قصوری، محی الدین لکھوکے۔ چراغ الدین جمّونی وغیرہ کا تھا جو حضور علیہ السلام کی شانِ اقدس میں دِن رات گُستاخیاں کرتے تھے۔ پھر حضورؑ نے جواباً ان لوگوں کے متعلق بعض سخت الفاظ استعمال کئے ہیں[2]۔ اور یہی سُنّتِ انبیاء وسُنّتِ صالحین ہے۔

کتاب نجم الہُدیٰ کے مندرجہ شعر میں جہاں حضورؑ نے فرمایا ہے ؎

اِنَّ الْعِدَا صَارُوْا خَنَازِيْرَ الْفَلَا
وَنِسَاءُهُمْ مِنْ دُوْنِهِنَّ الْاَكْلُبُ

کہ "بے شک دُشمن (نہ کہ مخالفین) جنگلوں کے سُوٴر بن گئے اور اُن کی عورتیں ایسی ہیں کہ کُتیاں بھی اُن سے کم تر۔"

یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدِ نظر مُسلمان مخالفین نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدزبان دُشمن مُراد ہیں۔ اِس وضاحت پر اگلا شعر مزید روشنی ڈالتا ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے لکھا ہے ؎

سَبُّوْا وَمَا اَدْرِيْ لِاَيِّ جَرِيْمَةٍ
سَبُّوْا اَنَعْصِى الْحِبَّ اَوْ نَتَجَنَّبُ

کہ انہوں نے گالیاں دی ہیں (یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) اور مَیں نہیں جانتا کہ آپؐ کے

---

[1] ۔ اس کی گندی نظم کے نمونہ کے لئے مولوی ثناء اللہ کا رسالہ "الہاماتِ مرزا" صفحہ ۲۸ تا ۳۰ ملاحظہ فرمائیں۔

[2] ۔ جن مولویوں کے یہاں نام لئے گئے ہیں اُن میں سے کوئی طاعون سے مر گیا جیسے غُلام دستگیر قصوری۔ چراغ الدین جمّونی۔ محی الدین لکھوکے۔ کوئی اندھا ہو گیا جیسے رشید احمد گنگوہی۔

کس جرم کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ انہوں نے گالیاں دی ہیں تو کیا ہم اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نافرمان ہو جائیں گے یا آپ سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ یعنی اُن کے اعتراضوں اور گالیوں سے ایسا ہونا محال ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ ان شعروں میں مُسلمان مخالف مراد نہیں ہیں بلکہ وہ دُشمنانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جنہوں نے آپؐ کی شان میں بیحد گستاخیاں اور دلآزاریاں کیں۔

قرآن مجید کے سخت الفاظ

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:۔

"وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" (التوبہ: ۷۳)

کہ ان کفار و منافقین پر سختی کرو۔

پھر فرمایا: وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (القلم: ع۱)

اور تُو قسمیں کھانے والے اور ذلیل۔ طعنہ کرنے والے چغلیاں کرتے والے۔ نیکیوں سے روکنے والے۔ زیادتی کرتے والے۔ گناہ گار۔ بدلگام اور حرام زادے کی پیروی نہ کر۔

اسی طرح مخالفین کے لئے قرآن مجید میں

"شَرُّ الْبَرِيَّةِ" بدترین مخلوق (البینہ: ۷)

"كَالْأَنْعَامِ" جانوروں کی طرح (الاعراف: ۱۸۰)

"حَصَبُ جَهَنَّمَ" جہنم کا ایندھن (الانبیاء: ۹۹)

وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

حدیث شریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سخت الفاظ استعمال فرمائے اس سلسلہ میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:۔

عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَعِضُّوْهُ بِهَنِ أَبِيْهِ وَلَا تَكْنُوْا۔

(مشکوٰۃ کتاب الآداب باب المفاخرۃ والعصبیۃ صفحہ ۳۵۶)

ترجمہ:۔ حضرت اُبی ابن کعب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جو کوئی جاہلیت کی طرز پر نسبت کرے (یعنی جھوٹے طور پر دُوسری قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے) تو کٹواؤ اُس کو اُس کے باپ کا ستر اور کنایہ نہ کرو۔

مُلا علی قاریؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اَلْعَضُّ أَخْذُ الشَّيْءِ بِالْأَسْنَانِ. بِهَنِ أَبِيْهِ بِفَتْحِ الْهَاءِ وَتَخْفِيْفِ النُّوْنِ كِنَايَةٌ عَنِ الْفَرْجِ أَيْ قُوْلُوْا لَهُ أُعْضُضْ بِذَكَرِ أَبِيْكَ وَأَيْرِهِ أَوْ فَرْجِهِ وَلَا تَكْنُوْا بِذِكْرِ الْهَنِ مِنَ الْأَيْرِ بَلْ صَرِّحُوْا لَهُ۔

(مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۶ مطبع انصاری)

یعنی عَضّ کے معنی ہیں کسی چیز کو دانتوں سے پکڑنا۔ بِهَنِ أَبِيْهِ۔ ھاء کی زبر اور نون کی زیر سے ہے۔ مُراد شرمگاہ ہے۔ یعنی اس کو کہو کہ اپنے باپ کی شرمگاہ کاٹ اور شرمگاہ ہی کہو۔ اس بیان میں کنایہ سے کام نہ لو بلکہ صراحت سے کہو۔

● حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری میں درج ہے کہ صُلح حُدیبیہ کے وقت کفارِ مکہ کا سفیر عُروہ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت گفتگو کر رہا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا

"فَقَالَ لَهُ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ اُمْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ"۔

(بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد جلد ۲ مصری و زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

اس کا ترجمہ بخاری مترجم اُردو شائع کردہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز لاہور سے نقل کیا جاتا ہے:۔

"حضرت ابوبکرؓ نے (یہ سُن کر) عُروہ سے کہا کہ لات کی شرمگاہ چُوس"۔

● ایسے ہی بہت سے الفاظ انجیل میں بھی ملتے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مخالفین کے لئے استعمال فرمائے ہیں۔ لکھا ہے:۔

"اَے سانپو اَے سانپوں کے بچو۔" (متی باب ۲۳ آیت ۳۳)

کبھی انہیں کہا "اندھے" (متی باب ۱۵ آیت ۱۴)

"اَے ریاکارو" (متی باب ۲۳ آیت ۱۳)

"سُؤر اور کُتّے" (متی باب ۲۱ آیت ۳۱)

"کنجریاں تم سے پہلے خدا کی بادشاہت میں جائیں گی"۔ (متی باب ۲۱ آیت ۳۱)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بعض بدزبان مولویوں کے خلاف جو سخت الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بھی مدافعانہ طور پر بدزبان دشمنوں کے جواب میں ہیں۔ اور قرآنی ہدایت جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کے عین مطابق ہے۔

● یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھے جانے کے لائق ہے کہ جو لوگ بھی مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں نکالتے ہیں اور جیسی گالی نکالتے ہیں اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ وہ خود اس گالی کے حقیقی حقدار ہوتے ہیں۔ مثلاً جو زانی کہتا ہے وہ عام طور پر خود اس گناہ میں مُبتلا ہوتا ہے۔ یا جو جھُوٹا، مکار وغیرہ کہتا ہے وہ خود جھُوٹ کی بیماری میں مُبتلا ہوتا ہے۔ اس کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ یہ مولوی جو حضور علیہ السلام پر گندے الزام لگاتے ہیں آئے دن اخبارات میں اُن کی طرف سے چلائے جانے والے مدرسوں میں نہایت غلیظ حرکات ان لوگوں کی طرف خود اُن کے اپنے ہی منسوب کرتے ہیں۔[۱]

---

[۱] حاشیہ:۔ مثال کے طور پر ثناء اللہ امرتسری نے جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید مخالفت کی اور آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے تو پھر ایسے ہی الزامات خود اُن کے مُریدوں نے اُن پر لگائے۔ چنانچہ اُن دنوں ایک اشتہار محمد شاہ نامی شخص کی طرف سے بعنوان "غضبِ حق بر جاہلِ مطلق" شائع ہُوا۔ اس میں لکھا:۔

(۱)۔ "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تبہ منڈا حاصل کرنے کے لئے سفر پر چلا گیا۔ اس کے بعد پسّو کاٹنے سے اُس کی زوجہ نے ایک بچہ جنا اور وہ مولود مسعود سنِ شعور حاصل کرنے کے بعد علم و فضل سے مُزیّن ہو گیا تو ایسا شخص مقتدائے قوم یا امام بن سکتا ہے یا نہیں"۔

(۲)۔ "چند ایسے شخص جو بچپن میں ناجائز اُمور کے مُرتکب ہوں اور ان کے اُستاد یا دوسرے دوست اُن سے ناجائز افعال کے مُرتکب ہو چکے ہوں کیا ایسے اشخاص یا منجملہ ان کے کوئی شخص اَدائے نُصرتِ اسلام میں صادق ہو سکتے ہیں یا نہیں"۔

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

● دوسری بات یہ ہے کہ جو مخالف جیسا الزام لگاتا ہے اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ خود اس الزام میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ کئی لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ آپ نعوذ باللہ بیت الخلاء میں فوت ہوئے چنانچہ بعد میں اُن کی مَوت بیت الخلاء میں ہوئی۔ جنہوں نے آپ پر زنا کا الزام لگایا وہ بحالتِ زنا رنگے ہاتھوں پکڑے گئے اور پھر اُن کے مُنہ کالے کئے گئے۔! رشید احمد گنگوہی پہلے اندھا ہُوا بعد میں سانپ کے کاٹنے سے مرا۔ کشمیر کا ایک مولوی آپ کو کانا کہتا تھا بندوق کی گولی خود اُس کی آنکھ میں لگی اور وہ ساری عُمر کے لئے کانا ہو گیا۔ فَاعتبِرُوا یا اولی الابصار۔

خلاصہ یہ کہ سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السّلام کی سیرتِ طیبہ پر الزامات لگانے والوں کے سامنے ہماری طرف سے بس پہلی دلیل یہی ہے کہ آپ علیہ السلام پر دعوٰی سے قبل ایسے الزامات نہیں لگائے گئے بلکہ دعوٰی سے پہلے آپ لوگوں کے بزرگ آپؑ کو سچّا اور راستباز اور خادمِ اسلام جانتے رہے۔ اس لئے دعوٰی کے بعد کے الزامات صرف اور صرف دُشمنی، حسد، بُغض اور عناد کے نتیجہ میں ہیں۔ حالانکہ یہ جواب ہر عقلمند اور انصاف پسند کے لئے کافی ہے۔ لیکن پھر بھی متفرق طور پر بعض اعتراضات جو آپ کی سیرت پر لگائے جاتے ہیں ہم نے اِس مضمون میں پیش کئے ہیں۔ اور بادلائل اُن سب کو غلط، جھُوٹ اور مُلّاؤں کا فریب بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کے مُلّاں خاص طور پر دیوبندی مُلّاں صرف اور صرف جھُوٹ سے ہی اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو ان کو یہی تعلیم دی گئی ہے کہ اظہارِ حق کی خاطر جھُوٹ بولنا جائز ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ خدا بھی جھُوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (دیکھو فتاوٰی رشیدیہ کامل صفحہ ۲۴۰)

پس یہ لوگ جھُوٹ بولنے پر اور نہایت بے باکی سے گندی اور غلیظ باتیں کرنے پر اپنی فطری عادت کی تکمیل و تسکین کے لئے مجبور ہیں۔ ایسے بے باک اور گندہ زبان مولویوں کے لئے سیّدنا حضرت امیر المومنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا سکھائی ہے جو احباب جماعت کو کرتے رہنا چاہیئے:-

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا۔

اَے اللہ! تو اِن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان کو پیس کر رکھ دے۔

اٰمین اَللّٰھُمَّ اٰمین ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۳) "اگر کسی شخص کا نام زناع اللہ ہے وہ عالم فاضل بھی ہو گیا ہے تو کیا یہ نام شرعاً جائز ہے یا نہیں۔" (اشتہار محمد شاہ صفحہ ۲ بحوالہ آئینہ حق نما صفحہ ۱۳، صفحہ ۱۴)

اِسی طرح سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کے بڑے فرزند ابوذر کے برادر نسبتی نے لکھا:-

"مَیں یہ بات حلفاً کہہ سکتا ہُوں کہ عطاء اللہ شاہ بخاری خانوادۂ سادات میں سے نہیں۔"

(کتاب پردہ اُٹھتا ہے ۱۹۹۱ء ناشر شیعہ ورلڈ فیڈریشن لنڈن صفحہ ۳۷۹ مصنف شہید سیّد شاہد کاظمی)

(مذکورہ اقتباس مذکورہ کتاب کے عنوان "حرامیوں کی پہچان" سے لیا گیا ہے)

اِس قسم کے بیسیوں حوالے تمہارے سابقہ "بزرگوں" اور آج کے دَور کے بزرگوں کے ہمارے پاس موجُود ہیں کہ جس نے بھی سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر جیسے الزام لگائے ویسے الزام اُن پر لگ چکے ہیں۔ اگر آئندہ پھر بھی سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ علیہ السلام کے متعلق گندی زبانیں استعمال کی گئیں تو بتصدیق ایسے حوالہ جات پیش کر دیئے جائیں گے جو بعض مدرسوں کے شاگردوں نے خود ہمارے پاس تحریری طور پر بیان کئے ہیں۔

نُصرتِ الٰہی

منظُوم کلام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام

خُدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نُصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اِک عالَم دِکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہَوا اور ہر خس رہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دُشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی، اُن پہ اِک طوفان لاتی ہے
غرض رُکتے نہیں ہرگز خُدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

(منقول از براھین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

—— (۲) ——

دعوتِ فِکر

یارو! خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے مَیل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟
حق کی طرف رُجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈُوبتے؟
آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے ردّ جو محقق ہے ایک بات؟
کچھ ہوش کر کے عذر سُناؤ گے یا نہیں؟
سچ سچ کہو، اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ مُنہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

(منقول از براھین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۳۹ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

پیشگوئیوں کے اُصول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشروط پیشگوئیاں

پیشگوئی بابت محمدی بیگم ـــ پیشگوئی بابت عبداللہ آتھم پادری

حضرت اقدس مسیح پاک مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہزارہا پیشگوئیوں میں سے صرف چند ایک مشروط پیشگوئیوں پر دُشمنانِ احمدیت اپنی کم فہمی سے اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پُوری نہیں ہوئیں۔ چنانچہ ان پیشگوئیوں کی تفاصیل، ان کی صداقت اور پیشگوئیوں کے اُصول کے متعلق مکرم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری مرحوم کا درجِ ذیل مقالہ پیش ہے۔ اس میں محمدی بیگم صاحبہ اور پادری عبداللہ آتھم کی پیشگوئیوں کے بابت تفصیلی تذکرہ ہے۔ (ادارہ)

پیشگوئیوں کے اُصول

ا۔ پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض وعدہ پر مشتمل ہوتی ہیں اور بعض وعید یعنی کسی عذاب کی خبر پر۔

اَ۔ جو پیشگوئیاں کسی وعدہ پر مشتمل ہوتی ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی شرط مذکور نہ ہو تو وہ وعدہ لفظاً لفظاً پورا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ وعدہ مشروط ہو اور جس شخص یا قوم کے متعلق وعدہ ہو وہ اس شرط کو پورا نہ کرے جس شرط سے یہ وعدہ مشرُوط ہے تو وہ وعدہ پورا نہیں کیا جاتا یا اس میں تاخیر ڈال دی جاتی ہے۔ چنانچہ قوم موسٰی علیہ السلام کو کنعان کی سرزمین دینے کا اِن الفاظ میں وعدہ کیا گیا تھا کہ :۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ.

(المائدہ ع ۴)

"یعنی اَے قوم! ارضِ مقدّسہ (کنعان) میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور (اِس کام سے) پُشت نہ پھیر لینا ورنہ نامُراد لَوٹو گے۔"

یہ وعدہ پُشت نہ پھیرنے سے مشرُوط تھا۔ چونکہ بنی اسرائیل نے یہ کہہ کر پُشت پھیر دی کہ :۔

يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ..... اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ.   (المائدہ ع ۴)

"یعنی اَے موسٰی! اِس بستی میں ایک زبردست قوم رہتی ہے ...... جب تک وہ اس میں ہیں ہم اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ تم اور تمہارا خُدا جا کر لڑائی کرو ہم یہاں ہی بیٹھے ہیں۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ علاقہ ان پر چالیس برس کے لئے حرام کر دیا جیسا کہ فرمایا :۔

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ.   (المائدہ ع ۴)

"یعنی وہ زمین (کنعان) ان پر چالیس سال کے لئے حرام کر دی گئی۔ وہ زمین میں بھٹکتے رہے۔"

ب۔ وعید کی تمام پیشگوئیاں عدمِ عفو کی شرط سے مشرُوط ہوتی ہیں۔ چنانچہ عقائد میں یہ مُسلّم ہے کہ :۔

اِنَّ جَمِيْعَ الْوَعِيْدَاتِ مَشْرُوْطَةٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ فَلَا يَلْزِمُ مِنْ تَرْكِهَا دُخُوْلُ الْكِذْبِ فِيْ كَلَامِ اللّٰهِ.

(تفسیر کبیر جلد ۲ ص۴۰۹ مصری)

"یعنی وعیدی پیشگوئیوں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر خُدا تعالیٰ نے معاف نہ کر دیا تو لفظاً لفظاً پُوری ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر وعیدی پیشگوئی پُوری نہ ہو تو اس سے خدا کے کلام کا جھُوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔"

عقائد کی کتاب مُسلّم الثبوت کے ص۲۸ میں ہے کہ :۔

اِنَّ الْاِيْعَادَ فِيْ كَلَامِهٖ تَعَالٰى مُقَيَّدٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ.

"کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر وعید میں عدمِ عفو کی شرط ہوتی ہے۔"

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ :۔

اِنَّ وَعِيْدَ الْفُسَّاقِ مَشْرُوْطٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ.

(بیضاوی تفسیر اٰل عمران ع ۱ زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ)

کہ فاسقوں کے متعلق عذاب کی پیشگوئی کا پُورا ہونا اِس شرط سے مشرُوط ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ معاف نہ کر دے۔ یہ اُصول وعیدی پیشگوئی کے متعلق حدیثِ نبوی صلعم سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ تفسیر رُوح المعانی جلد دوم ص۵۵ مصری میں لکھا ہے :۔

"اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَجُوْزُ اَنْ یُّخْلِفَ الْوَعِیْدَ وَاِنْ اِمْتَنَعَ اَنْ یُّخْلِفَ الْوَعْدَ وَبِھٰذَا وَرَدَتِ السُّنَّۃُ فَفِیْ حَدِیْثِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَہُ اللّٰہُ عَلٰی عَمَلِہٖ ثَوَابًا فَھُوَ مُنْجِزٌ لَہٗ وَمَنْ اَوْعَدَہٗ عَلٰی عَمَلِہٖ عِقَابًا فَھُوَ بِالْخِیَارِ وَمِنْ اَدْعِیَۃِ الْاَئِمَّۃِ الصَّادِقِیْنَ یَا مَنْ اِذَا وَعَدَ وَفَا وَاِذَا تَوَعَّدَ عَفَا۔"

یعنی خدا تعالیٰ کے لئے جائز ہے کہ وہ وعید (یعنی عذاب کی پیشگوئی) میں تخلّف کرے اگرچہ وعدہ کے خلاف کرنا ممتنع ہے اور اسی طرح سُنّت میں بھی وارد ہُوا ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ انسان کے عمل پر کسی ثواب (انعام) کا وعدہ کرے تو اُسے پُورا کرتا ہے۔ اور جس سے اس کے کسی عمل پر عذاب کی وعید کرے اُسے اختیار ہے (چاہے تو اُسے پُورا کرے چاہے تو معاف کر دے) اور ائمہ صادقین کی دُعاؤں میں سے ایک دُعا یُوں ہے کہ اَے وہ اللہ کہ جب وعدہ کرے تو پُورا کرتا ہے اور جب وعید کرے تو معاف کرتا ہے۔"

عذاب ادنیٰ رجُوع سے بھی ٹل سکتا ہے

قرآن مجید بھی اس اصل کا مؤید ہے کہ توبہ استغفار بلکہ ادنیٰ رجوع سے بھی عذاب الٰہی ٹل جاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ زُخرف میں ہے کہ جب قوم فرعون پر موعود عذاب آتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ:-

یٰۤاَیُّھَا السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ اِنَّنَا لَمُھْتَدُوْنَ فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اِذَا ھُمْ یَنْکُثُوْنَ۔ (زُخرف ع ۵)

"یعنی انہوں نے کہا اَے جادُوگر! ہمارے لئے اپنے ربّ سے دُعا کر۔ اس عہد کی وجہ سے جو اُس نے تجھ سے کیا ہے۔ ہم یقیناً ہدایت پانے والے ہیں۔ اور جب ہم نے ان سے عذاب دُور کر دیا تو وہ معاً وعدہ توڑ دیتے تھے۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عذاب ادنیٰ رجُوع سے بھی ٹل جاتا ہے۔ قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادُوگر کہتی ہے مگر صرف دُعا کی درخواست کرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ ان سے عذاب دُور کر دیتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ عہد شکنی کریں گے۔

پھر قرآن کریم میں ہے کہ:-

"وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۔ (سُورۃ الانفال ع ۲)

"کہ خُدا تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا نہیں در آں حالیکہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔"

پیشگوئیوں میں مُلہم اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے

۲۔ ملہم اپنے الہام کا بعض اوقات اپنے اجتہاد سے ایک مفہوم سمجھتا ہے لیکن اس کا یہ اجتہادی خیال درست نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے اپنے اجتہادی معنوں میں تو وہ خبر غیب پُوری نہیں ہوتی۔ البتہ اصل الہام کے الفاظ میں بہرحال پوری ہو جاتی ہے۔ اور واقعات الہامی الفاظ کی صحیح تعبیر کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ مَیں تیرے اہل کو غرق ہونے سے بچا لوں گا۔ جب اُن کا بیٹا غرق ہونے لگا تو انہوں نے خدا تعالیٰ کو اس کا وعدہ اِن الفاظ میں یاد دلایا کہ:-

"اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ۔" (ھُود ع ۴)

"یعنی بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ (کہ مَیں تیرے اہل کو بچاؤں گا) سچّا ہے۔"

اِن الفاظ میں اپنے بیٹے کے لئے بچائے جانے کی درخواست تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ:-

اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔ (ھُود ع ۴)

یعنی یقیناً وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عمل کے لحاظ سے صالح نہیں یا تیرا ایسی درخواست کرنا مناسب نہیں پس تو ایسی بات کے لئے جس کا تجھے علم نہیں مجھ سے درخواست مت کر۔ مَیں تجھے (اس لئے) نصیحت کرتا ہُوں کہ (مبادا) تم نادانوں میں سے ہو جاؤ۔

اِن آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے غرق ہونے والے بیٹے کو خدا کی پیشگوئی میں مذکور لفظ "اہل" میں داخل سمجھا کیونکہ جسمانی لحاظ سے وہ بہرحال آپ کے "اہل" میں داخل تھا۔ لیکن علمِ الٰہی میں اہل کے بچایا جانے کے وعدہ میں وہ داخل نہ تھا۔ کیونکہ خدا کے نزدیک وہ 'اہل' مراد تھے جو رُوحانی لحاظ سے بھی "اہل" ہوں۔ اس لئے نوح علیہ السلام نے اجتہادی غلطی سے، بچائے جانے والے اہل کے وعدہ میں اُسے داخل سمجھا حالانکہ وہ خدا کے وعدہ میں شامل نہ تھا۔ اس لئے خُدا تعالیٰ نے نوحؑ کو اُس کے بچایا جانے کی درخواست پر اُن کی غلطی سے متنبّہ کر دیا۔ پس ضروری نہیں کہ ملہم الہام کے جو معنی سمجھے وہ ضرور درست ہوں یا جس امر کو وہ خدائی وعدہ سمجھے وہ ضرور خدائی وعدہ ہو۔ اور اس میں تخلّف جائز نہ ہو۔ ایسے خیالی وعدہ کو پورا کرنے کا خدا تعالیٰ ذمّہ دار نہیں ہوتا۔ اسلامی عقائد کی کتابوں میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ:-

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ یَجْتَھِدُ فَیَکُوْنُ خَطَأً۔ (نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی صفحہ ۳۹۲)

"یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اجتہاد کرتے تو اس میں خطا ہو جاتی۔"

آگے اس کے ثبوت میں حدیث نبوی اِن الفاظ میں درج کی ہے:-

اَلْمُجْتَھِدُ یُخْطِئُ وَیُصِیْبُ فَاِنْ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَاِنْ اَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ۔ (نبراس)

کہ "مجتہد اجتہاد میں غلطی بھی کرتا ہے اور درست اجتہاد بھی کرتا ہے۔ اگر اس کا اجتہاد درست ہو تو اُسے دو اجر ملتے ہیں (ایک اجتہاد کرنے کا اور دُوسرا اجتہاد درست ہونے کا) اور اگر وہ غلطی کرے تو اُسے ایک اجر (یعنی صرف اجتہاد کرنے کا) ملتا ہے۔"

لہٰذا بعض اوقات ملہم ایک وعیدی پیشگوئی کو قضائے مبرم سمجھ لیتا ہے۔ لیکن عنداللہ وہ قضائے معلق ہوتی ہے۔ ایسی مبرم سمجھی جانے والی قضاء بعض اوقات صدقہ اور دُعا وغیرہ سے ٹل جاتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے :۔

اَكْثِرْ مِنَ الدُّعَاءِ فَاِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ ۔ (کنز العمال جلد اول صفحہ ۱۶۷ وجامع الصغیر مصری جلد اول صفحہ ۵۴)

کہ "کثرت سے دُعا کرو۔ کہ دُعا تقدیر مبرم (مبرم سمجھی ہوئی) کو بھی ٹال دیتی ہے۔"

اسی طرح صدقہ کے بارے میں ہے کہ :۔

"اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ الْمُبْرَمَ النَّازِلَ مِنَ السَّمَاءِ۔"

(روض الریاحین برحاشیہ قصص الانبیاء صفحہ ۳۶۴)

یعنی "صدقہ وخیرات اس بلاء کو دُور کر دیتا ہے جو مبرم طور پر آسمان سے نازل ہونے والی ہو" (یعنی جسے بظاہر مبرم سمجھا جاتا ہو)

اسلام میں خدا کے دربار سے کوئی شخص مایوس نہیں لوٹتا۔ اسلئے کہ وہ فرماتا ہے :۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۔ (زُمر ع ۶)

"اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ تم خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم پر چالیس دنوں کے اندر عذاب نازل ہونے کی پیشگوئی فرمائی (دُرِّ منثور وغیرہ) اور اپنی پیشگوئی کے متعلق انہیں اتنا یقین تھا کہ شہر سے باہر ڈیرہ ڈال کر عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ مگر قوم نے ٹاٹ پہن لیے اور عورتوں، بچوں، جانوروں اور چوپایوں کو بھوکا رکھ کر خدا تعالیٰ کے حضور واویلا کیا تو خدا نے قوم کے رجوع کی وجہ سے اس سے عذاب ٹال دیا۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام اس خیال سے بھاگ کھڑے ہوئے کہ میری پیشگوئی پُوری نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مجھے جھٹلائیں گے اور اس بھاگنے کی وجہ سے ان پر گرفت ہوئی اور انہیں تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَوْلَا قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ ۔ (یونس ع ۱۰)

کہ "کیوں کوئی اور بستی ایمان نہ لائی سوائے یونسؑ کی بستی کے جب اِس بستی کے رہنے والے ایمان لے آئے تو ہم نے اُن سے عذاب دُور کر دیا۔"

اور یونس علیہ السلام کے متعلق ایک اور جگہ آیا ہے کہ :۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔

(انبیاء ع ۶)

کہ "ذاالنون (مچھلی والا یونس) قوم سے ناراض ہو کر چل نکلا اور اُس نے یہ گمان کیا کہ ہم اس پر کوئی تنگی نہیں کریں گے۔" (لیکن اس پر تنگی وارد ہوئی یعنی اُسے مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑا)

حضرت یونس علیہ السلام سے یہ اجتہادی غلطی سرزد ہوئی تھی کہ وہ اس وجہ سے بھاگ نکلے کہ میری عذاب کی پیشگوئی لفظاً پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ پیشگوئی وعیدی پیشگوئیوں کے قاعدہ کے ماتحت قوم کے توبہ اور رُجوع سے ٹل گئی تھی۔ اور یونس علیہ السلام پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا تھا مگر چونکہ وہ ایک اجتہادی خطا سے بھاگ نکلے تھے اس لئے خدا تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے اِس بلاوجہ بھاگ نکلنے کے واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرماتا ہے کہ آپ بھی کسی وعیدی پیشگوئی کے متعلق ایسا نمونہ نہ دکھائیں جو یونس علیہ السلام نے دکھایا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی غرض سے مخاطب کر کے فرماتا ہے :۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۔ (القلم ع ۲)

ترجمہ :۔ اے نبی! وعیدی پیشگوئیوں میں خوب انتظار کرنا اور مچھلی والے یعنی یونسؑ کی طرح نہ بننا جب اُس نے خدا کو پکارا اس حال میں کہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا کہ میری پیشگوئی کیوں پُوری نہ ہوئی۔

اور قرآن مجید اس واقعہ کو بیان کر کے اُمتِ محمدیہ کے ملہمین کو بھی اللہ تعالیٰ بالواسطہ نصیحت کرتا ہے کہ وعیدی پیشگوئیاں اگر لفظاً پُوری نہ ہوں اور جس کے بارہ میں پیشگوئی ہو اس کے توبہ کر لینے سے اگر پیشگوئی ٹل جائے تو یہ گھبراہٹ کی جگہ نہیں اور اُمت کے علماء اور دُوسرے لوگوں کو اس واقعہ کے ذکر سے متنبہ کیا ہے کہ وہ وعیدی پیشگوئیوں پر بلاوجہ کسی ملہم پر زبانِ طعن دراز نہ کریں کیونکہ وعیدی پیشگوئیاں ہمیشہ توبہ کی شرط سے مشروط ہوتی ہیں۔ اور توبہ کر لینے والوں سے ان میں بیان کردہ عذاب ٹل جایا کرتا ہے۔ اس لئے یہ بات محلِ اعتراض نہیں۔

صُلح حُدیبیہ کا واقعہ

صُلح حدیبیہ کا واقعہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انبیاء سے اجتہادی خطا کے واقع ہونے میں خدا تعالیٰ کو خاص حکمتیں اور مصلحتیں بھی مدّنظر ہوتی ہیں۔ چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے رؤیا میں دکھایا کہ مُسلمان بے خوف ہو کر بالکل امن سے خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اور سر منڈوا کر احرام کھول رہے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق چودہ سو صحابہ کی جماعت کے ساتھ عمرہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب حُدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکینِ مکہ نے آپ کا داخلہ روک دیا۔ چونکہ رؤیا بتاتی تھی کہ مکہ میں داخلہ امن سے ہوگا اور کوئی خوف نہیں ہوگا اس لئے صحابہ کو تلوار کے علاوہ دیگر اسلحہ ساتھ لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ حُدیبیہ کے مقام پر مشرکینِ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی خواہش پر ایک صُلح کا معاہدہ کرنا پڑا جس میں شرط تھی کہ مُسلمان اگلے سال آئیں تو اجازت دی جائے گی۔ صُلح کی شرائط میں مشرکین نے یہ شرط بھی پیش کی کہ اگر مکہ کا کوئی شخص مُسلمان ہو کر مدینہ جائے گا تو اُسے واپس کرنا پڑے گا۔ اور اگر مدینہ سے کوئی مکہ آئیگا تو اُسے واپس نہیں

کیا جائے گا۔ یہ شرط مساویانہ نہ تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مسلمان اگر اس شرط کو قبول کر لیں تو گویا وہ مشرکین سے دب کر صلح کرنے والے ہوں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منشاء الٰہی سے یہ شرطیں مان لیں اور مشرکین سے صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ نے منکشف فرمایا کہ یہ شرائط مسلمانوں کے لئے کوئی نقصان دِہ نہیں۔ چنانچہ بالآخر یہی شرائط خود مشرکین کے لئے وبال بن گئیں۔ انہوں نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور اس کے نتیجہ میں مکہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا۔ لیکن چونکہ بظاہر شرائط سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ صلح دب کر کی جا رہی ہے اس لئے بعض صحابہ کرام پر یہ معاہدہ بہت شاق گزرا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی گفتگو کی جس کا وہ بعد میں کفّارہ دیتے رہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ فتح جلد ۳ صفحہ ۱۳۷ مصری میں حدیث ہے:۔

جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ اَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَهُمْ فِي النَّارِ۔ قَالَ بَلٰى۔ قَالَ فَفِيْمَ اُعْطِيَ الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللّٰهُ فِيْنَا۔ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَنِيَ اللّٰهُ اَبَدًا فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا۔

کہ ”حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا ہم سچائی پر اور وہ لوگ (مشرکین مکہ) باطل پر نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (یعنی ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر) حضرت عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مقتولین جنّتی اور ان کے مقتولین ناری نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ (یعنی ہمارے مقتولین جنّتی اور اُن کے ناری ہیں) حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر کس وجہ سے ہمارے دین کے معاملہ میں کمزوری دکھائی گئی ہے۔ (یعنی جنگ نہیں کی جا رہی اور ایسی شرائط پر صلح کی جا رہی ہے جس میں مشرکین کی طرف سے ہم پر ناجائز دباؤ ڈالا گیا ہے۔) اور ہم واپس جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابنِ خطاب میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ پس حضرت عمرؓ ناراض ہونے کی حالت میں واپس ہوئے۔“

پھر آگے بخاری کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اُٹھو قربانی دو پھر سر منڈواؤ (یعنی احرام کھول دو) راوی کہتا ہے:۔

فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

کہ خدا کی قسم کوئی صحابہ سے نہ اُٹھا یہاں تک کہ آپؐ نے تین دفعہ یہ حکم دیا۔

جب کوئی بھی نہ اُٹھا تو آپ حضرت اُمِّ سلمہؓ (اپنی زوجہ) کے پاس گئے اور لوگوں کے اس معاملہ کا ذکر کیا۔ اُمِّ سلمہؓ نے کہا۔ اے نبی اللہ کیا آپ ایسا چاہتے ہیں؟ آپؐ ان میں سے کسی سے ایک کلمہ بھی نہ کہیے۔ اپنی قربانی دیجئے پھر مونڈنے والے کو بلائیے کہ وہ آپؐ کا سر مونڈ دے آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ باہر نکلے کسی سے کلام نہ کی اپنی قربانی دی اور سر منڈایا۔ جب صحابہ نے یہ دیکھا تو وہ بھی اُٹھے اور انہوں نے قربانیاں دیں۔ اور بعض بعض کا سر مونڈنے لگے حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا۔ کہ قریب تھا کہ غم کے مارے (یعنی بدحواسی میں) ایک دوسرے کو قتل کر دیں (کیونکہ اُن کے دل ان شرائط کی وجہ سے مغموم تھے)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رؤیا کے بعد عمرہ کے لئے چلے جانا محض اپنے اجتہاد کی بناء پر تھا۔ آپؐ نے تعبیر یہی خیال کی تھی کہ عمرہ امن سے ہو جائے گا۔ گو اس سال تو عمرہ نہ ہو سکا مگر یہ اجتہادی سفر بھی ایک لطیف حکمت کا حامل ثابت ہوا۔ گو اس سال طواف و زیارتِ کعبہ تو نہ ہو سکی مگر مشرکوں سے صلح کا معاہدہ ہو گیا جس کے نتیجہ میں بالآخر مشرکین کے خود معاہدہ کی شرائط توڑ دینے پر یہ معاہدہ فتحِ مکہ پر منتج ہوا۔

اجتہادی خطا کا ایک اور واقعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ ذَاتِ نَخْلٍ فَذَهَبَ وَهْلِيْ اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوِ الْحِجْرُ فَاِذَا هِيَ مَدِيْنَةُ يَثْرِبَ۔ (بخاری کتاب الرؤیا)

”کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں تو میرا خیال (اجتہادًا) اس طرف گیا کہ یہ سرزمین یمامہ یا حجر ہو گی، لیکن اچانک وہ زمین مدینہ یثرب نکلی۔“

پس اجتہادی غلطی اگر نبی سے سرزد ہو تو یہ نبوت میں حارج نہیں اور اس پر اعتراض کرنا دیانتداری نہیں۔

تقدیرِ مُبرم کی اقسام

وہ تقدیرِ مبرم جس کے دُعا و صدقہ سے ٹل جانے کا ذکر احادیثِ نبویہؐ کی رُو سے قبل ازیں پیش کیا جا چکا ہے ایسی تقدیرِ مبرم ہوتی ہے جو دراصل خدا کے نزدیک تو مبرم نہیں ہوتی بلکہ معلق ہی ہوتی ہے، لیکن ملہم پر اس کا معلّق ہونا ظاہر نہیں کیا جاتا۔ اور وہ اجتہادًا اس کے قطعی مبرم ہونے کا حکم ہی لگا دیتا ہے۔ اور پھر خبر کے پورا نہ ہونے پر پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ دراصل معلّق تھی۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۱۷ میں لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ فارسی سے) ”کہ جاننا چاہیئے کہ اگر یہ سوال کریں کہ اس بات کا کیا سبب ہے کہ بعض آئندہ ہونے والے واقعات کی خبر دینے سے متعلق بعض کشوف جو خدا کے پیاروں سے صادر ہوتے ہیں غلط واقع ہو جاتے ہیں اور اُن کے خلاف ظہور میں آتا ہے۔ مثلاً خبر دیتے ہیں کہ فلاں شخص ایک ماہ میں مر جائیگا۔ یا سفر سے وطن واپس آ جائیگا۔ اتفاقاً ایک ماہ کے بعد دونوں میں سے کوئی بات وقوع میں نہیں آتی۔

اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ کشف اور اس کی خبر مشروط بشرائط ہوتی ہے جس پر اُس وقت صاحبِ کشف کو ان شرائط کی تفصیل سے اطلاع نہیں ملتی۔ وہ اُس کے مطلق پورے ہونے کا حکم لگا دیتا ہے۔ یا یہ کہ لوحِ محفوظ کے احکام کُلّی طور پر اس عارف پر ظاہر نہیں ہوئے کہ وہ حکم فی نفسہٖ محو و اثبات کے قابل ہے اور قضائے معلّق میں سے ہے۔ لیکن اس عارف کو اس کی تعلیق اور محو کی قابلیت کی خبر نہیں ہوتی اس صورت

میں اپنے علم کے تقاضا کے مطابق وہ حکم لگا دیتا ہے ۔ ناچار ایسی خبر کے پُورا نہ ہونے کا احتمال ہوگا ۔" (مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۲۳ مکتوب ۲۱۷)

ایک واقعہ

اس جگہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک واقعہ اور حضرت جبریل علیہ السلام کی پیشگوئی بھی درج کرتے ہیں جس میں ایک شخص کی موت کی خبر دی گئی تھی مگر وہ صدقہ دینے کی وجہ سے بچ گیا ۔ (مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۳۲)

ایک اور واقعہ

تفسیر رُوح البیان مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۵۷ میں آتا ہے :-

" اِنَّ قَصَّارًا مَرَّ عَلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مَعَ جَمَاعَۃٍ مِنَ الْحَوَارِیِّیْنَ فَقَالَ لَھُمْ عِیْسٰی اُحْضُرُوْا جَنَازَۃَ ھٰذَا الرَّجُلِ وَقْتَ الظُّھْرِ فَلَمْ یَمُتْ فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ وَقَالَ اَلَمْ تُخْبِرْنِیْ بِمَوْتِ ھٰذَا الْقَصَّارِ فَقَالَ نَعَمْ وَلٰکِنْ تَصَدَّقَ بَعْدَ ذٰلِکَ بِثَلَاثَۃِ اَرْغِفَۃٍ فَنَجَا مِنَ الْمَوْتِ ۔"

" کہ ایک دھوبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس سے جب کہ ایک حواریوں کی جماعت اُن کے ساتھ تھی گزرا ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حواریوں سے کہا کہ اس آدمی کے جنازہ پر ظہر کے وقت حاضر ہو جانا وہ نہ مرا تو جبریل نازل ہُوا حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اسے کہا کیا تُو نے مجھے اس دھوبی کی موت کی خبر نہ دی تھی ؟ جبریل نے کہا ہاں لیکن اس نے تین روٹیاں صدقہ میں دیدیں تو موت سے نجات پا گیا ۔"

پس صدقہ اور دُعا سے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے مبرم تقدیر بھی ٹل جاتی ہے ۔ یہ وہی تقدیر مبرم ہوتی ہے جو دراصل تو معلق ہوتی ہے لیکن ملہم اُسے مبرم سمجھتا ہے ۔ کیونکہ اسے اس کے معلق ہونے کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے وضاحت نہیں ہوتی ۔

تعبیر کا دُوسرے رنگ میں ظہور

ایک اصل پیشگوئیوں کا یہ بھی ہے کہ کبھی ایک بات دکھائی جاتی ہے مگر وہ پُوری کسی اور رنگ میں ہوتی ہے چنانچہ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے :-

قَالَ اِسْمٰعِیْلِیُّ قَالَ اَھْلُ التَّعْبِیْرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِی الْمَنَامِ اُسَیْدَ بْنَ اَبِی الْعِیْصِ وَالِیًا عَلٰی مَکَّۃَ مُسْلِمًا فَمَاتَ عَلَی الْکُفْرِ وَکَانَتِ الرُّؤْیَا لِوَلَدِہٖ عَتَّابَ اَسْلَمَ ۔

" کہ اسماعیلی نے کہا ہے کہ اہل تعبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اُسید بن ابی العیص کو مسلمان ہونے کی حالت میں مکہ کا والی دیکھا وہ تو کفر پر مرگیا اور رؤیا اس کے بیٹے عتاب کے حق میں پُوری ہوئی جو مسلمان ہو گیا ۔"

پھر بخاری کتاب الرؤیا جلد ۴ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ الْبَارِحَۃَ اِذْ اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ حَتّٰی وُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ فَذَھَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ تَنْتَقِلُوْنَھَا ۔

" کہ مَیں سو رہا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یہاں تک کہ وہ میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے اب تم (اے صحابہ) اُن خزانوں کو لا رہے ہو ۔"

پیشگوئی متعلّق محمدی بیگم صاحبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے ذریعہ جس کی ہم وضاحت کریں گے خدا تعالیٰ آپ کے اُن رشتہ داروں کو جو دہریہ اور دین اسلام سے تمسخر کرنے والے تھے ایک نشان دکھانا چاہتا تھا ۔ تا جو لوگ ان میں سے اس نشان کو رد کر دیں وہ سزا پائیں اور دُوسرے اس سے تنبیہ حاصل کریں ۔ یہی اس پیشگوئی کی اصل غرض تھی اور یہی حکمتِ الٰہی اور مصلحت اس میں مضمر تھی ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تحریر فرماتے ہیں :-

" ہمیں اس رشتہ (محمدی بیگم صاحبہ کے رشتہ) کی درخواست کی کچھ ضرورت نہ تھی ۔ سب ضرورتوں کو خدا نے پُورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور اُن میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا قریب مُدت میں ہونے کا وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا ۔ وہ اپنے کاموں میں اُولو العزم نکلے گا ۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست محض بطور نشان ہے تا خدا تعالیٰ اس کُنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھائے اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان اُن پر نازل کرے اور اُن بلاؤں کو دفع کرے جو نزدیک ہیں ، لیکن اگر وہ رد کر دیں تو اُن پر قہری نشان نازل کر کے اُن کو متنبہ کرے ۔"

(اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء)

ان رشتہ داروں کی حالت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب " آئینہ کمالاتِ اسلام " میں یُوں بیان کرتے ہیں :-

" خدا تعالیٰ نے میرے چچیرے بھائیوں اور دُوسرے رشتہ داروں (احمد بیگ وغیرہ) کو ملحدانہ خیالات اور اعمال میں مبتلا اور رسُوم قبیحہ اور عقائدِ باطلہ اور بدعات میں مستغرق پایا اور ان کو دیکھا کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے تابع ہیں اور خدا تعالیٰ کے وجُود سے منکر اور فسادی ہیں ۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۶)

پھر فرماتے ہیں :-

" ایک رات ایسا اتفاق ہُوا کہ ایک شخص میرے پاس روتا ہُوا آیا میں اس کے رونے کو دیکھ کر خائف ہُوا اور اُس سے پوچھا کہ تمہیں کسی کے مرنے کی اطلاع ملی ہے ؟ اُس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت بات ہے ۔ مَیں اُن لوگوں کے پاس بیٹھا ہُوا تھا جو دین خداوندی سے

مُرتد ہو چکے ہیں۔ پس اُن میں سے ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت گندی گالی دی۔ ایسی گالی کہ میں نے اس سے پہلے کسی کافر کے مُنہ سے بھی نہیں سُنی تھی۔ اور مَیں نے انہیں دیکھا کہ وہ قرآن مجید کو اپنے پاؤں تلے روندتے اور ایسے کلمات بولتے ہیں جن کے نقل کرنے سے زبان کانپتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ دُنیا میں کوئی خدا نہیں۔ خدا کا وجود محض ایک مفتریوں کا جُھوٹ ہے۔ مَیں نے اس شخص سے کہا کہ کیا مَیں نے تمہیں اُن کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں کیا تھا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۸)

رشتہ داروں کا نشان طلب کرنا

پھر حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"ان لوگوں نے خط لکھا جس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ مجید کو گالیاں دیں۔ اور وجودِ باری عزّ اسمہٗ کا انکار کیا اور اس کے ساتھ ہی مُجھ سے میری سچائی اور وجودِ باری تعالیٰ کے نشانات طلب کئے اور اس خط کو انہوں نے دُنیا میں شائع کر دیا اور ہندوستان کے غیر مسلموں کی بہت مدد کی اور انتہائی سرکشی دکھائی۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۸)

نوٹ:- (یہ خط عیسائی اخبار چشمۂ نور اگست ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا)

نشان طلب کرنے پر حضرت اقدسؑ کی دُعا

نشان کے طلب کرنے پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دُعا کی جو آپؑ نے اپنی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" کے صفحہ ۵۵۹ پر بدیں الفاظ درج فرمائی ہے:-

قُلْتُ یَارَبِّ انْصُرْ عَبْدَكَ وَ اخْذُلْ اَعْدَائَكَ۔ الخ

ترجمہ:- مَیں نے کہا اے میرے خُدا! اپنے بندے کی مدد کر اور اپنے دُشمنوں کو ذلیل کر۔

خدا تعالیٰ کا جواب

اس دُعا کے جواب میں خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ:-

"مَیں نے اُن کی بدکرداری اور سرکشی دیکھی ہے۔ پس میں عنقریب اُن کو مختلف قسم کے آفات سے ماروں گا اور آسمان کے نیچے انہیں ہلاک کروں گا اور عنقریب تو دیکھے گا کہ مَیں اُن سے کیا سلوک کرتا ہوں۔ اور ہم ہر چیز پر قادر ہیں۔ مَیں اُن کی عورتوں کو بیوائیں ان کے بچوں کو یتیم اور گھروں کو ویران کر دوں گا تا کہ وہ اپنے کئے کی سزا پائیں۔ لیکن مَیں انہیں ایک دم ہلاک نہیں کروں گا بلکہ آہستہ آہستہ تا کہ وہ رجوع کریں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ اور میری لعنت اُن پر اور اُن کے گھر کی چار دیواری پر اُن کے بڑوں پر اور ان کے چھوٹوں پر اُن کی عورتوں اور اُن کے مَردوں پر اور اُن کے مہمانوں پر جو اُن کے گھروں میں اُتریں گے، نازل ہونے والی ہے۔ اور وہ سب کے سب ملعون ہونے والے ہیں سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائیں اور اُن سے قطع تعلق کریں اور اُن کی مجلسوں سے دُور ہوں وہ رحمتِ الٰہی کے تحت ہوں گے۔"

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹)

خاص پیشگوئی کے بارہ میں الہامات

یہ الہام جو اُوپر مذکور ہوا محمدی بیگم صاحبہ کے سلسلہ میں ایک ایسا الہام تھا جو رشتہ داروں کے متعلق عمومی رنگ رکھتا تھا حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"انہی ایام میں مرزا احمد بیگ والد محمدی بیگم صاحبہ نے ارادہ کیا کہ اپنی ہمشیرہ کی زمین کو جس کا خاوند کئی سال سے مفقود الخبر تھا اپنے بیٹے کے نام ہبہ کرائے لیکن بغیر ہماری مرضی کے وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ وہ ہمارے چچا زاد بھائی کی بیوہ تھی۔ اس لئے احمد بیگ نے ہماری جانب بعجز و انکسار رجوع کیا اور قریب تھا کہ ہم اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیتے لیکن حسب عادت استخارہ کیا تو اس پر وحی الٰہی ہوئی جس کا ترجمہ یوں ہے "اس شخص کی بڑی لڑکی کے رشتہ کے لئے تحریک کر اور اُس سے کہہ کہ وہ تجھ سے پہلے دامادی کا تعلق قائم کرے اور اس کے بعد تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے۔ نیز اُس سے کہو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ زمین جو تُو نے مانگی ہے دے دُوں گا اور اس کے علاوہ کچھ اَور زمین بھی۔ نیز تم پر کئی اور رنگ میں احسان کروں گا بشرطیکہ تم اپنی لڑکی کا مجھ سے رشتہ کر دو۔ اور یہ تمہارے اور میرے درمیان عہد و پیمان ہے جسے تم اگر قبول کرو گے تو مجھے بہترین طور پر قبول کرنے والا پاؤ گے اور اگر تم نے قبول نہ کیا تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس لڑکی کا کسی اور شخص سے نکاح نہ اس لڑکی کے حق میں مبارک ہو گا اور نہ تمہارے حق میں۔ اور اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آئے تو تم پر مصائب نازل ہوں گے اور آخری مصیبت تمہاری موت ہو گی اور تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے جو تم پر غفلت کی حالت میں وارد ہو گی اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا اور یہ قضائے الٰہی ہے۔ پس تم جو کچھ کرنا چاہو کرو مَیں نے تمہیں نصیحت کر دی ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۷۲-۵۷۳)

خُدا تعالیٰ کے حضور توجہ کرنے پر اس بارہ میں آپ کو یہ الہام بھی ہُوا:-

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ (اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء)

ترجمہ:- "ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا ہے اور ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتے رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تیرے لئے کافی ہو گا (یعنی انہیں عذاب دیگا) اور اس عورت کو تیری طرف لوٹائے گا خدا کے کلمات بدل نہیں سکتے۔"

پندرہ جولائی کے اشتہار میں ایک اَور الہام بھی تحریر فرماتے ہیں جو محمدی بیگم صاحبہ کی واپسی

کو مشروط کر رہا ہے۔ اِس الہام کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے کشف میں محمدی بیگم صاحبہ کی نانی کو دیکھا کہ اس کے چہرہ پر رونے کی علامات ہیں تو آپ نے اُسے کہا:۔

اَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ وَالْمُصِیْبَۃُ نَازِلَۃٌ عَلَیْکِ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ۔ (تتمہ اشتہار ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء)

ترجمہ:۔ اے عورت! توبہ کر توبہ کر کیونکہ بلاء تیری اولاد اور اولاد در اولاد پر پڑنے والی ہے اور تجھ پر مصیبت نازل ہونے والی ہے ایک شخص مرے گا اور اُس سے بہت سے ایسے معترض باقی رہ جائیں گے جو زبان درازی سے کام لیں گے۔"

یہ الہام بتاتا ہے کہ محمدی بیگم صاحبہ کی نانی کی لڑکی اور لڑکی کی لڑکی یعنی محمدی بیگم صاحبہ پر بلا نازل ہونے والی تھی جس سے محمدی بیگم صاحبہ کی نانی مصیبت میں مبتلا ہونے والی تھی۔ اور یہ بلاء اور مصیبت توبہ سے ٹل سکتی تھی۔ یہ الہام ایک شخص کا مرنا اور ایسے معترضین کا پیدا ہونا بھی بتاتا ہے جو ناواجب طریق سے اعتراض کے لئے زبان کھولنے والے تھے۔

پس اِس امر کو بنیادی طور پر یاد رکھنا چاہیئے کہ الہام یَرُدُّھَا اِلَیْکَ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ توبہ نہ کرنے کی شرط سے مشروط ہے اور توبہ کے وقوع میں آنے پر پیشگوئی کا یہ حصّہ جو محمدی بیگم صاحبہ کی واپسی سے تعلق رکھتا ہے ٹل سکتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ جب محمدی بیگم صاحبہ کے باپ نے ان کا نکاح دُوسری جگہ کر دیا تو پیشگوئی کے مطابق محمدی بیگم صاحبہ کا والد مرزا احمد بیگ نکاح کرنے کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں پیشگوئی کی میعاد کے اندر ہلاک ہوگیا۔ اور اس کی ہلاکت کا کُنبہ پر شدید اثر پڑا۔ اور محمدی بیگم صاحبہ کے خاوند نے بھی توبہ اور رُجوع اِلی اللہ سے کام لیا۔ اور اِس وجہ سے محمدی بیگم صاحبہ کے خاوند کی موت توبہ اور رُجوع اِلی اللہ کی وجہ سے ٹل گئی۔ چونکہ محمدی بیگم صاحبہ کی حضرت اقدس کی طرف واپسی کی پیشگوئی عدمِ توبہ کی شرط سے مشروط تھی اور اس کے خاوند کے مرنے اور محمدی بیگم صاحبہ کے بیوہ ہونے کے بعد ہی یہ واپسی ممکن تھی، اِس لئے نکاح کی پیشگوئی غیر مشروط نہ تھی۔ چونکہ خاوند نے شرطِ توبہ سے فائدہ اُٹھایا اور اس طرح وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر مرنے سے بچ گیا اس لئے نکاح جو اُس کی مَوت سے معلّق تھا ضروری الوقوع نہ رہا۔

یہ ہے خلاصہ اس پیشگوئی کا جس پر معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ پیشگوئی سلطان محمد صاحب خاوند محمدی بیگم صاحبہ کے توبہ کر لینے پر ان کی موت واقع نہ ہونے کی وجہ سے ٹل چکی تھی۔

لہٰذا کسی معترض کو یہ اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں کہ محمدی بیگم صاحبہ بیوہ ہو کر کیوں حضرت اقدس کے نکاح میں نہیں آئیں؟ معترضین زیادہ سے زیادہ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ سلطان محمد کی موت کیوں واقع نہیں ہوئی؟ اور ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ وعید کی پیشگوئی چونکہ عدمِ توبہ کی شرط سے مشروط ہوتی ہے خواہ شرط نہ بھی بیان کی گئی ہو۔ اس لئے وہ توبہ اور رُجوع پر ٹل جاتی ہے۔ اور یہاں تو الہام نے صاف طور پر توبہ کی شرط بیان بھی کر دی تھی اِس لئے محمدی بیگم صاحبہ کے خاوند کی توبہ اور رُجوع اِلی اللہ سے نکاح کی پیشگوئی ٹل گئی ہے۔

پس خدا تعالےٰ کے الہامات پر کسی شخص کو یہ اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں کہ نکاح کیوں وقوع میں نہ آیا۔

سُلطان محمد کی توبہ کا قطعی ثبوت

جب بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ سلطان محمد کی موت پیشگوئی کے مطابق واقع نہیں ہوئی اِس لئے پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی تو اس کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے انجامِ آتھم کے حاشیہ صفحہ ۳۲ پر تحریر فرمایا کہ:۔

(الف) "فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد سے کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اُس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو مَیں جھُوٹا ہوں۔"

(ب) "اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک وہ گھڑی نہ آجائے کہ اس کو بیباک کر دے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو اُٹھو اس کو بے باک اور مکذِّب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قُدرت کا تماشا دیکھو۔" (انجامِ آتھم صفحہ ۳۲)

اِن دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کے اس چیلنج کے بعد اگر مرزا سلطان محمد خاوند محمدی بیگم صاحبہ کسی وقت شوخی اور بے باکی دکھاتے یا مخالفین اُن سے تکذیب کا اشتہار دلانے میں کامیاب ہو جاتے تو پھر اس کے بعد مرزا سُلطان محمد صاحب کی موت کے لئے جو میعاد مقرر کی جاتی وہ قطعی تقدیرِ مبرم ہوتی اور اس کے مطابق مرزا سلطان محمد صاحب کی موت ضرور وقوع میں آتی۔ اور اس کے بعد محمدی بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت اقدس سے ضروری اور اٹل ہو جاتا۔

پس کوئی معترض یہ جُرأت نہیں رکھتا کہ یہ کہہ سکے کہ اس پیشگوئی کے بارہ میں حضرت اقدسؑ کا کوئی الہام جھُوٹا نکلا۔

سُلطان محمد صاحب کی توبہ کا ثبوت

اِس بات کا ثبوت کہ سُلطان محمد صاحب توبہ کر چکے تھے۔ اور پیشگوئی کے مصدّق تھے اور اس کی تصدیق پر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی تک قائم رہے یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ کے انجامِ آتھم میں مذکورہ بالا چیلنج شائع کرنے پر آریوں اور عیسائیوں میں سے بعض لوگ مرزا سلطان محمد صاحب کے پاس پہنچے اور انہیں لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا تا وہ حضرت اقدس پر نالش کر دیں، لیکن جیسا کہ اُن کے اِنٹرویو سے ظاہر ہے چونکہ وہ توبہ کر چکے تھے اور پیشگوئی کی صداقت کے قائل تھے اس لئے وہ اِس گراں بہا لالچ دیئے جانے پر بھی کسی قسم کی بے باکی اور شوخی کے لئے تیار نہ ہوئے۔

مرزا سلطان محمد صاحب کا انٹرویو

محترم حافظ جمال احمد صاحب فاضل مبلغِ سلسلہ احمدیہ نے ایک دفعہ مرزا سُلطان محمد صاحب خاوند محمدی بیگم صاحبہ کا اِنٹرویو لیا جو اخبار الفضل ۹/۱۳ جون ۱۹۲۱ء میں مرزا سلطان محمد کے زمانہ حیات میں ہی "مرزا سلطان محمد کا ایک انٹرویو" کے عنوان سے شائع ہُوا ہے حافظ جمال احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"مَیں نے مرزا سُلطان محمد سے کہا اگر آپ بُرا نہ مانیں تو مَیں حضرت مرزا صاحب کی نِکاح والی پیشگوئی کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہُوں جس کے جواب میں اُنہوں نے کہا آپ بخوشی بڑی آزادی سے

دریافت کریں۔"

اس انٹرویو میں مرزا سلطان محمد صاحب نے کہا :۔

"میرے خسر مرزا احمد بیگ صاحب واقعہ میں عین پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ غفور و رحیم بھی ہے اور اپنے دوسرے بندوں کی بھی سنتا اور رحم کرتا ہے۔"

اس آخری فقرہ میں مرزا سلطان محمد صاحب نے اپنی توبہ و استغفار کا اظہار کیا ہے اور پہلے فقرہ میں پیشگوئی کی تصدیق کی ہے اس کے باوجود مزید وضاحت کے لئے حافظ جمال احمد صاحب نے اُن سے سوال کیا :۔

"آپ کو مرزا صاحب کی پیشگوئی پر کوئی اعتراض ہے ؟ یا یہ پیشگوئی آپ کے لئے کسی شک و شبہ کا باعث ہوئی ؟"

اس کے جواب میں مرزا سلطان محمد صاحب نے کہا :۔

"یہ پیشگوئی میرے لئے کسی قسم کے بھی شک و شبہ کا باعث نہیں ہوئی۔"

اور یہ بھی کہا :۔

"میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو ایمان و اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحب پر ہے میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں اتنا نہیں ہوگا۔"

اس پر حافظ جمال احمد صاحب نے سوال کیا کہ آپ بیعت کیوں نہیں کرتے ؟

مرزا سلطان محمد صاحب نے جواباً کہا :۔

"اس کی وجوہات کچھ اور ہیں جن کا اس وقت بیان کرنا میں مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں۔"

اور اس سلسلہ میں یہ بھی کہا :۔

"میرے دل کی حالت کا آپ اس سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ سے اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا تا کہ میں مرزا صاحب پر نالش کروں اگر وہ روپیہ میں لے لیتا تو امیر کبیر بن سکتا تھا مگر وہی ایمان و اعتقاد تھا جس نے مجھے اس فعل سے روکا۔"

صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب کی شہادت

اس بارہ میں صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی شہادت یہ ہے :۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مرزا سلطان محمد صاحب ایک دفعہ قادیان آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کا ایک لڑکا بھی تھا۔ وہ شہر کی طرف سے ہائی سکول کی طرف جا رہے تھے تو مجھ سے اُن کے لڑکے نے تعارف کرایا۔ دورانِ گفتگو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر بھی آگیا۔ اس پر مرزا سلطان محمد صاحب نے کم و بیش وہی بیان دیا جو حافظ جمال احمد صاحب نے ۹/۱۳ جون ۱۹۲۱ء کے الفضل میں انٹرویو کے طور پر شائع کروایا ہے اور انہوں نے دورانِ گفتگو میں اس بات کی بڑے زور سے تائید کی کہ انہیں کبھی بھی حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق شبہ نہیں ہوا۔ اُن کے منہ پر داڑھی تھی اور ایک ٹانگ سے لڑائی میں زخمی ہونے کی وجہ سے لنگڑاتے تھے۔"

(دستخط حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ)

(ماخوذ از پیشگوئی درباره مرزا احمد بیگ اور اس کے متعلقات کی وضاحت صفحہ ۵۸، ۵۹)

اسی طرح خود سلطان محمد صاحب محمدی بیگم صاحبہ کے خاوند نے اپنے ایک خط میں حضرت اقدس کی تصدیق کی تھی جس کا عکس ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔

عکس خط مرزا سلطان محمد صاحب آف پٹی

خط کا مضمون حسب ذیل ہے :۔

از انبالہ چھاؤنی ۳/۱۴ ۲۱

برادرم سلمہٗ

نوازش نامہ آپ کا پہنچا یاد آوری کا مشکور ہوں۔ میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک۔ بزرگ۔ اسلام کا خدمت گزار۔ شریف النفس۔ خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے اُن کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے اُن کی زندگی میں اُن کا شرف حاصل نہ کر سکا۔

نیازمند سلطان محمد از انبالہ

رسالہ نمبر ۹

اس خط سے ظاہر ہے کہ مرزا سلطان محمد صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو خادم اسلام سمجھتے رہے ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں پیشگوئی کئے جانے کے وقت حضرت صاحب کو صرف اسلام کا خدمت گزار ہونے کا دعویٰ تھا مسیح موعود کا دعویٰ آپ نے ۱۸۹۰ء کے آخر میں کیا ہے۔ پس اس وقت سلطان محمد صاحب کے عذاب سے بچنے کے لئے اتنی تصدیق کافی تھی جس کا ذکر اس خط میں موجود ہے۔

مرزا اسحاق بیگ صاحب پسر مرزا سلطان محمد صاحب کی شہادت

علاوہ ازیں مرزا اسحاق بیگ صاحب پسر مرزا سلطان محمد صاحب و محمدی بیگم صاحبہ خدا کے فضل سے سلسلہ احمدیہ میں

داخل ہیں وہ اپنے خط میں جو اخبار الفضل میں شائع ہوا، لکھتے ہیں :-

"اس پیشگوئی کے مطابق میرے نانا جان مرزا احمد بیگ صاحب ہلاک ہو گئے اور باقی خاندان ڈر کر اصلاح کی طرف متوجہ ہو گیا جس کا ناقابلِ تردید ثبوت یہ ہے کہ اکثر نے احمدیت قبول کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور و رحیم کے ماتحت قہر کو رحم میں بدل دیا۔"

(اخبار الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء صہ ۹)

مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا کی حلفیہ شہادت

مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا سے جب خاکسار قاضی محمد نذیر نے اس پیشگوئی کے متعلق ذکر کیا تو انہوں نے اس کی شہادت بیان کی اور پھر میری درخواست پر یہ شہادت حلفاً لکھ کر دے دی۔ شہادت کا مضمون یہ ہے :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

حلفیہ شہادت

"پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے کافی عرصہ پہلے غالباً ۴۴،۱۹۴۳ء میں مجھ کو پٹی میں تبلیغِ اسلام کے سلسلہ میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں مرزا سلطان محمد صاحب داماد مرزا احمد بیگ صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے دورانِ گفتگو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری میرے پاس پٹی آئے۔ میں نے آتے ہی ان کے لئے پانی وغیرہ پلانے کا انتظام کرنا شروع کیا۔ جس پر انہوں نے کہا کہ میں سب سے پہلے اپنا ایک مقصد آپ سے پورا کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں پانی وغیرہ پیوں گا اور وہ یہ کہ آپ مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف ایک تحریر مجھ کو دیدیں۔ اور وہ یہ کہ ان کی پیشگوئی دربارہ محمدی بیگم غلط ثابت ہوئی ہے۔ مرزا سلطان محمد صاحب کہنے لگے کہ میں نے ان کو کہا کہ آپ ابھی تو آئے ہیں۔ یہ مہمان نوازی کے آداب میں ہے کہ آنے والے کو پہلے اچھی طرح بٹھا کر اور پانی وغیرہ پلا کر پھر کسی اور طرف متوجہ ہوں۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب یہی رٹ لگاتے رہے جس پر میں نے ایسی تحریر دینے سے صاف طور پر انکار کر دیا اور وہ بے نیلِ مرام واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ سنا کر انہوں نے کہا کہ یہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق میری عقیدت ہی تھی جس کی وجہ سے میں نے ان کی ایک نہ مانی نیز انہوں نے یہ بھی کہا کہ عیسائی اور آریہ قوم کے بڑے بڑے لیڈروں نے بھی مجھ سے اس قسم کی تحریر لینے کی خواہش کی مگر میں نے کسی کی نہ مانی۔ اور صاف ایسی تحریر دینے سے ان کو انکار کرتا رہا۔ بلکہ جہاں تک مجھ کو یاد پڑتا ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ جو عقیدت مجھ کو اُن سے ہے وہ آپ میں سے کئی احمدیوں کو بھی نہیں ہے۔"

گواہ شد :- سید عبد الحی بقلم خود   خاکسار

گواہ شد :- محمود احمد مختار (شاہد)   ظہور حسین سابق مبلغ روس

۴/۵۹/۲۰   ۴/۵۹/۲۰ ربوہ

(ماخوذ از پیشگوئی دربارہ مرزا احمد بیگ اور اس کے متعلقات کی وضاحت صفحہ ۱۸۷ تا ۱۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"جب احمد بیگ فوت ہو گیا تو اس کی بیوہ عورت اور دیگر پسماندگان کی کمر ٹوٹ گئی تو وہ دعا اور تضرع کی طرف بدل متوجہ ہو گئے۔"

(حجۃ اللہ صہ ۱۱ مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کی وفات ہو جانے پر اس خاندان کے بعض افراد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط بھی لکھے اور دعا کی درخواست کی۔ ان خطوط کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے "اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ" و حقیقۃ الوحی صہ ۱۸۷ پر کیا ہے۔

پیشگوئی کے پانچ حصے

اس پیشگوئی کے پانچ حصے ہیں جن میں سے پہلے تین حصے لفظاً پورے ہو چکے ہیں اور پچھلے دو حصے مرزا سلطان محمد صاحب کی توبہ اور رجوع الی اللہ کی وجہ سے وعیدی پیشگوئیوں کی سنت کے مطابق جن کا پورا ہونا عدم توبہ کی شرط سے مشروط ہوتا ہے ٹل گئے ہیں۔ اسلئے پیشگوئیوں کے اصول اور ان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت ہے اس کے رو سے نفسِ پیشگوئی پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

پیشگوئی کے یہ پانچ حصے جو حضرت اقدس کی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" و "شہادۃ القرآن" صہ ۸۱ سے ماخوذ ہیں درج ذیل ہیں :-

حصہ اول :- اگر مرزا احمد بیگ صاحب اپنی بڑی لڑکی کا نکاح حضرت اقدس سے نہیں کریں گے تو پھر وہ اس وقت تک زندہ رہیں گے کہ اپنی اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کریں۔

حصہ دوم :- نکاح تک وہ لڑکی بھی زندہ رہے گی۔

حصہ سوم :- دوسری جگہ نکاح کرنے کے بعد مرزا احمد بیگ صاحب تین سال کے اندر بلکہ بہت جلد ہلاک ہو جائیں گے۔

حصہ چہارم :- دوسری جگہ نکاح کے بعد اس لڑکی کا خاوند اڑھائی سال کے عرصہ میں ہلاک ہو جائے گا (بشرطیکہ توبہ و قورع میں نہ آئے کیونکہ وعیدی پیشگوئی مشروط بعدم توبہ ہوتی ہے)۔

حصہ پنجم :- خاوند کی ہلاکت کے بعد وہ لڑکی بیوہ ہو گی۔

اور پھر بیوہ ہونے کے بعد پھر حضرت اقدس کے نکاح میں آئے گی۔

گویا یہ آخری حصہ پیشگوئی کا اس لڑکی کے خاوند کی موت سے مشروط تھا۔

نشان اول :- پیشگوئی کا پہلا حصہ بطور نشان اول پورا ہو گیا اگر محمدی بیگم صاحبہ کا باپ محمدی بیگم کا نکاح کرنے سے پہلے وفات پا جاتا۔ تو پیشگوئی کا حصہ اول پورا نہ ہوتا مگر یہ صفائی سے پورا ہوا۔

نشان دوم :۔ پیشگوئی کے دُوسرے حصہ کے مطابق لڑکی نکاح تک زندہ رہ کر نشان بنی اگر یہ لڑکی نکاح سے پہلے مرجاتی تو پیشگوئی کا دوسرا حصہ بھی پُورا نہ ہوتا مگر یہ حصہ بھی نہایت صفائی سے پُورا ہو کر نشان بنا۔

نشان سوم :۔ دُوسری جگہ نکاح کے بعد لڑکی کا باپ چھ ماہ کے عرصہ میں ہلاک ہوگیا۔ اگر اس کی موت تین سال سے تجاوز کر جاتی تو یہ پیشگوئی کا حصہ بھی پُورا نہ ہوتا۔ مگر یہ حصہ بھی نہایت صفائی سے پُورا ہوگیا۔ اِس طرح یہ تینوں حصے پُورے ہو کر عظیم الشّان نشان بن گئے۔

پچھلے دو حصوں کے ظہور کا طریق

پچھلے دو حصے اِس طرح ظہور پذیر ہوئے کہ محمدی بیگم صاحبہ کے خاوند پر اپنے خُسر کی موت سے سخت ہیبت طاری ہوئی اور اُس نے توبہ اور استغفار کی طرف رجوع کیا۔ وعیدی پیشگوئی کی شرط توبہ کے مطابق توبہ سے فائدہ اُٹھا کر موت سے بچ گیا۔ اور پیشگوئی کا یہ حصہ شرط توبہ سے فائدہ اُٹھانے کی وجہ سے ٹل گیا جیسا کہ حضرت یونس علیہ السّلام کی قوم کے توبہ کرنے پر وہ عذاب ٹل گیا تھا جس کے چالیس دِن میں پورے ہونے کی پیشگوئی حضرت یُونس علیہ السّلام نے فرمائی تھی۔

چونکہ مرزا سُلطان محمد صاحب کی توبہ اور رُجوع سے اُن کی موت کی پیشگوئی ٹل گئی اور حضرت اقدس سے نکاح محمدی بیگم صاحبہ کے بیوہ ہونے سے مشروط تھا اِس لئے اب اس کا وقوع میں آنا ضروری نہ رہا۔ اور پیشگوئی کے یہ آخری دو حصے شرطِ توبہ سے فائدہ اُٹھانے کی وجہ سے دُوسرا رنگ پکڑ گئے۔

اب نکاح کا وقوع صرف اِس بات سے مُعلّق ہو کر رہ گیا کہ سُلطان محمد صاحب از خود حضرت اقدس کی زندگی میں کسی وقت بیباکی اور شوخی دکھائیں اور پیشگوئی کی تکذیب کریں۔ اس تکذیب کا صرف امکان ہی تھا۔ یہ ضروری الوقوع نہ تھی۔ اور نکاح کے اس طرح معلق ہونے کی حد حضرت اقدس کی زندگی تک تھی۔ مگر محمدی بیگم کا خاوند اِس کے بعد حضرت اقدس کی زندگی میں توبہ پر قائم رہا اور خاندان کے دُوسرے افراد نے بھی اِصلاح کر لی۔ تو اس وعیدی پیشگوئی کی اصل غرض جو اس خاندان کی اِصلاح تھی پوری ہوگئی کیونکہ اس خاندان کے افراد نے الحاد اور دہریّت کے خیالات کو ترک کر دیا اور اِسلام کی عظمت کے قائل ہوگئے اور اُن میں سے اکثر نے احمدیّت قبول کر لی۔ وعیدی پیشگوئی کی اصل غرض چونکہ توبہ اور استغفار کی طرف رُجوع دلانا اور خدا تعالیٰ کی عظمت کا سِکّہ دلوں پر بٹھانا ہوتی ہے اس لئے جب یہ شرط پُوری ہوجائے تو پھر سُنّت اللّٰہ کے مطابق عذاب بالکل ٹل جایا کرتا ہے۔ بشرطیکہ متعلقین پیشگوئی اپنی توبہ پر قائم رہیں۔ اور اگر اُنہوں نے توبہ پر قائم نہ رہنا ہو تو پھر سُنّت اللّٰہ یوں ہے کہ عذاب میں اُس وقت تک تاخیر ہو جاتی ہے کہ وعیدی پیشگوئی کے متعلقین پھر بے باکی دکھائیں اور اپنی توبہ توڑ دیں۔

حضرت اقدسؑ کے الفاظ "نکاح آسمان پر پڑھا گیا" الہام زَوَّجْنٰکَھَا کا یہ مفہوم ظاہر کرنے کے لئے کہے گئے تھے کہ نکاح اس وعیدی پیشگوئی کا ایک حصہ ہے اگر سُلطان محمد توبہ کرنے کے بعد کسی وقت توبہ توڑ دے تو پھر یہ نکاح پیشگوئی کے لحاظ سے مقدّر ہوگا۔ اور جب تک توبہ نہ توڑے پیشگوئی معلّق رہے گی۔ سلطان محمد کی توبہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اجتہاداً اسے مبرم سمجھتے رہے۔ یعنی یہ امر کہ وہ توبہ توڑ دے گا حالانکہ اس بارہ میں آپ پر کوئی جدید الہام نہیں ہوا تھا۔ آخری الہام جو ہُوا وہ تَكْفِيْكَ هٰذِهِ الْاِمْرَأَةُ تھا کہ یہ عورت جو آپ کے نکاح میں ہے آپ کے لئے کافی ہے۔ اس سے یہ قوی احساس پیدا ہوگیا کہ نکاح کا وقوع منسُوخ ہوگیا ہے چونکہ پھر بھی تکذیب اور توبہ توڑنے کا عقلی امکان اب بھی باقی تھا اس لئے آپ نے تتمہ حقیقۃ الوحی میں یہ توجیہہ کی کہ نکاح فسخ ہوگیا ہے یا تاخیر میں پڑ گیا۔ یہ واقعات نے شہادت دی کہ عنداللہ یہ پیشگوئی ٹل چکی ہے۔ چنانچہ بعد میں اخبار بدر ۲۳ اپریل ۱۹۰۸ء میں آپ نے خود بھی لکھ دیا کہ یہ پیشگوئی ٹل گئی ہے۔ اور وعیدی پیشگوئی کا ٹل جانا آیت يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ کے مطابق ہُوا ہے۔

ماسوا اس کے زَوَّجْنٰكَهَا کے الہام کا مفہوم گو حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام نے یہ قرار دیا کہ بعد واپسی کے ہم نے اس سے تیرا نکاح کر دیا (انجام آتھم ص۶۰) اور یہ نکاح سلطان محمد کی توبہ کی وجہ سے وقوع میں نہ آیا۔ تاہم ایک دُوسری تعبیر سے بھی یہ پیشگوئی اِس طرح پُوری ہو چکی ہے کہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو "مسیح موعود" کا منصبِ جلیل عطا کیا گیا۔ نکاح کے تعبیری معنی منصبِ جلیل کا ملنا ہوتے ہیں۔ تعطیر الانام میں لکھا ہے :۔

"اَلنِّكَاحُ فِي الْمَنَامِ يَدُلُّ عَلَى الْمَنْصَبِ الْجَلِيْلِ."

"یعنی خواب میں نکاح کسی بڑے منصب کے ملنے پر دلالت کرتا ہے۔"

ماسوا اس کے طبرانی اور ابنِ عساکر نے ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے :۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِخَدِيْجَةَ
اَمَا شَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ زَوَّجَنِيْ مَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ
وَكُلْثُوْمَ اُخْتَ مُوْسٰى وَامْرَأَةَ فِرْعَوْنَ قَالَتْ
هَنِيْئًا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

(تفسیر فتح البیان جلد ۷، ص۱۰ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :۔ "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا تعالےٰ نے میرا نکاح (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ) مریم بنت عمران۔ موسیٰ علیہ السّلام کی بہن کلثوم اور فرعون کی بیوی کے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یارسول اللہ! آپ کو مُبارک ہو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تینوں نکاح آسمانی تھے جن کی تعبیر اس رنگ میں پُوری ہوئی کہ ان عورتوں کے خاندانوں کے بہت سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اِسی طرح مرزا احمد بیگ کے خاندان کے بہت سے افراد اِس پیشگوئی پر ایمان لا چکے ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل افراد خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں :۔

۱۔ محمد اسحاق پسر مرزا سلطان محمد۔
۲۔ والدہ محمدی بیگم صاحبہ یعنی اہلیہ مرزا احمد بیگ۔
۳۔ محمُودہ بیگم ہمشیرہ محمدی بیگم۔
۴۔ عنایت بیگم 〃 〃 〃۔

۵۔ مرزا احمد حسن داماد مرزا احمد بیگ۔
۶۔ مرزا محمد بیگ پسر مرزا احمد بیگ۔

اسی طرح اس خاندان کے دوسرے بہت سے افراد بھی ایمان لائے۔
محمدی بیگم صاحبہ کے پسر مرزا محمد اسحاق بیگ ایک خط میں لکھتے ہیں:-

"مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ (حضرت مرزا صاحب) وہی مسیح موعود ہیں جن کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔" (ماخوذ از اعلانِ احمدیت مندرجہ الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء)

پس جس خاندان کے ساتھ اس پیشگوئی کا براہِ راست تعلق تھا وہ تو اس پیشگوئی کے مُصدّق ہیں اور انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں تو دُوسروں کو اعتراض کا کیا حق ہے۔

پیشگوئی متعلق عبداللہ آتھم

۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے ۵ جون ۱۸۹۳ء تک امرتسر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پادریوں سے ۱۵ دن کے لئے ایک تحریری مباحثہ الوہیتِ مسیح کے موضوع پر ہُوا۔ یہ مباحثہ تحریری تھا۔ اور اس کے پرچے روزانہ مجلس میں سُنا دیئے جاتے تھے۔ پادریوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مباحثہ کے لئے پیش ہوتے رہے۔ اس بحث میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عیسائیت پر کھلا کھلا غلبہ عطا فرمایا۔ چونکہ پادری عبداللہ آتھم نے اپنی ایک کتاب "اندرونہ بائیبل" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ "دجّال" لکھا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا سے آپ پر ایک پیشگوئی کا انکشاف فرمایا۔ اس پیشگوئی کو آپ نے اپنے آخری پرچہ میں ان الفاظ میں تحریر فرمایا:-

"آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ مَیں نے بہت تضرّع اور ابتہال سے جنابِ الٰہی میں دُعا کی کہ تُو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے سو اُس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اور اُس کو سخت ذلّت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اُس کی اس سے عزّت ظاہر ہوگی اور اُس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آجائے گی بعض اندھے سجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے۔"

(جنگِ مقدس آخری پرچہ)

الہامی الفاظ "ہاویہ میں گرایا جائے گا" کا مفہوم اُسی وقت اجتہاد کی رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ عبداللہ آتھم بسزائے موت ہاویہ (دوزخ) میں گرایا جائے گا۔ چنانچہ آپ اسی پیشگوئی کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:-

"مَیں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ آج کی تاریخ سے پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو مَیں ہر ایک سزا اُٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھے ذلیل کیا جائے۔ رُوسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسّہ ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دی جائے مَیں ہر سزا اُٹھانے کو تیار ہوں۔"

اس پیشگوئی سے ڈپٹی عبداللہ آتھم پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ:-

"اس نے فوراً زبان باہر نکالی اور کانوں پر ہاتھ رکھے۔ رنگ زرد ہوگیا آنکھیں پتھرا گئیں اور سر ہلا کر کہا کہ مَیں نے تو ایسا نہیں لکھا۔" (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دجّال کا لفظ استعمال نہیں کیا)

(رسالہ نور احمد صـ ۳۲)

یہ اُس کی طرف سے رُجوع الی الحق کا آغاز تھا اس کے بعد مرتے دم تک اُس نے ایک لفظ بھی اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ لکھا۔ ماسوا اس کے وہ دل سے عام عیسائیوں کے عقیدہ 'الوہیتِ مسیح' کے ساتھ متفق نہ رہا اور اس اسلامی پیشگوئی کی ہیبت اس پندرہ ماہ کے عرصہ میں اُس کے دل پر عجب طور سے طاری رہی چنانچہ سراسیمگی کی حالت میں وہ جگہ بہ جگہ پھرتا رہا۔ اور اُسے ایک شہر میں قرار نہیں تھا۔ اس کے رجوع الی الحق کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان الفاظ میں اطلاع دی:-

"اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا وَلَا تَعْجَبُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَبِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَاءَ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَمَکْرُ اُولٰٓئِکَ ھُوَ یَبُوْرُ اِنَّا نَکْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِہٖ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔"

(انوار الاسلام صـ ۲)

یعنی خدا تعالیٰ نے اُس (عبداللہ آتھم) کے ہم و غم پر اطلاع پائی اور اُس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بے باکی اور سخت گوئی اور تکذیب کی طرف میل کرے۔ اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بُھلا دے (یہ معنی فقرہ مذکور کے تفہیمِ الٰہی سے ہیں) اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی یہی سُنّت ہے اور تُو ربّانی سُنّتوں میں تغیّر اور تبدّل نہیں پائے گا۔ اس فقرہ کے متعلق یہ تفہیم ہوئی کہ عادت اللہ ہی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضبِ الٰہی کو مشتعل کریں اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوفِ الٰہی مخفی ہو اور کچھ دھڑکا شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا اور دُوسرے وقت پر جا پڑتا ہے۔

پھر فرمایا کہ کچھ تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور غلبہ تمہی کو ہے اگر تم ایمان پر قائم رہو۔ یہ اس عاجز کی جماعت کو خطاب ہے۔ اور پھر

فرمایا کہ ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دیں گے یعنی اُن کو ذلت پہنچے گی اور ان کا مکر ہلاک ہو جائے گا اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ تم ہی فتحیاب ہو، نہ دشمن اور خدا تعالیٰ بس نہیں کرے گا اور نہ باز آئے گا جب تک دشمنوں کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے۔ اور اُن کے مکر کو ہلاک نہ کر دے یعنی جو مکر بنایا گیا اور مجسّم کیا گیا اس کو توڑ ڈالے گا اور اس کو مُردہ کر کے پھینک دے گا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھائے گا اور پھر فرمایا کہ ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھائیں گے۔ یعنی حقیقت کو کھول دیں گے۔ اور فتح کے دلائل مبینہ ظاہر کر دیں گے اور اُس دن مومن خوش ہوں گے۔ پہلے مومن بھی اور پچھلے مومن بھی۔"

(انوارِ اسلام صفحہ ۲،۳)

پس اس الہام سے ظاہر ہے کہ عبد اللہ آتھم نے پیشگوئی کے الہامی الفاظ ـــــ "بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔" سے حق کی طرف رجوع کر لینے کی وجہ سے یہ فائدہ اٹھایا کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر نہ مرا اور اس عرصہ میں انتہائی ہم و غم میں مبتلا رہا جس کے واقعات بھی گواہ ہیں کہ اسلامی پیشگوئی کا اس کے دل پر ہولناک اثر پڑا اور گھبراہٹ اور دیوانہ پن کی حالت اُس پر طاری رہی۔ حضور فرماتے ہیں:-

"الہامی پیشگوئی کے رُعب نے اُس کے دل کو ایک پگھلا ہوا دل بنا دیا یہاں تک کہ وہ سخت بےتاب ہوا اور شہر بشہر اور ہر ایک جگہ ہراساں اور ترساں پھرتا رہا اور اس مصنوعی خدا پر اس کا توکل نہ رہا جس کو خیالات کی کجی اور ضلالت کی تاریکی نے الوہیت کی جگہ دے رکھی ہے۔ وہ کتوں سے ڈرا اور سانپوں کا اس کو اندیشہ ہوا اور اندر کے مکانوں سے بھی اس کو خوف آیا اور اُس پر خوف اور وہم اور دلی سوزش کا غلبہ ہوا اور پیشگوئی کی پوری ہیبت اس پر طاری ہوئی اور وقوع سے پہلے ہی اس کا اثر اس کو محسوس ہوا اور بغیر اس کے کہ کوئی امرتسر سے اس کو نکالے آپ ہی ہراساں و ترساں و پریشان اور بےتاب ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرا۔ اور خدا نے اُس کے دل کا آرام چھین لیا۔ اور پیشگوئی سے سخت متاثر ہو کر سراسیموں اور خوفزدوں کی طرح جابجا بھٹکتا پھرا۔ اور الہام الٰہی کا رُعب اور اثر اس کے دل پر ایسا مستولی ہوا کہ اس کی راتیں ہولناک اور دن بے قراری سے بھر گئے...... اُس کے دل کے تصوروں نے عظمتِ اسلامی کو رد نہ کیا بلکہ قبول کیا اس لئے وہ خدا جو رحیم و کریم اور سزا دینے میں دھیما ہے اور انسان کے دل کے خیالات کو جانچتا اور اس کے تصورات کے موافق اس سے عمل کرتا ہے اس نے اس کو اس صورت پر بنایا جس صورت میں فی الفور کامل ہاویہ کی سزا یعنی موت بلا توقف اس پر نازل نہ ہوتی۔ اور ضرور تھا کہ وہ کامل عذاب اُس وقت تک تھما رہے جب تک کہ وہ بے باکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے۔ اور الہام الٰہی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا کیونکہ الہامی عبارت میں شرطی طور پر عذابِ موت کے آنے کا وعدہ تھا نہ مطلق بلاشرط وعدہ۔" (انوارِ اسلام صفحہ ۵)

نیز تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ غیر ممکن ہے کہ خدا اپنی قرار دادہ شرطوں کو بھول جائے کیونکہ شرائط کا لحاظ رکھنا صادق کے لئے ضروری ہے اور خدا اصدق الصادقین ہے۔ ہاں جس وقت مسٹر عبد اللہ آتھم اس شرط کے نیچے سے اپنے تئیں باہر کرے اور اپنے لئے اپنی شوخی اور بےباکی سے ہلاکت کے سامان پیدا کرے تو وہ دن نزدیک آجائیں گے اور سزائے ہاویہ کامل طور پر نمودار ہوگی۔ اور یہ پیشگوئی عجیب طور پر اپنا اثر دکھائے گی۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۵)

نوٹ:- یہ عبارت عبد اللہ آتھم کے لئے رجوع کر لینے کے بعد بےباکی دکھلانے کی صورت میں پیشگوئی کی معین اور آخری صورت ہے جو یہ ہے کہ بےباکی اور شوخی کے ظہور پر یعنی رجوع الی الحق کے ماننے سے انکار کرنے پر یا رجوع الی الحق کی صورت کو کسی تدبیر سے مشتبہ بنانے کی صورت میں اس کی ہلاکت کے دن نزدیک آجائیں گے اور پھر موت کے ذریعہ سزائے ہاویہ کا وہ جلد شکار ہو جائے گا۔ اور پیشگوئی کا اثر غیر معمولی رنگ میں ظاہر ہوگا۔ گویا اب یہ پیشگوئی ڈپٹی عبد اللہ آتھم کی بےباکی اور شوخی سے معلق ہو گئی۔

مخالفین کا شور و شر

جب مسٹر عبد اللہ آتھم رجوع الی الحق کی شرط سے فائدہ اُٹھا کر پندرہ ماہ کے اندر مرنے سے بچ گیا تو عیسائیوں نے اپنی جھوٹی فتح کا نقارہ بجایا۔ جلوس نکالے اور خوب شور و شر اور ہنگامہ آرائی کی اور مسیح موعودؑ کی شان میں گستاخانہ رویہ اختیار کیا اور بعض سادہ لوح مسلمان یا حضورؑ سے تعصب رکھنے والے مسلمان بھی اُن کے ہمنوا ہو گئے تو اُن کی حالت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ سے الہام پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبد اللہ آتھم کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اور اس دعوتِ مباہلہ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ کا انعام بھی رکھا۔ دعوتِ مباہلہ والے اشتہار میں آپ نے لکھا:-

"اگر عیسائی صاحبان اب بھی جھگڑیں اور اپنی مکارانہ کارروائیوں کو کچھ چیز سمجھیں یا کوئی اور شخص اس میں شک کرے تو اس بات کے تصفیہ کے لئے کہ فتح کس کو ہوئی آیا اہلِ اسلام کو جیسا کہ درحقیقت ہے یا عیسائیوں کو جیسا کہ وہ ظلم کی راہ سے خیال کرتے ہیں تو میں اُن کی پردہ دری کیلئے مباہلہ کے لئے تیار ہوں اگر وہ دروغ گوئی اور چالاکی سے باز نہ آئیں تو مباہلہ اس طور پر ہوگا کہ ایک تاریخ مقرر ہو کر ہم فریقین ایک میدان میں حاضر ہوں اور مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کھڑے ہو کر تین مرتبہ ان الفاظ کا اقرار کریں کہ **اس پیشگوئی کے عرصہ میں اسلامی رُعب ایک طرفۃ العین کے لئے بھی میرے دل پر نہیں آیا اور میں اسلام اور نبی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناحق پر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں اور صداقت کا خیال تک نہیں آیا اور حضرت عیسیٰؑ کی ابنیت اور الوہیت پر یقین رکھتا رہا۔ اور رکھتا ہوں** اور ایسا ہی یقین جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے

عیسائی رکھتے ہیں اور اگر میں نے خلاف واقعہ کہا ہے
اور حقیقت کو چھپایا ہے تو اے خدائے قادر!
مجھ پر ایک برس میں عذاب موت نازل کر۔"
اس دُعا پر ہم آمین کہیں گے اور اگر دُعا کا ایک سال
تک اثر نہ ہُوا اور وہ عذاب نازل نہ ہُوا جو جھوٹوں
پر نازل ہوتا ہے تو ہم ہزار روپیہ مسٹر عبداللہ آتھم
صاحب کو بطور تاوان کے دیں گے۔ چاہیں تو پہلے
کسی جگہ جمع کرالیں اور اگر وہ ایسی درخواست نہ کریں تو یقیناً سمجھو
کہ وہ کاذب ہیں اور غلو کے وقت اپنی سزا پائیں گے۔"
(انوار الاسلام صـ [illegible])

بالآخر حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔
"پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا
ہُوا اور کلمۂ اسلام اونچا ہُوا اور عیسائیت نیچے گری۔"
مسٹر عبداللہ آتھم اس مؤکد بعذاب قسم کھانے کے لئے آمادہ نہ ہُوئے تو حضورؑ
نے دُوسرا اشتہار دو ہزار روپے کے انعام کے ساتھ شائع کیا اور اس میں تحریر فرمایا:۔
"حضرت یہ تو دو خداؤں کی لڑائی ہے اب وہی غالب ہوگا جو
سچا خدا ہے۔
جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے خدا کی ضرور یہ قدرت ظاہر ہوگی کہ اس
قسم والے برس میں ہم نہیں مریں گے لیکن اگر آتھم صاحب نے
جھوٹی قسم کھائی تو ضرور فوت ہو جائیں گے تو جائے انصاف ہے
کہ آتھم صاحب کے خدا پر کیا حادثہ نازل ہوگا کہ وہ ان کو بچا نہیں
سکے گا اور منجی ہونے سے استعفیٰ دیدیگا۔ غرض اب گریز کی کوئی وجہ
نہیں۔ یا تو مسیح کو قادر خدا کہنا چھوڑ دیں اور یا قسم کھالیں۔ ہاں اگر عام مجلس
میں یہ اقرار کر دیں کہ ان کے مسیح ابن اللہ کو برس تک زندہ رکھنے کی
تو قدرت نہیں مگر برس کے تیسرے حصہ یا تین دن تک البتہ
قدرت ہے اور اس مدت تک اپنے پرستار کو زندہ رکھ سکتا ہے تو
ہم اس اقرار کے بعد چار مہینہ یا تین ہی دن تسلیم کرلیں گے۔"
(اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت
جلد سوم صـ ۱۳۵ و صـ ۱۳۶)

عبداللہ آتھم انعامی رقم ڈبل کیا جانے پر بھی اس روحانی مقابلہ پر آمادہ نہ ہُوا تو حضرت مسیح
موعود علیہ السلام نے تین ہزار روپے کا انعامی اشتہار دیا۔ اور اس میں اس سوال کا کہ ایک سال
کی میعاد کی کیا ضرورت ہے خدا ایک دن میں بھی جھوٹے کو مار سکتا ہے یہ جواب دیا:۔
"ہاں بے شک خدائے قادر ذوالجلال ایک دن میں کیا بلکہ ایک طرفۃ
العین میں مار سکتا ہے مگر جب اس نے الہامی تفہیم سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا
تو اس کی پیروی کرنا لازم ہے کیونکہ وہ حاکم ہے ...... کیا ان کا
(عیسائیوں کا) وہ مصنوعی خدا ایک سال تک آتھم صاحب کو بچا نہیں سکتا۔
حالانکہ انکی عمر بھی کچھ ایسی بڑی نہیں ہے بلکہ میری عمر سے صرف چند سال ہی
زیادہ ہیں پھر اس مصنوعی خدا پر کونسی ناتوانی طاری ہو جائیگی کہ ایک سال
تک بھی ان کو بچا نہیں سکے گا۔ ایسے خدا پر نجات کا بھروسہ رکھنا بھی سخت
خطرناک ہے جو ایک سال کی حفاظت سے بھی عاجز ہے۔ کیا ہم نے عہد نہیں
کیا کہ ہمارا خدا اس سال میں ضرور ہمیں مرنے سے بچائے گا اور آتھم صاحب
کو اس جہان سے رخصت کر دے گا۔ کیونکہ وہی قادر اور سچا خدا ہے۔
جس سے بدنصیب عیسائی منکر ہیں اور اپنے جیسے انسان کو خدا
بنا بیٹھے ہیں۔"
(انعامی اشتہار تین ہزار روپیہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم صـ ۱۴۴ و صـ ۱۴۵)

اس اشتہار میں حضرت اقدس نے بطور چیلنج عبداللہ آتھم صاحب کو لکھا:۔
"از طرف عبداللہ احمد عافاہ اللہ وایّد۔ آتھم صاحب کو معلوم ہو کہ
میں نے آپ کا وہ خط پڑھا جو آپ نے "نور افشاں" ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء
کے صفحہ ۱۰ میں چھپوایا ہے مگر افسوس کہ آپ اس خط میں دونوں ہاتھ سے
کوشش کر رہے ہیں کہ حق ظاہر نہ ہو۔ میں نے خدا تعالیٰ سے سچا اور
پاک الہام پا کر یقینی اور قطعی طور پر جیسا کہ آفتاب نظر آجاتا ہے
معلوم کر لیا ہے کہ آپ نے میعاد پیشگوئی کے اندر اسلامی عظمت اور
صداقت کا سخت اثر اپنے دل پر ڈالا اور اسی بناء پر پیشگوئی کے وقوع
کا ہم و غم کمال درجہ پر آپ کے دل پر غالب ہُوا۔
میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح ہے اور
خدا تعالیٰ کے مکالمہ سے مجھ کو اطلاع ملی ہے اور اس پاک ذات نے
مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ جو انسان کے دل کے تصورات کو جانتا ہے اور
اس کے پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے اگر میں اس بیان میں
حق پر نہیں تو خدا مجھ کو آپ سے پہلے موت دے۔
پس اسی وجہ سے میں نے چاہا کہ آپ مجلس عام میں قسم غلیظ مؤکد بعذاب
موت کھا دیں ایسے طریق سے جو میں بیان کر چکا ہوں تا میرا اور
آپ کا فیصلہ ہو جائے اور دُنیا تاریکی میں نہ رہے۔ اگر آپ
چاہیں تو میں بھی ایک برس یا دو برس یا تین برس
کیلئے قسم کھالوں گا چونکہ میں جانتا ہوں کہ سچا ہرگز برباد
نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہی ہلاک ہوگا جس کو جھوٹ نے
پہلے سے ہلاک کر دیا ہے۔ اگر صدقِ الہام اور صدقِ اسلام پر
مجھے قسم دی جائے تو میں آپ سے ایک پیسہ نہیں لیتا۔ لیکن آپ
کے قسم کھانے کے وقت تین ہزار کے بدرے پہلے پیش
کئے جائیں گے ...... جبکہ میں بھی قسم کھا چکا اور آپ بھی
کھائیں گے تو جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہوگا وہ دُنیا
پر اثر ہدایت ڈالنے کے لئے اس جہان سے اُٹھا لیا
جائے گا۔ اگر آپ چونسٹھ برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً
ساٹھ کی ہو چکی ہے۔ دو خداؤں کی لڑائی ہے ایک اسلام کا
ایک عیسائیوں کا۔ پس جو سچا اور قادر ہوگا وہ ضرور اپنے بندہ کو

بچ جائے گا۔ اگر آپ کی نظر میں کچھ بھی عزت اس مسیح کی ہے جس نے مریم صدیقہ سے تولد پایا تو اس عزت کی سفارش پیش کر کے پھر میں آپکو خداوند قادر مطلق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس اشتہار کے منشاء کے موافق عام مجلس میں قسم مؤکد بعذابِ موت کھا ویں — یعنی یہ کہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم کہ میں نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلامی عظمت اور صداقت کا کچھ اثر اپنے دل پر نہیں ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی حقانی ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور نہ میرے دل نے اسلام کو حقانی مذہب خیال کیا بلکہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا رہا اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اے قادر خدا! جو دل کے تصورات کو جانتا ہے اس بے باکی کے عوض میں سخت ذلت اور دکھ کے ساتھ عذاب موت ایک سال کے اندر میرے پر نازل کر اور یہ تین مرتبہ کہنا ہوگا اور ہم تین مرتبہ آمین کہیں گے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو مسیح کی عزت کا کچھ بھی پاس ہے یا نہیں۔"

(اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ ۵ر اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغِ رسالت جلد سوم و ضمیمہ انوار الاسلام)

ڈپٹی عبداللہ آتھم کے عذرات

مسٹر عبداللہ آتھم نے دو عذر کئے اوّل یہ کہ قسم کھانا اُن کے مذہب میں ممنوع ہے۔ دوم یہ کہ پیشگوئی کے زمانہ میں وہ ڈرے تو ضرور ہیں مگر پیشگوئی کے اثر سے نہیں بلکہ اِس لئے کہ کہیں ان کو قتل نہ کروا دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے دونوں عذرات اپنے آخری اشتہار میں جس میں چار ہزار انعام دینے کا وعدہ کیا تھا توڑ دیئے اور پادری عبداللہ آتھم اس اشتہار کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلائل سے ثابت فرمایا کہ انجیل کی رُو سے صرف آسمان یا زمین یا یروشلم یا اپنے سر کی قسم کھانا ممنوع ہے۔ (متی $\frac{5}{34-35}$) ورنہ قسم پطرس حواری نے بھی کھائی (متی $\frac{26}{72}$) پولوس رسول نے بھی کھائی۔ (کرنتھیون $\frac{11}{1}$) بلکہ پولوس رسول نے تو لکھا کہ ہر ایک مقدمہ کی حد قسم ہے (عبرانیوں $\frac{6}{16}$) بائیبل میں خدا۔ فرشتوں اور نبیوں کی قسمیں موجود ہیں۔ اور انجیل میں عیسیٰ کی قسم۔ پطرس کی قسم اور پولوس کی قسمیں درج ہیں۔ اِس جہت سے علماء عیسائیت نے جوازِ قسم پر فتویٰ دیا ہے۔ (دیکھئے تفسیر انجیل مصنفہ پادری کلارک و پادری عماد الدین مطبوعہ ۱۸۷۵ء)

علاوہ ازیں عیسائی سلطنت میں پارلیمنٹ کے ممبروں اور تمام معتمد عیسائی ملازموں حتیٰ کہ گورنر جنرل سے بھی قسم لی جاتی ہے۔ پھر آپ نے تحریر فرمایا :—

"پھر اب سوچنا چاہیئے جبکہ پطرس نے قسم کھائی۔ پولس نے قسم کھائی مسیحیوں کے خدا نے قسم کھائی۔ فرشتوں نے قسم کھائی۔ نبیوں نے قسمیں کھائیں اور تمام پادری ذرہ ذرہ مقدموں پر قسمیں کھاتے ہیں اور پارلیمنٹ کے ممبر قسم کھاتے ہیں۔ ہر ایک گورنر جنرل قسم کھا کر آتا ہے تو پھر آتھم صاحب ایسے ضروری وقت میں کیوں قسم نہیں کھاتے۔ حالانکہ وہ خود اپنے اِس اقرار سے کہ میں پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتا رہا ہوں، ایسے الزام کے نیچے آگئے ہیں کہ وہ الزام بجز قسم کھانے کے کسی طرح ان کے سر پر سے اُٹھ نہیں سکتا۔ کیونکہ ڈرنا جو رُجوع کی ایک قسم ہے اُن کے اقرار سے ثابت ہُوا پھر بعد اس کے وہ ثابت نہ کر سکے کہ وہ صرف قتل کئے جانے سے ڈرتے تھے۔ نہ انہوں نے حملہ کرتے ہوئے کسی قاتل کو پکڑا۔ نہ انہوں نے یہ ثبوت دیا کہ ان سے پہلے کبھی اِس عاجز نے چند آدمیوں کا خون کر دیا تھا جس کی وجہ سے اُن کے دِل میں دھڑکا بیٹھ گیا کہ اسی طرح میں بھی مارا جاؤں گا بلکہ اگر کوئی نمونہ اُن کی نظر کے سامنے تھا تو بس یہی کہ ایک پیشگوئی موت کی یعنی مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کی موت اُن کے سامنے ظہور میں آئی تھی لہذا جیسا کہ الہام الٰہی نے بتلایا ضرور وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرے اور یہ بات روئداد موجودہ سے بالکل برخلاف ہے کہ وہ پیشگوئی کی صداقت تجربہ شدہ سے نہیں ڈرے بلکہ ہمارا خُونی ہونا جو ایک تجربہ کی رُو سے ایک تحقیقی امر تھا اس سے ڈر گئے۔ پس اس الزام سے وہ بجز اس کے کیونکر بری ہو سکتے ہیں کہ بحیثیت ایک شاہد کے قسم کھائیں اور بموجب قول پولس رسول کے جو ہر ایک مقدمہ کی حد قسم ہے اس مشتبہ امر کا فیصلہ کرلیں، لیکن یہ نہایت درجہ کی مکاری اور بد دیانتی ہے کہ قسم کی طرف تو رجوع نہ کریں اور یونہی حق پوشی کے طور پر جابجا خط بھیجیں اور اخباروں میں چھپوائیں کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔"

(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۸۹۴ء)

پھر حضورؑ تحریر فرماتے ہیں :—

"تو اب بتلاؤ کہ آتھم صاحب کا یکطرفہ بیان جو صرف دعویٰ کے طور پر اغراض نفسانیہ سے بھرا ہُوا اور روئدادِ موجودہ کے مخالف ہے کیونکر قبول کیا جائے اور کونسی عدالت اس پر اعتماد کر سکتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ صرف ہمارے الہام پر مدار نہیں رہا بلکہ آتھم صاحب نے خود موت کے خوف کا اقرار اخباروں میں چھپوا دیا اور جابجا خطوط میں اقرار کیا اب یہ بوجھ آتھم صاحب کی گردن پر ہے کہ اپنے اقرار کو بے ثبوت نہ چھوڑیں بلکہ قسم کے طریق سے جو ایک سہل طریق ہے اور جو ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے ہمیں مطمئن کر دیں کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرے بلکہ وہ فی الحقیقت ہمیں ایک خُونی انسان یقین کرتے اور ہماری تلواروں کی چمک دیکھتے تھے ہم انہیں کچھ بھی تکلیف نہیں دیتے بلکہ اس قسم پر چار ہزار روپیہ لبشرائطا اشتہار ۹ر ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ر ستمبر ۱۸۹۴ء ان کی نذر کریں گے۔"

اِس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا آخری الہام درج فرمایا:۔
"خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ میں بس نہیں کروں گا جب تک اپنے قوی ہاتھ کو نہ دکھلاؤں اور شکست خوردہ گروہ کی سب پر ذلت ظاہر نہ کروں۔"

اور اس الہام پر یہ تشریحی نوٹ لکھا:۔
"اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیویں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اِخفاء کرکے دُنیا کو دھوکہ دینا چاہا، لیکن ہم اس مؤخر الذکر شق کی نسبت ابھی صرف اتنا کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نشان کو ایک عجیب طور پر دکھلانا ارادہ کیا ہے جس سے دُنیا کی آنکھ کھُلے اور تاریکی دُور ہو اور وہ دن نزدیک ہیں دُور نہیں مگر اس وقت اور گھڑی کا علم جب دیا جائے گا تب اس کو شائع کر دیا جائے گا۔" (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ مندرجہ انوار الاسلام)

اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ کے بعد مسٹر عبداللہ آتھم قسم کھانے پر تو آمادہ نہ ہُوئے مگر اُن کا قسم سے انکار کمال کو پہنچ گیا۔ کیونکہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکے بعد دیگرے تین اَور اشتہار دیئے۔ اور آخری اشتہار ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۵ء کو دیا گیا جس میں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"اگر پادری صاحبان ملامت کرتے کرتے اُن (آتھم) کو ذبح بھی کر ڈالیں تب بھی وہ میرے مقابل پر قسم کھانے کے لئے ہرگز نہیں آئیں گے کیونکہ وہ دل میں جانتے ہیں کہ پیشگوئی پُوری ہوگئی۔ میری سچائی کے لئے یہ نمایاں دلیل کافی ہے کہ آتھم صاحب میرے مقابل پر میرے مواجہ میں ہرگز قسم نہیں اُٹھائیں گے اگرچہ عیسائی لوگ اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اگر وہ قسم کھالیں تو یہ پیشگوئی بلاشبہ دُوسرے پہلو پر پُوری ہوجائے گی۔ خُدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔"

(اشتہار ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۵ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آتھم کو قسم کھانے کے علاوہ نالش کرنے کی بھی ترغیب دی تھی، لیکن آتھم نے نہ قسم کھائی اور نہ نالش کی۔ اور اس طریق سے بتادیا کہ ضرور اُس نے رجوع بحق کیا تھا۔ اور چونکہ اُس نے علانیہ طور پر زبان سے اِس رُجوع کا اظہار نہیں کیا اِس لئے خُدا نے مُجرم کو بے سزا نہیں چھوڑا۔ اور اخفائے حق کی سزا میں آخری اشتہار سے جو ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۵ء کو شائع ہُوا **ساتھ ماہ کے اندر گرفت الٰہی میں آگیا اور ۲۷ر جولائی ۱۸۹۶ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہلاک ہوکر عیسائیوں کی شکست کو ظاہر کرگیا۔**

عکس حوالہ کتاب "الخیر الکثیر"

کتاب "الخیر الکثیر" مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ جس میں مطلق نبی نہیں بلکہ صرف مستقل یعنی شرعی نبی کی آمد کو ممتنع قرار دیا گیا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۲۶۶) ←

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

الخیر الکثیر

مترجم اُردو

مُصنّف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

ناشر

قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

خیر کثیر ۲۶۶ مترجم اردو

تظاهرت جهة القدسانية
والتمثلانية غير المنطمسة
فامتنع أن يكون بعده نبي
مستقل بالتلقي ونحن هذا
القليل من المعرفة نعلم
بأن موسى عليه السلام لو
كان بعد رسول الله صلى
الله عليه وسلم ما وسعه
إلا الاتباع ونجزم بأن هذا
النوع من أخذ الفيض ليس
معدودا في الفناء في الرسول
هذا على أنه بين يدي
الساعة وأقرب الأنبياء
إليها ومتمم مكارم
الأخلاق عميق المآخذ
لأصول الشرع وفروعه
فهذه الأسباب أيضا
تمهد خاتميته نتعرف۔

کو پکڑ کر اپنے سے چھپا لیتا ہے جب
جہت قدسیہ اور ہیبت تمثلی ہر دو نے
ایک دوسری کی معاونت کی اور نظمات
کے کچھ بھی آثار نہیں تھے اسلئے آپ کے
بعد مستقل نبی کا مبعوث ہونا ممتنع ٹھہرا
اسی معرفت کی بنا پر ہم جانتے ہیں کہ
اگر موسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوتے تو آپکے
اتباع کے بغیر ان کے لئے اور کوئی
چارہ کار نہ ہوتا اور یہ بھی ہم علانیہ کہتے
ہیں کہ اس موقع پر اخذ فیض فنا فی
الرسول نہیں سمجھا جاتا، علاوہ ازیں آپ
قرب قیامت میں تشریف لائے اور
آپ کا ظہور بہ نسبت تمام انبیاء کرام
کے قیامت سے زیادہ قریب تھا آپ
کی بعثت مکارم اخلاق کی تکمیل کے
لئے تھی اور آپ کے اصول شرع و
فروع کا ماخذ بڑا عمیق اور دقیق تھا چنانچہ یہ تمام
باتیں آپ کی خاتمیت کی مقتضی ہیں اچھی طرح سمجھ لو۔

دجّال و یاجوج ماجوج کی حقیقت

اور

حضرت امام جماعت احمدیّہ کا اِنعامی چیلنج !

مکرم مولوی عبدالوکیل صاحب نیاز قادیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی نوشتوں خصوصًا قرآنِ مجید میں آخری زمانہ کے جن عظیم حوادث کی خبر دی ہے اُن میں دجّال اور یاجوج ماجوج کے خرُوج اور ان کی فِتنہ انگیزی۔ اُن کے مادّی غلبہ اور اقتدار اور اُن کے ہولناک انجام کی خبریں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ احادیثِ نبویّہ۔ تورات اور اناجیل میں دجّال اور یاجوج ماجوج کے فتنہ کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ دجّال اور یاجوج ماجوج کا فتنہ آخری زمانہ کا سب سے عظیم فتنہ اور ہنگامہ ہے اور سب سے بڑی خطرناک تحریک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ انبیاء اِس فتنۂ عظیمہ سے ڈراتے آئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آسمانی صحیفوں۔ تاریخی کتابوں اور روایات میں ان کے متعلق بہت کچھ تذکرہ پایا جاتا ہے۔ بائبل کے آخری صحیفہ "مکاشفہ یوحنا" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئی کا تذکرہ "بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" کے نام سے کرنے کے بعد ایک ہزار برس تک اِبلیس اور شیطان کے اتھاہ گڑھے میں قید کئے جانے کا بیان ہے۔ (مکاشفہ باب ۱۹ آیت ۱۶ و باب ۲۰ آیت ۱ تا ۳)

اِس کے بعد خبر دی گئی ہے کہ :۔

"جب ہزار برس پُورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور اُن قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج وماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کیلئے جمع کرنے کو نکلے گا۔ اُن کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا۔ اور وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گی۔ اور مقدسوں کی لشکرگاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ اور آسمان پر سے آگ نازل ہو کر اُنھیں کھا جائے گی۔"

(مکاشفہ باب ۲۰ : آیت ۷ تا ۱۰)

اگرچہ پُرانے زمانوں سے یاجوج وماجوج اور دجّال کے بارے میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں بہت سے افسانے رواج پاگئے ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ اضافہ اور مُبالغہ کے ساتھ پھیل گئے۔ اور ان قوموں کے بارے میں عجیب وغریب قصّے تراشے گئے۔ گویا جتنے مُنہ اُتنی باتیں۔ حتّٰی کہ یہ مسئلہ سُلجھنے کی بجائے اَور اُلجھ کر رہ گیا۔ ع

شُد پریشاں خوابِ مَن از کثرتِ تعبیر ہا !

نکتہ وروں کی نکتہ وری اور فلسفیوں کا فلسفہ دَھرا رہ گیا اور یہ معمّہ حل نہ ہُوا۔ مگر حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرما کر یہ سارا راز فاش کر دیا کہ سورۂ کہف کی ابتداء اور انتہاء میں جس فتنہ کا ذکر ہے وہی فتنۂ دجّال ہے۔ البتہ اس کے دو نام رکھے گئے ہیں۔ قرآن میں عیسائیت اور حدیث میں دجّالیت۔ یہ ایک لطیف نکتہ اور راز ہے کہ گو قرآن میں دجّال کا لفظ موجود نہیں مگر یہ صاف بتا دیا گیا ہے کہ درحقیقت دجّال، یاجوج ماجوج کا ہی نام ہے۔ اُن کے مذہبی گروہ کی دجل و تلبیس کے باعث اُنہی کو دجّال کہا گیا ہے۔ اور آگ سے کام لینے اور سمندر کی موجوں کی طرح رُوئے زمین پر غالب آجانے کے باعث اُنہی کو یاجوج ماجوج قرار دیا گیا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اِس فتنہ کا سدِّباب کیونکر ہوگا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دجّال میری زندگی میں ظاہر ہوگیا تو "اَنَا حَجِیْجُہٗ" مَیں بذاتِ خود حُجّت، دلیل اور بُرہان سے اُس کا مقابلہ کروں گا۔ ورنہ "فَکُلُّ مُسْلِمٍ حَجِیْجُ نَفْسِہٖ۔" ہر مُسلمان اس کا حجیج ہوگا۔ یعنی حُجّت، دلیل اور بُرہان سے اُس کا مقابلہ کرے گا۔ بالآخر کاسرِ صلیب مسیح موعودؑ کے ہاتھوں اِس فتنہ کا اِستیصال ہوگا۔ اِنشاء اللہ۔

اِس قدر تمہیدی نوٹ کے بعد ہم آئندہ سطور میں اِس مسئلہ پر کسی قدر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں گے کہ دجّال اور یاجوج ماجوج سے کون لوگ مُراد ہیں۔ اُن کا فِتنہ کتنا بڑا فِتنہ ہوگا۔ اِس فتنہ کا علاج کیا ہے۔ اور آخر اس کا انجام اور قلع قمع کس کے ہاتھ پر مقدر ہے۔

خروجِ دجّال کی حقیقت

جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ دجّالی فتنہ آخری زمانہ میں اَعظم الفِتن ہوگا۔ اگرچہ قرآنِ مجید میں دجّال کا لفظ موجود نہیں تاہم حدیثوں میں اس کے بارہ میں بہت کچھ تذکرہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :۔

مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَہٗ الْاَعْوَرَ الْکَذَّابَ اَلَا اِنَّہٗ اَعْوَرُ وَ اِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ۔ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ ك۔ ف۔ ر۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَ اِنَّہٗ یَجِیْءُ مَعَہٗ بِمِثْلِ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ۔ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّھَا الْجَنَّۃُ ھِیَ النَّارُ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ وَ اِنَّ مَعَہٗ مَاءً وَ نَارًا۔ فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاہُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَ اَمَّا الَّذِیْ یَرَاہُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ وَعَذْبٌ۔ وَ اِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَیْنِ عَلَیْھَا ظَفْرَۃٌ غَلِیْظَۃٌ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ کَافِرٌ یَقْرَأُہٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ کَاتِبٍ وَغَیْرِ کَاتِبٍ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی فَمَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْہِ فَوَاتِحَ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ فَاِنَّھَا جَوَارُکُمْ مِنْ فِتْنَتِہٖ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَیَأْمُرُ

السَّمَاءَ فَتَمْطُرُ وَيَأْمُرُ الْاَرْضَ فَتُنْبِتُ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا۔ وَ فِيْ رِوَايَةٍ يَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَأَيْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْيَيْتُهٗ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْاَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا۔ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ مَعَهٗ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَا بَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

"یعنی کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی اُمّت کو یک چشم کذّاب سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار ہوشیار ہو کر سُن لو کہ وہ یک چشم ہے مگر تمہارا ربّ یک چشم نہیں۔ اس یک چشم دجّال کی آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے ساتھ جنّت اور نار کی امثال لائے گا مگر جس چیز کو وہ جنّت کہے گا وہ دراصل نار ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال خروج کرے گا اور اُس کے ساتھ پانی اور آگ ہوں گے۔ مگر وہ چیز جو لوگوں کو پانی نظر آئے گی وہ دراصل جلانے والی آگ ہوگی۔ اور جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا۔ اور دجّال کی ایک آنکھ بیٹھی ہُوئی ہوگی اور اُس پر ایک بڑا ناخنہ سا ہوگا اور اُس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہُوا ہوگا جسے ہر مومن پڑھ سکے گا خواہ وہ لکھا پڑھا ہو یا نہ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ پس جب تم میں سے کوئی اُسے پائے تو اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے کیونکہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اُس کے فتنہ سے تم کو بچانے والی ہوں گی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال آسمان (یعنی بادل) کو حکم دے گا کہ پانی برسا تو وہ برسائے گا۔ اور زمین کو حکم دے گا کہ اُگا تو وہ اُگائے گی۔ اور ویرانے پر گزرے گا اور اُسے حکم کرے گا کہ اپنے خزانے باہر نکال تو اُس کے خزانے باہر نکل کر اُس کے پیچھے ہو لیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال لوگوں سے کہے گا کہ دیکھو اگر میں اس شخص کو قتل کر دوں اور پھر زندہ کر دوں تو کیا تم میرے اس امر میں شک کرو گے لوگ کہیں گے نہیں۔ پھر وہ اُسے مارے گا اور پھر دوبارہ زندہ کر دے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اُس کے ساتھ ایک پہاڑ روٹیوں کا ہوگا اور ایک نہر پانی کی ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال ایک چمکدار گدھے پر ظاہر ہوگا اور وہ ایسا گدھا ہوگا کہ اُس کے دونوں کانوں کے درمیان ستّر ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔"

دجّال کی یہ کیفیت مشکوٰۃ کی مختلف روایتوں میں بیان ہوئی ہے جس کو اختصار کے ساتھ یہاں درج کیا گیا ہے۔ اب یہ امر قابلِ غور ہے کہ یہ دجّال کون ہے۔ اور کیا وہ ظاہر ہو چکا ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے ہمیں دجّال کے لفظ پر غور کرنا چاہیئے۔ تا معلوم ہو کہ عربی زبان میں لفظ دجّال کے کیا معنٰی ہیں۔ واضح ہو کہ عربی زبان میں دجّال کا لفظ چھ معنوں پر مشتمل ہے:۔

۱۔ دجّال کے معنے کذّاب یعنی سخت جھوٹے کے ہیں۔

۲۔ دجّال کے معنے ڈھانپ لینے والی چیز کے ہیں۔ کیونکہ عربی میں کہتے ہیں دَجَلَ الْبَعِیْرَ یعنی اُس نے اُونٹ کے جسم پر ہِنّا کو اس طرح مَلا کہ کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے کہ دجّال اس رُوٹ سے نکلا ہے لِاَنَّهٗ يَعُمُّ الْاَرْضَ كَمَا اَنَّ الْهِنَاءَ يَعُمُّ الْجَسَدَ۔ کیونکہ وہ زمین کو اِس طرح ڈھانپ لے گا جس طرح ہِنّاء سارے بدن کو ڈھانپ لیتی ہے۔

۳۔ دجّال کے معنٰی زمین میں سیر و سیاحت کرنے والے کے ہیں چنانچہ کہتے ہیں دَجَلَ الرَّجُلُ اِذَا قَطَعَ نَوَاحِيَ الْاَرْضِ سَيْرًا۔ یعنی دَجَلَ الرَّجُلُ کے الفاظ اُس وقت استعمال ہوتے ہیں جب کسی نے تمام رُوئے زمین کو اپنی سیر و سیاحت سے قطع کر لیا ہو۔

۴۔ دجّال کے معنٰی بڑے مالدار اور خزانے والے کے ہیں۔ کیونکہ دجّال سونے کو بھی کہتے ہیں۔

۵۔ دجّال ایک بڑے گروہ کو بھی کہتے ہیں۔ اَلَّتِيْ تُغَطِّي الْاَرْضَ بِكَثْرَةِ اَهْلِهَا۔ جو اپنے افراد کی کثرت سے رُوئے زمین کو ڈھانک لے۔

۶۔ دجّال اُس گروہ کو کہتے ہیں اَلَّتِيْ تَحْمِلُ مَتَاعَ التِّجَارَةِ۔ جو تجارت کے اموال اُٹھائے پھرے۔

مندرجہ بالا تمام معنی لغت کی نہایت مستند اور مشہور کتاب "تاج العروس" میں درج ہیں۔ ان معنوں کے لحاظ سے دجّال کے یہ معنی بنے کہ:۔

"ایک کثیر تعداد جماعت جو تاجر پیشہ ہو اور اپنا تجارتی سامان دُنیا میں اُٹھائے پھرے۔ اور جو نہایت مالدار اور خزانوں والی ہو اور جو تمام دُنیا کو اپنی سیر و سیاحت سے قطع کر رہی ہو۔ اور ہر جگہ پہنچی ہوئی ہو اور گویا کوئی جگہ اُس سے خالی نہ رہی ہو۔ اور مذہباً وہ ایک نہایت جھوٹے عقیدہ پر قائم ہو۔"

تاج العروس کے بیان کردہ اِن معانی کے ساتھ اگر حدیثِ نبویؐ کے ان الفاظ کو ملا کر دیکھا جائے جو دجّال کے تعلق سے اوپر بیان کی گئی ہے تو فوراً یہ معنی اُبھر کر ذہن میں آتے ہیں اور طبیعت بلا تامّل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ حتمی طور پر دجّال سے مُراد مغربی ممالک کی مسیحی اقوام ہیں جو اِس زمانہ میں تمام رُوئے زمین پر چھائی ہوئی ہیں۔ اور دُنیا پر سیاسی۔ سائنسی اور اقتصادی اقتدار حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور تمام مذکورہ کیفیات واضح طور پر اُن میں پائی جاتی ہیں جو دجّال سے متعلقہ احادیث میں بیان ہُوئی ہیں۔

دجّال سے متعلّقہ احادیث پر مودودی صاحب کا تبصرہ

دجّال کے تعلّق سے احادیثِ نبویّہ میں بہت سی علامات تمثیلی رنگ میں بیان ہوئی ہیں جن کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لطیف استعارات ہیں جو ہر دانشمند انسان کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ مودودی صاحب ان احادیث پر تبصرہ کرتے ہُوئے لکھتے ہیں:۔

(۱)۔ "کانا دجّال وغیرہ سب افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت بھی نہیں۔ عوام میں اِس قسم کی جو باتیں مشہور ہوں اُن کی کوئی ذمہ داری اسلام پر نہیں۔ اور اُن میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔" (ترجمان القرآن ستمبر اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(۲)۔ "مسیح دجّال کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مثیلِ مسیح کو نہیں بلکہ اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا..... مسیحِ دجّال ستّر ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھُسے گا۔ اور دمشق کے سامنے جا پہنچے گا۔ ٹھیک اُس نازک موقعہ پر دمشق کے مشرقی حصّے میں سفید مینارے کے قریب حضرت عیسٰی ابنِ مریم صُبحدم نازل ہوں گے اور نمازِ فجر کے بعد مُسلمانوں کو اُس

کے مقابلہ پر سے گزر نکلیں گے۔ اُن کے حملہ سے دجّال پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی سے (جہاں حدیث میں تو اُس کے خدا کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا ذکر ہے) اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اُس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لُد کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ اُن کے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

(رسالہ ختم نبوت صفحہ ۵۷ تا ۶۱)

(۳)۔ "دجّال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اُن کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اِس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجّال ظاہر ہونے والا ہے اور اُس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ اِن خصوصیات کا حامل ہو گا۔ لیکن آپؐ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہو گا اور کہاں ظاہر ہو گا۔ اور یہ کہ وہ آپؐ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ اِن اُمور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارہ میں آپ خود شک میں تھے ...... اب اِن چیزوں کو اِس طرح نقل و روایت کئے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں، نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ ہی اسے حدیث کا صحیح فہم کہا جا سکتا ہے۔"

(ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء و رسائل و مسائل صفحہ ۵۷)

(۴)۔ "آیاتِ قرآنی کے مُنزّل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں بخلاف اس کے روایت میں اس شک کی گنجائش موجود ہے کہ واقعی حضورؐ کی ہیں یا نہیں۔" (رسائل و مسائل صفحہ ۲۷)

ہمارا مسلک

ہمارا مسلک ایسی احادیث کے متعلق جو اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہیں کسی بے اُصولی پر مبنی نہیں۔ چونکہ اخبارِ غیبیہ پر مشتمل احادیث وحیِ خفی یعنی مکاشفات سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ایسی احادیث مکاشفات اور رؤیائے صالحہ کی طرح تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ اور ہم اُن کی ایسی تعبیرات کرتے ہیں جن سے عقلی آزمائش اور امتحان باقی رہے۔ اور ایمان بالغیب کا ثواب نہ اُٹھ جائے۔ اور سُنّت اللہ اور حکمت خداوندی قائم رہے۔ اگر کسی جگہ دو یا زیادہ حدیثیں بظاہر مختلف مضمون بیان کرتی ہوں تو ہم اُن میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر ایسی حدیثوں میں تطبیق نہ دی جا سکتی ہو تو پھر ہم اقرب الی الصواب کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم اخبارِ غیبیہ پر مشتمل احادیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے استخفاف پسند نہیں کرتے جیسا کہ مودودی صاحب نے کانا دجّال کے ذکر پر مشتمل احادیث کو افسانہ قرار دیا ہے۔ جو صریح استخفاف ہے۔

اِس تقابلی مسلک کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دجّال کے ظہور سے متعلقہ احادیث کی اہم باتوں کی صحیح تعبیر بھی بیان کر دیں جو جماعتِ احمدیہ بیان کرتی ہے۔ دجّال کی جملہ علامات جو احادیثِ نبویہ میں بیان کی گئی ہیں، غلط فہمی سے بعض لوگ اس کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ کشف میں یہ تمام اُمور دیکھے۔ اور کشوف ہمیشہ تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اِن الفاظ کو ظاہر پر حمل کرنے سے تو یہ تمام عظیم المرتبت پیشگوئیاں باعثِ تمسخر بن جائیں گی۔ اور غیر قوموں کو مذاق کا موقعہ ملے گا۔ مثلاً دجّال کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہو گا جس کو خواندہ اور ناخواندہ دونوں پڑھ لیں گے۔ خواندہ تو پڑھ سکتا ہے لیکن ناخواندہ کیسے پڑھ سکتا ہے؟ ایسا ہی دجّال کے گدھے کے ماتھے پر چاند ہو گا۔ کیا یہ کوئی نیا چاند چڑھے گا یا آسمان کا چاند ٹوٹ کر لگے گا۔ الغرض ہمیں پیشگوئی کے اُصول و آئین کو مدِّنظر رکھ کر اس پر غور کرنا پڑے گا۔

پیشگوئی کا ایک اصل

پیشگوئیوں میں عموماً استعارات ہوتے ہیں اور قبل از ظہور یہ ضروری نہیں ہوتا کہ پیشگوئی کی حقیقت سمجھ آ جائے۔ نبی خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے الفاظ دُنیا پر ظاہر کر دیتا ہے۔ پھر جب خدا کا فعل اِن الفاظ کی تائید کر دے تو پیشگوئی کی حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اور یہ اِس بات کا زبردست ثبوت ہوتا ہے کہ یہ نبی کا اپنا کلام نہ تھا۔

(۱)۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ اب اگر اسے ظاہر پر محمول کریں تو یہ خلافِ شریعت فعل ہے۔ کیونکہ مرد کو سونا پہننا حرام ہے۔ آخر یہ پیشگوئی دو جھوٹے نبی یعنی مُسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی کے ظہور سے پُوری ہوئی۔

(۲)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں ہجرت کی جگہ دیکھی اور آپ نے یمامہ یا حَجَر مقام اُس سے سمجھا لیکن وہ مدینہ نکلا۔ (بخاری صفحہ ۵۵۱)

کانا دجّال

احادیث نبویؐ میں دجّال کی ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ دائیں آنکھ سے کانا ہو گا۔ چنانچہ یہ اُس کی مادیت کی دلیل ہے جس نے اُس کی دینی اور رُوحانی آنکھ کو بند کر رکھا ہے اور دُنیا کی آنکھ خوب کھلی ہوئی اور روشن ہے۔ چنانچہ یورپین پادریوں کی دینی نابینائی کا اِس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ وہ ایک اِنسان کو خدا بنا رہے ہیں۔ جو تمام حوائج بشری رکھتا تھا۔ قرآن کریم نے بھی رُوحانی بصیرت نہ رکھنے والوں کا نام اندھا رکھا ہے۔ فرمایا مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ جو اِس دُنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا ہو گا۔ یعنی جس نے دیدارِ الٰہی کا سُرمہ یہاں نہیں لگایا وہ آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی سے مشرف نہ ہو سکے گا۔

علم تعبیر کی کتاب "تعطیر الانام فی تعبیر المنام" میں آنکھ کا علاج کرانے کی تعبیر یہ کی گئی ہے کہ وہ شخص دین کی اصلاح کرے گا۔ اور آنکھ کی خرابی دین کی خرابی پر دال ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ دجّال کے ایک آنکھ سے اندھا ہونے سے مُراد اخلاقِ محمودہ سے عاری ہونا ہے۔

(نہایہ ابن الاثیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۴)

ک ۔ ف ۔ ر

دجّال کی آنکھوں کے درمیان ک ۔ ف ۔ ر یعنی کافر کا لفظ لکھا ہونے سے یہ مُراد ہے کہ وہ ایک جھوٹے عقیدہ اُلوہیتِ مسیح پر ایمان رکھیں گے جس سے اُن کا کفر واضح ہو گا اور اِس قدر واضح ہو گا کہ پڑھا لکھا بھی اور اَن پڑھ بھی سمجھ لے گا کہ ایک تین نہیں ہو سکتے اور تین کو ایک نہیں کہا جا سکتا۔ نیز کتابت سے ظاہری کتابت مُراد نہیں جیسے قرآن کریم میں فرمایا: اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (المجادلہ: ۲۳) یعنی اُن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔ اِس کا یہی مطلب ہے کہ ایمان کو دلوں میں پیوست اور جاگزیں کر دیا ہے۔ پس کتابت پختگی اور وضاحت پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ یہ علامت دجّال میں پائی جاتی ہے ۔۔۔!!

جنّت اور دوزخ

دجّال کے ساتھ جنّت و دوزخ ہونے سے یہ مُراد ہے کہ تعیّش و تنعّم اور تباہی و بربادی ہر دو قسم کے سامان اُس کے ساتھ ہوں گے۔ نیز یہ کہ جو شخص اُن کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اُن کی بات مانتا ہے اور اُن کے مذہب کو اختیار کرتا ہے وہ ظاہراً ایک جنّت میں داخل ہو جاتا ہے گو دراصل وہ دوزخ ہوتی ہے اور جو شخص اُن کے بد خیالات سے الگ رہتا ہے وہ ظاہراً ایک دوزخ کو برداشت کر رہا ہوتا ہے

روٹیوں کا پہاڑ

دجّال کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا۔ اور ایک نہر پانی کی ہوگی۔ یعنی عیش وتنعم کے سامان اُن لوگوں کے پاس بافراط ہوں گے۔ چنانچہ عیسائی مشن کے پاس جس قدر روٹیاں ہیں وہ کسی اَور مذہب والے کے پاس نہیں۔ حضرت مسیحؑ کی خُدائی تسلیم کرنے والوں کو جائیدادیں تعلیم۔ علاج۔ لباس۔ غذا مفت دی جاتی ہے۔ اور کروڑوں اَربوں روپیہ اِس کے لئے وقف ہے۔ گاؤں گاؤں پھر کر پادری لوگ کپڑے اور ادویات تقسیم کرتے ہیں۔ اور ایک انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دے کر اُس کی تبلیغ کرتے ہیں۔

زمین وآسمان میں تصرّف

دجّال کا زمین آسمان میں تصرفات کرنا اور خزانے نکالنا اور زندہ کرنا اور مارنا وغیرہ سے اُن کے علوم جدیدہ اور سائنس وغیرہ کی طاقتوں اور سیاسی غلبہ کی طرف مجازی طور پر اشارہ ہے۔ ورنہ از رُوئے حقیقت تو یہ سب اُمور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اُن کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔ نیز زمین سے خزانے نکالنے سے یہ مُراد بھی ہے کہ زمین کے خزانے۔ روئیدگیاں اور معدنیات کی کانیں وغیرہ ان کے ذریعہ دریافت کی جائیں گی۔

خروجِ دجّال

حدیث میں یہ جو کہا گیا ہے کہ دجّال آخری زمانہ میں خرُوج کریگا تو اس سے یہ مُراد ہے کہ گو وہ پہلے سے موجود ہوگا جیسا کہ بعض احادیث میں بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ مگر پہلے وہ اپنے وطن میں گویا محصُور ہوگا لیکن قیامت کے قریب وہ زور کے ساتھ باہر نکلے گا اور رُوئے زمین پر چھا جائے گا۔

دجّال کا گدھا

دجّال کی ایک علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ دجّال ایک چمکدار گدھے پر ظاہر ہوگا۔ اور وہ گدھا ایسا ہوگا کہ اُس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا۔ اُس کے ماتھے پر چاند ہوگا۔ سر پر دُھوئیں کا پہاڑ ہوگا۔ یہ گدھا دن رات چلے گا۔ صُبح وشام سواری کے لئے بُلائے گا۔ میلوں تک اُس کی آواز جائے گی ۔ ! مہینوں کا سفر ہفتوں میں اور ہفتوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا گھنٹوں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کریگا۔ چھ چھ کوس پر اُس کا قدم پڑے گا۔ وہ لوگوں کو گھیرے گا اور اُن کو کھا جائے گا۔ یعنی پیٹ میں رکھ لے گا۔ وہ لوگوں کو سمندر پر ڈال دے گا۔ وہ آگ اور پانی کو قید کرکے چلے گا۔ (کنز العمّال)

اس گدھے میں چراغ اور کھڑکیاں لگی ہوں گی۔ (مجمع بحار الانوار)

دجّال کے گدھے کی جملہ علامات ریل گاڑی میں پائی جاتی ہیں۔ ریل گاڑی میں دو کان یعنی دو آلات شُنوائی ہیں کیونکہ کان سُننے کا آلہ ہے۔ ہر دو آلات (یعنی کانوں) میں ستر باع کا فاصلہ بھی ہے۔ ایک کان ڈرائیور کے پاس ہے اور دُوسرا گارڈ کے پاس۔ ریل گاڑی کے ماتھے پر چاند یعنی سرچ لائٹ بھی ہے، سر پر دُھوئیں کا پہاڑ بھی ہے۔ یہ گدھا دن رات چلتا ہے۔ اور صُبح شام لوگوں کو سواری کے لئے بُلاتا ہے۔ میلوں تک اُس کی آواز بھی جاتی ہے۔ مہینوں کا سفر ہفتوں میں، ہفتوں کا دنوں میں اور دنوں کا گھنٹوں میں طے کرتا ہے۔ چھ چھ کوس پر اُس کا قدم یعنی اسٹیشن بھی ہوتا ہے۔ ریل گاڑی لوگوں کو پیٹ میں بھی رکھ لیتی ہے۔ وہ لوگوں کو سمندر پر یعنی بندرگاہوں تک پہنچا آتی ہے۔ وہ آگ اور پانی کو قید کرکے چلتی ہے یعنی بھاپ سے۔ اُس میں چراغ اور کھڑکیاں بھی لگی ہیں۔ اور گدھا اِس لئے کہا گیا ہے کہ جو کام گدھے سے لیا جاتا ہے یعنی باربرداری اور سواریوں کا لے جانا۔ وہی کام یہ سواری کرے گی۔ چنانچہ ریل گاڑی ہر دو کام کرتی ہے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

اس جگہ ایک باطل شُبہ کا ازالہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دجّال کو ایک فرد واحد کی شکل میں دیکھا تھا اِس لئے وہ ایک جماعت کی شکل میں کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ واضح ہو کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نظارے بصورت کشف دیکھے تھے جیسا کہ حدیث بخاری کے الفاظ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ سے ظاہر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خواب ہمیشہ تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ اور اس میں کئی دفعہ ایک فرد دکھایا جاتا ہے مگر مُراد ایک جماعت ہوتی ہے۔ مثلاً سورۂ یوسف میں مذکور ہے کہ عزیزِ مصر نے سات سالہ قحط کے متعلق سات دُبلی گائیں دیکھیں۔ گویا ایک گائے ایک سال کے تمام مویشیوں بلکہ تمام جانداروں کی قائم مقام دکھائی گئی۔ اور اُس کا دُبلا ہونا قحط کو ظاہر کرتا تھا۔ اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کا نظارا ایک آدمی کی شکل میں دکھایا گیا۔

ہمارے اِس دعویٰ کے ثبوت میں کہ دجّال سے ایک فرد مُراد نہیں بلکہ ایک کثیر التعداد گروہ ہے جو اِس زمانہ میں مسیحی اقوام کی صُورت میں ظاہر ہُوا ہے درج ذیل شواہد ہیں:۔

۱۔ روایات میں مقاماتِ خروجِ دجّال میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کا خروج خُراسان سے ہوگا۔ اصفہان سے ہوگا۔ دمشق شام اور عراق کے درمیان سے ہوگا۔ تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ سے بھی خروج مذکور ہے۔ اور مدینہ منورہ سے مشرق میں بھی خروج مذکور ہے۔ گویا دجّال ایک شخص نہیں بلکہ اُس کے مظاہر مختلف انجمنیں اور اُن کی تحریکات ہیں جو مختلف مقامات سے مختلف رنگوں میں خرُوج کرنیوالے تھے۔

۲۔ ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ :۔

يَخْرُجُ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالٌ يَخْتَلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ جُلُوْدَ الضَّاْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ

(کنز العمّال جلد ۷ ص۱۷۴) یعنی آخری زمانہ میں دجّال نکلے گا اور (یہ ایسے لوگ ہیں کہ) دُنیا کو دین سے ملائیں گے۔ اور بھیڑوں کے لباس میں ظاہر ہوں گے۔ زبانیں شہد سے زیادہ شیریں ہوں گی لیکن دِل بھیڑیئے ہوں گے۔

اِس حدیث میں سب جمع کے صیغے استعمال کرکے بتایا گیا ہے کہ دجّال ایک گروہ کثیر کا نام ہے جو دُنیا میں پھیلا ہُوا ہوگا۔ اور انہیں کو دوسری حدیث میں فرمایا وَاَكْثَرُهُمُ الرُّوْمُ۔ یعنی اکثریت عیسائیوں کی ہوگی۔

۳۔ لغت میں دجّال ایک بڑی جماعت کو کہتے ہیں۔ لہٰذا وہ ایک فرد نہیں ہوسکتا۔

۴۔ جو فتنے دجّال کی طرف منسُوب کئے گئے ہیں اور جو طاقتیں اُس کے اندر بیان کی گئی ہیں اُن کا ایک فردِ واحد میں پایا جانا محال اور بعید از عقل ہے۔

۵۔ دجّال کی کیفیت جن الفاظ میں بیان کی گئی ہے اُس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں مجاز اور استعارہ کا دخل ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ دجّال میں بعض خدائی طاقتیں ماننی پڑتی ہیں۔

۶۔ دجّال کی تمام کیفیات عملاً عیسائی اقوام میں پائی جاتی ہیں۔

۷۔ دجّال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ بتایا گیا ہے۔ اور ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی اقوام کے مادیت اور فلسفے نے جو فتنہ آجکل برپا کر رکھا ہے ایسا فتنہ دین وایمان کے لئے نہ پہلے کبھی ہُوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔

۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے متعلق جو مدینہ کا ایک یہودی لڑکا تھا اور بعد میں مسلمان ہوگیا تھا، دجّال ہونے کا شُبہ کیا تھا۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے آپ کے

سامنے اِس بات پر قسم کھائی تھی کہ یہی الدجّال ہے اور آپؐ نے اس کی تردید نہیں فرمائی تھی (مشکوٰۃ) حالانکہ ابنِ صیّاد میں دجّال کی علاماتِ ماثورہ میں سے اکثر بالکل پائی ہی نہیں جاتی تھیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہ کرامؓ بھی اِس پیشگوئی کو مجازی سمجھتے تھے۔ اور تمام علامات کا ظاہری اور جسمانی طور پر پایا جانا ضروری خیال نہیں کرتے تھے۔

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجّال کے فتنہ سے بچنے کے لئے سُورۃ کہف کی ابتدائی آیات تلاوت کرنی چاہئیں۔ ان آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ مُترشح ہوتا ہے کہ ان آیات میں سوائے عیسائیت کے باطل خیالات کے ردّ کے اور کوئی مضمون نہیں۔ چنانچہ فرمایا: وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ (سُورۃ الکہف) یعنی یہ کتاب اُن لوگوں کو ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے لئے اُتری ہے جو خدا کا ایک بیٹا مانتے ہیں اور اس کے بارہ میں ان کو اور اُن کے آباء و اَجداد کو کوئی بھی حقیقی علم نہیں ہے۔

۱۰۔ مُسلم کی ایک حدیث میں مَروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تمیم داری نے دجّال کو گرجے میں بندھا ہُوا دیکھا تھا۔ (یعنی کشفی حالت میں) اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بیان کی تھی۔ اور آپؐ نے یہ خبر لوگوں کو سُنوائی تھی۔
(مُسلم باب خروج الدجّال)

اب اِس سے بڑھ کر اِس بات کا اَور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ دجّال سے مُراد یہی مسیحی اقوام ہیں جو گرجے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جنہوں نے اِس زمانہ میں غیر معمولی طور پر زور پکڑا ہے اور ساری دُنیا پر چھائی ہوئی ہیں۔ اور اپنے دجل کا مُہیب اور خطرناک جال پھیلایا ہُوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالف مولویوں کو مخاطب کر کے ایک جگہ بڑے واضح رنگ میں لکھا ہے کہ نادانو! تم دجّال کو ایک عجیب الخلقت فرد سمجھ کر اس کا انتظار کر رہے ہو مگر یہاں تمہاری آنکھوں کے سامنے وہ مُہیب فتنے اور فسادات ظاہر ہو رہے ہیں کہ تمہارے فرضی دجّال کے باپ کو بھی یاد نہ ہوں گے۔

دجّالی فِتنہ کا استیصال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے بڑا فِتنہ دجّال کا فِتنہ ہے۔ دجّالیت اور عیسائیت دونوں لفظ ہم معنی ہیں گویا مسمّٰی ایک ہی ہے اگرچہ نام دو ہیں۔ قرآن میں عیسائیت اور حدیث میں دجّالیت۔

ہم اپنے مضمون کے ابتداء میں اس امر کا ذکر کر چکے ہیں کہ عیسائیوں کے اِس بڑے بول کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا رکھا ہے، خدا تعالےٰ نے اِس بڑے بول کو فتنۂ عظیمہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا:-

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا
اِدًّا ۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ
وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔
(سُورۃ مریم: آیت ۸۹ تا ۹۳)

یعنی عیسائیوں نے خدائے رحمٰن کا بیٹا ٹھہرایا ہے۔ اَے نصاریٰ تم نے بہت افتراء کیا۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ کیونکہ اُن لوگوں نے خدائے رحمٰن کا بیٹا قرار دیا ہے۔

سُورۃ کہف میں بھی اللہ تعالےٰ اِسی دجّالی فِتنہ کا ذِکر کر کے فرماتا ہے:-

وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۔ مَا لَهُمْ بِهٖ
مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ
اَفْوَاهِهِمْ ۔ (سُورۃ الکہف)

یعنی اللہ اُنہیں خبردار کرتا ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹا بنا لیا ہے۔ اِس بات کا نہ اُنہیں علم ہے نہ اُن کے آباء کو۔ یہ بڑا بول ہے جو اُن کے مونہوں سے نکلتا ہے۔

اِس سے بڑا مذہبی فتنہ قرآنِ مجید میں اور کوئی بیان نہیں ہُوا جو مسیح موعود کی آمد کے وقت اپنے عُروج کو پہنچ گیا۔ جس کا کلّی اِستیصال احادیثِ نبویّہ اور قرآنِ مجید کے مطابق مسیح موعود کے ذریعہ مقدّر تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کاسرِ صلیب بھی ہیں، اپنے ایک ہی حربہ وفاتِ مسیح سے صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"بہت ہی خُوب ہُوا کہ عیسائیوں کا خُدا فوت ہو گیا۔ اور یہ حملہ ایک برچھی کے حملہ سے کم نہیں جو اِس عاجز نے خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح ابنِ مریم کے رنگ میں ہو کر ان دجّال سیرت لوگوں پر کیا ہے۔" (ازالہ اَوہام)

قتلِ دجّال اور کسرِ صلیب

احادیثِ نبویّہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے اور دجّال کو قتل کریں گے "يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ۔" (مُسلم و بُخاری) یعنی مسیح موعود کے ذریعہ سے صلیبی عقائد کو پاش پاش کیا جائے گا۔ اور مسیحی اقوام اور اُن کے باطل مذہبی خیالات اور ان کا مادّی غلبہ اور اُلوہیتِ مسیح کا جُھوٹا فلسفہ خاک میں مِلا دیا جائے گا۔ اِس جگہ ایک خاص نکتہ جو توجہ کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ دجّال سے محض مسیحیت مُراد نہیں کیونکہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھی اور آپؐ کے ساتھ اُس کا مقابلہ بھی ہُوا۔ اور اُسے شکست بھی ہوئی۔ پس اگر مسیحیت کے باطل خیالات اور اُس کے حامی دجّال ہیں تو یہ دجّال تو آپؐ کے سامنے آیا اور آپؐ نے اُسے شکست دی۔ حالانکہ آپؐ فرماتے ہیں کہ دجّال کو صرف مسیح موعود قتل کرے گا۔ نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر دجّال میرے زمانہ میں نِکلا تو مَیں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں نہیں نِکلا۔ پس دجّال سے بہرحال وہ چیز مُراد لینی ہوگی جو آپؐ کے زمانہ میں نہیں نکلی۔ وہ کیا ہے؟ وہ یہی مسیحیت کے باطل خیالات کا عالمگیر غلبہ اور انتشار فی الارض ہے۔ نیز وہ باطل خیالات جو فیجِ اَعوج کے زمانہ میں مُسلمانوں کے اندر رائج ہو کر مسیحی عقائد کی تقویت کا مُوجب بنے ہیں۔ مثلاً عقیدہ حیاتِ مسیح۔ اور مسیح کا زندہ آسمان کی طرف اُٹھایا جانا۔ اور مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ، یہ وہ عقائد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے۔ اور نہ ہی اُن عقائد کا غلبہ تھا۔ اور نہ خود مُسلمانوں کے عقائد بگڑ کر مسیحیت کے مددگار بنے تھے۔ یہ وہ عقائد و نظریات ہیں جن کا مقابلہ اور زبردست استیصال مسیح موعود کے زمانہ میں قرآنِ کریم کی مدد سے مقدّر تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے: "وَالْقُوَّةُ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّ شَاْنَهٗ بَلَاءٌ شَدِيْدٌ۔" (کنز العُمّال جلد ۷، صفحہ ۲۶۳) کہ اِس دجّال کے مقابلہ کے لئے مسیح موعود قرآن کریم سے طاقت حاصل کرے گا۔ کیونکہ دجّال کا فِتنہ بہت سخت فِتنہ ہے۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنِ کریم کی تیس ۳۰ آیات سے وفاتِ مسیح کو ایسے پُرزور اور مُدلّل رنگ میں ثابت کیا ہے کہ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ کہاں ایک وہ زمانہ تھا کہ اُنیسویں صدی میں صلیبی فِتنہ کی یلغار نے دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اور مسیحی دُنیا نے برملا طور

پر یہ اعلان کر دیا تھا کہ :-

"اب قاہرہ۔ دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خُدّام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتّٰی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اُس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکّہ کے شہر اور خاص حرم میں داخل ہوگا"

(بیروز لیکچرز ص۴۲)

دُنیائے عیسائیت کے اِن نعروں کے درمیان کاسرِ صلیب نے خدا کے اِذن سے اپنی مُہم شروع کر دی اور عیسائیت کے بُنیادی عقائد الوہیتِ مسیح۔ مسیح کی صلیبی موت اور کفارہ وغیرہ کی خود بائیبل کے بیانات کی روشنی میں ایسی مدلّل تردید فرمائی کہ مسیحی دُنیا کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں رہا۔ نتیجۃً قصرِ عیسائیت میں ایک زلزلہ سا آگیا۔ اور خود مسیحی دُنیا یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوگئی کہ :-

"عیسائیت کے ستون ایک ایک کرکے ٹوٹ گئے ہیں۔ یعنی کنواری کا بچّہ پیدا ہونا۔ مسیح کا مرنے کے بعد جی اُٹھنا اور معجزات .... ہمارے لئے صرف ایسا خُدا رہ گیا ہے جو نہ خالق ہے نہ باپ۔ بلکہ بطور تخیّل ہے" (روزنامہ ٹائمز لنڈن ۶۷-۱-۷

بحوالہ الفضل ۶۷-۳-۲۴)

نیز ایڈون لوئس جو امریکہ میں ایک مذہبی ادارہ کے پروفیسر ہیں، نے لکھا کہ :-

"بیسویں صدی کے لوگ مسیح کو خدا ماننے کے لئے تیار نہیں"

یہ بات بالکل درست ہے اور واقعات کے عین مطابق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیاب کسرِ صلیب کے نتیجہ میں آج کا انسان مسیح کو خُدا ماننے کو تیار نہیں۔ کیونکہ کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر و دجّال کے نتیجہ میں دجّال کو وہ ضربیں لگ چکی ہیں اور لگ رہی ہیں کہ اب اُسے ہرگز جانبر نہ ہونے دیں گی۔ اور یقیناً سمجھو کہ اب اُس کی نزع کی حالت ہے۔

حدیث کی رُو سے مسیح موعود کے ذریعہ قتلِ دجّال کے تین مقامات بیان ہوئے ہیں۔ (۱)۔ دمشق میں (۲)۔ جبلِ اَفیق کی گھاٹی کے قریب (۳)۔ اور بابِ لُدّ کے مقام پر۔ یعنی دجّالی تحریک کا انجام کار شہروں میں بھی خاتمہ ہوجائے گا۔ پہاڑی علاقوں میں بھی خاتمہ ہوجائے گا اور میدانی علاقوں میں بھی خاتمہ ہوجائے گا۔ کیونکہ دمشق شہروں کا قائم مقام ہے اور جبلِ افیق پہاڑی مقامات کا اور بابِ لُدّ میدانوں کے دیہاتی علاقوں کا قائم مقام ہے۔ گویا دجّالی تحریک کا کُلّی استیصال مُراد ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اے میرے دوستو! میری آخری وصیت سُنو! اور ایک راز کی بات بتاتا ہوں اُس کو خوب یاد رکھو۔ تم اپنے اُن تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں رُخ بدل لو۔ اور عیسائیوں پر ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہوگیا ہے ...... اُن کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر بیٹھا ہے۔ اِس ستون کو پاش پاش کر دو۔ پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دُنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کر دے، اِس لئے اُس نے مجھے بھیجا ہے اور میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکا ہے" (ازالہ اوہام)

نیز فرماتے ہیں :-

"یاد رکھو کہ جھوٹی خُدائی یسوع کی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ عیسائیوں کے سعادتمند لڑکے سچّے خُدا کو پہچان لیں گے اور پُرانے بچھڑے ہوئے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک کو روتے ہوئے آملیں گے"

(سراج منیر ص۴۴)

دجّالی تحریک کا لمبا مقابلہ

ہمارے اس قدر بیان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ دجّالی فتنہ اور اُن کے باطل عقائد و خیالات کا استیصال اِس زمانہ میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں مقدّر ہے۔ اور یہ بھی ثابت کیا جاچکا ہے کہ دجّال ایک شخص نہیں بلکہ ایک خاص تحریک اور گروہ کا نام ہے اِس لئے اس کا استیصال دلیل کے ساتھ لمبے عرصے تک مقابلہ کو چاہتا ہے۔ مسیح موعودؑ کے حربہ سے دجّالی فتنوں کا یکدم ختم ہوجانا مُراد نہیں ہے بلکہ جس طرح مذہبی تحریکات کامیابی کے لئے ایک لمبے وقت اور جدّ و جہد کو چاہتی ہیں اسی طرح دجّالی تحریک کے کُلّی استیصال اور بیخ کنی کے لئے لمبا زمانہ چاہیئے۔ جبکہ تمام مذاہب کو خُدا تعالیٰ بموجب حدیث نبویؐ ہلاک کر کے اِسلام میں داخل کر دے گا۔ چنانچہ ایک حدیث نبویؐ میں مذکور ہے :-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... قَالَ (مُوْسٰى) یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّةً یُؤْتَوْنَ الْعِلْمَ الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ فَیَقْتُلُوْنَ قُرُوْنَ الضَّلَالَةِ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ ۔ (دلائل النبوۃ جلد ا ص۱۲)

یعنی ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب! میں الواح میں ایک قوم کا ذکر پاتا ہوں جنہیں پہلا اور آخری علم دیا جائے گا۔ پس وہ ضلالت کی صدیوں میں مسیح دجّال کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔

اِس حدیث کی روشنی میں مسیح موعود کی جماعت کو دجّال کے ساتھ لمبا عرصہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ تب جاکر دجّالی تحریک کا خاتمہ ہوگا۔ اور اس طرح دجّال ہلاک ہوگا۔ یہ نہیں کہ مسیح موعود کے دعویٰ کے ساتھ ہی آناً فاناً دجّال قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ حدیث میں یہ جو وارد ہے کہ مسیح کے دَم سے کافر مریں گے اور دجّال نمک کی طرح پگھلنا شروع ہوجائے گا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مسیح موعود کی بددُعا سے وہ کافر مریں گے جن پر اُس کی بددُعا کے لئے نظر پڑے گی۔ یہ نہیں کہ اُس کا سانس زہریلا ہوگا جس سے ہر کافر حدِ نظر تک مرتا چلا جائے گا۔ یہ بات سُنّتِ الٰہیّہ اور حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو دجّال کو حربہ سے قتل کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی، مسیح موعود کا زہریلا سانس ہی اُسے ہلاک کر دیتا۔ اور دجّال کا نمک کی طرح پگھلنا اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مسیح موعود کی رُوحانی تحریک سے ایک ایسی ہَوا چلے گی کہ دجّال کو یہ احساس پیدا ہوجائے گا کہ میری قوم کے معاشرہ میں مادہ پرستی آجانے کی وجہ سے اُن کی مذہبی حالت آہستہ آہستہ انحطاط پذیر ہو رہی ہے۔ اگر مسیح موعود انہیں اِس حال میں چھوڑ دیتے تو عیسائیت مادہ پرستی میں فنا ہوجاتی۔ لیکن چونکہ یہ امر اسلام کے لئے مفید نہ تھا اس لئے مسیح موعودؑ نے پادریوں کے خلاف اپنے اس حربہ کو استعمال کرنا تھا کہ حضرت مسیح ابن مریم طبعی عُمر پاکر فوت ہوچکے ہیں۔ آپؑ نے اپنی جماعت کو اِس حربہ میں عیسائیت کی مَوت کے آثار نُمایاں طور پر دِکھا دیئے ہیں۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ بالآخر اب عیسائیت

مسیح موعودؑ کے آسمانی حربہ سے ختم ہوکر اسلام میں نیا رُوحانی جنم لے گی۔

ایک تحدّی

مسیح موعودؑ اور آپ کی قائم کردہ پاک رُوحانی جماعت کے ذریعہ جن دلائل کے ساتھ دجّالی فتنہ کا اس رنگ میں قلع قمع کیا جارہا ہے کہ احرارِ یورپ کا مزاج اس بات کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوتا چلا جارہا ہے کہ آخری زمانہ میں دجالی فتنہ کے جس طلسم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا مقصود تھا وہ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کے ذریعہ مقدّر ہے جو ایک رنگ میں مسیح ابن مریم بھی ہے جو ظاہر ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب کوئی مسیح آسمان سے نہیں آئے گا۔ خُدا کے مقرر کردہ مسیح پاک علیہ السلام نے بڑی ہی تحدّی کے ساتھ فرمایا ہے کہ:۔

"مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خُدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر چکا اور دُنیا دُوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہیں اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پُوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مُسلمان اور کیا عیسائی سخت نا اُمید اور بدظن ہوکر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

ایک کروڑ روپے کا انعام

مندرجہ بالا اعلانِ تحدّی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۳ء میں تمام مخالف علماء کو مخاطب کرکے فرمایا۔ جس پر آج بانوے سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن کسی مخالف کو آج تک یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مسیح ابن مریم کو زندہ آسمان سے اُتار کر دکھا سکے ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

چنانچہ ٹھیک بانوے (92) سال بعد آپ کے نائب اور خلیفہ چہارم سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے تمام مخالف علماء کو مخاطب کرکے فرمایا کہ:۔

"اِس صدی کے گزرنے میں اب چند سال باقی ہیں۔ مَیں یہ وعدہ کرتا ہُوں کہ تُم سب مولوی مل کر اگر کسی طرح صدی سے پہلے پہلے مسیح کو اُتار دو۔ تو تُم میں سے ہر ایک کو ایک کروڑ روپیہ دُوں گا۔"

نیز فرمایا:۔

"پھر مجھے خیال آیا کہ یہ بے چارے مسیح کو کہاں اُتار سکتے ہیں۔ مسیح تو بہت پاک وجود ہے۔ دجّال کے گدھے کو ہی پیدا کر دیں جس نے آئے بغیر مسیح نے نہیں آنا۔ تو پھر ایک ایک کروڑ روپیہ ہر مولوی کو دیا جائے گا ..... مَیں اور میری جماعت تو پہلے بھی مسیح کو مانے ہوئے ہیں۔ ایک اور مسیح کو ماننے میں ہمیں کیا عار ہوگی۔"

(خلاصہ اختتامی خطاب بر موقع جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۹۵ء بدر ۵/۱۲ جنوری ۹۵ء)

یاجُوج ماجُوج کی حقیقت

یاجُوج وماجُوج اور اُن کے مادی غلبہ اور اقتدار اور پھر اُن کے ہولناک انجام کے بارہ میں صحیح حالات اور حقیقی پیشگوئیاں قرآن مجید نے بیان فرمائی ہیں۔ قرآن پاک میں دو سُورتوں میں یاجُوج وماجُوج کا نام لے کر اُن کا ذکر کیا ہے۔ سُورۃ الانبیاء میں فرمایا:۔

وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝

(الانبیاء: آیت ۹۶ تا ۹۹)

ترجمہ:۔ اور ہر ایک بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اس کے لئے یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ اس کے بسنے والے لوٹ کر اس دُنیا میں نہیں آئیں گے۔ یہاں تک کہ جب یاجُوج اور ماجُوج کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ ہر پہاڑی اور سمندر کی لہر پر سے پھلانگتے ہُوئے دُنیا میں پھیل جائیں گے۔ اور (خدا کا) سچّا وعدہ قریب آجائے گا تو اُس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے۔ ہم پر افسوس! ہم تو اس دن کے متعلق سخت غفلت میں پڑے رہے بلکہ ہم لوگ تو ظالم تھے۔ (اُس وقت کہا جائے گا کہ) تم بھی اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے سب کے سب جہنّم کا ایندھن بنیں گے۔ تم سب اس میں داخل ہوگے۔

دُوسری جگہ سُورۃ الکہف میں ذوالقرنین کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاۗءَ ۚ

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ
يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝
وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝ الَّذِيْنَ
كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاۤءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝ (سورۃ الکہف: ۹۵ تا ۱۰۲)

ترجمہ :- انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج و ماجوج یقیناً اس ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں پس کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ خراج اس شرط پر مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے درمیان اور اُن کے درمیان ایک روک بنا دیں۔ اُس نے کہا اس قسم کے کاموں کے متعلق میرے ربّ نے جو طاقت مجھے بخشی ہے وہ دشمنوں کے سامانوں سے بہت بہتر ہے اس لئے تم مجھے مقدور بھر مدد دو تاکہ میں تمہارے درمیان اور اُن کے درمیان ایک روک بنا دوں۔ تم مجھے لوہے کے ٹکڑے دو (چنانچہ وہ روک تیار ہونے لگی۔) یہاں تک کہ جب اُس نے (پہاڑی کی) ان (دونوں) چوٹیوں کے درمیان برابری پیدا کر دی تو اُس نے اُن سے کہا کہ اب اس پر آگ دھونکو حتیٰ کہ جب اُس نے اُسے بالکل آگ کی طرح کر دیا تو اُس نے کہا کہ اب مجھے گلا ہوا تانبا (لا) دو تاکہ میں اسے اس پر ڈال دُوں۔ پس جب وہ دیوار تیار ہو گئی تو وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) اُس پر چڑھ نہ سکے اور نہ اس میں سُوراخ کر سکے۔ اس پر اس نے کہا کہ یہ کام محض میرے ربّ کے خاص احسان سے ہُوا ہے۔ پھر جب عالمگیر عذاب کے متعلق میرے ربّ کا وعدہ پُورا ہونے پر آئے گا تو وہ اس روک کو توڑ کر زمین سے پیوست شُدہ ایک ٹیلہ بنا دے گا۔ اور میرے ربّ کا وعدہ ضرور پُورا ہو کر رہنے والا ہے۔ اور جب اُس کے پُورا ہونے کا وقت آئے گا تو اُس وقت ہم انہیں ایک دُوسرے کے خلاف جوش سے حملہ آور ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ اور بگل بجایا جائیگا تب ہم اُن سب کو اکٹھا کر دیں گے۔ اور ہم اس دن جہنّم کو کافروں کے بالکل سامنے لے آئیں گے اور کافر جن کی آنکھیں میرے ذِکر یعنی قرآنِ کریم کی طرف سے غفلت کے پردہ میں تھیں اور وہ سُننے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے۔

قرآن مجید نے اِن دونوں مقامات پر یاجوج و ماجوج کے نام سے اُن کے ماضی اور اُن کے مستقبل کا ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید نے چودہ سو سال قبل یہ خبر دی تھی کہ یہ قومیں ایک زمانہ تک اپنے مُلکی حدود میں محدُود رہنے کے بعد باہر نکلیں گی اور ایسا معلوم ہو گا وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔ کہ وہ گویا ہر بلندی اور ہر بالائی کو پھلانگ رہی ہیں۔ وہ صحیفۂ زمین پر چھا جائیں گی۔ اور ہر نشیب و فراز پر اُن کا اثر و نفوذ ہو گا۔

سُورۃ الکہف میں یاجوج و ماجوج کو مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ قرار دے کر دُوسری قوموں کے ذوالقرنین مامور ربّانی سے یاجوجی و ماجوجی فتنہ کا مقابلہ کرنے اور اُن کے شر سے محفوظ رکھنے کی درخواست کی گئی ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ وقتِ موعُود آنے پر یہ دونوں بلاک یاجوج و ماجوج باہم گتھم گتھا ہوں گے۔ وہ مقابلۃً اپنی ایجادات اور مصنوعات پر نازاں ہوں گے۔ لیکن جب یہ قومیں خُدا کے فرستادہ کی آواز پر کان نہ دھریں گی تو آخر کار اُن کو تباہ ہو کر جہنّم کا ایندھن بننا ہو گا۔

سُورۃ الانبیاء میں یاجُوج و ماجُوج کے کامل عُروج کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر وعدۂ الٰہی کے ظہُور کی خبر دی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اس وقت یہ قومیں آسمانی گرفت کے نیچے آجائیں گی اور اُن کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ ان کی ترقیات اور اختراعات ہی اُن کی تباہی کا ذریعہ بن جائیں گی اور اُن کے خود ساختہ معبُود اُن کے کسی کام نہ آ سکیں گے۔

قرآن مجید کے اِن ہر دو مقامات کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے حسبِ ذیل اُمور واضح ہو جاتے ہیں :-

اوّل :- یہ دونوں قومیں ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں۔ اور ان دونوں کا مقصد و مدّعا بھی ایک ہی ہے کہ اَجیج یعنی ناری طاقتوں سے سب چیزوں کو مسخر کیا جائے۔ اور اپنے اقتدار کی طنابیں زمین کے کناروں بلکہ خلاء اور فضاؤں تک پھیلا دی جائیں۔

دوم :- دونوں قوموں کا محاذ اسلام اور توحید کے خلاف ہو گا۔ اور دنیوی طور پر بنی نوع انسان کی بہبودی کی بجائے ملکوں کی لُوٹ کھسوٹ ان کا نصب العین ہو گا۔ یہ طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تثلیثی عقیدہ اور عیسائی قوموں اور استعماری قوتوں کی علمبردار ہوں گی۔

سوم :- اس ہولناک رُوحانی تباہی کے وقت اللہ تعالیٰ نفخِ صُور کریگا۔ اپنے موعُود کو برپا کرے گا۔ اور اُس کے ذریعہ سے زمین پر پھیلی ہوئی یاجوج و ماجوج کی قوموں کو اِسلام کی دعوت دے گا۔ ان لوگوں کے انکار اور عناد کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک بڑی حد تک باہم دگر لڑ کر نیست و نابُود ہو جائیں گے۔ اور اُن کی باقی ماندہ تباہی آسمان سے برسنے والے "شُوَاظٌ مِّنْ نَارٍ" کے ذریعہ تکمیل تک پہنچے گی۔ تب شرک کا خاتمہ ہو گا اور مادّہ پرستی پر زوال آئے گا۔ اور پھر ایک مرتبہ خدا کی کامل توحید پُورے جلال سے زمین پر جلوہ گر ہو گی۔ اور یہ دُنیا ایک بقعۂ نُور بن جائے گی۔

قرآنی بیانات کی تصدیق احادیثِ نبویہ۔ بائبل اور تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔

یاجُوج و ماجُوج اور آسمانی نوشتے

اِس بارے میں سب سے پہلے تورات کے مندرجہ ذیل بیانات ہماری راہ نمائی کرتے ہیں لکھا ہے:-

ا۔ "یافت کے بیٹے یہ ہیں۔ جمر اور ماجُوج اور مادی اور یونان اور توبل اور مسک اور تیراس۔" (پیدائش: باب ۱۰ آیت ۲)

ب۔ "خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جُوج! روش اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہُوں۔" (حزقیل: باب ۳۸ آیت ۳)

اِس حوالہ میں جُوج سے مُراد یاجُوج ہے اور روش سے رشیا یعنی رُوس ہے اور مسک سے مُراد ماسکو ہے اور توبل سے مُراد ٹوبالسک کا علاقہ ہے۔

ج۔ حدیث شریف میں مذکور ہے :-

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِنْ وُّلْدِ اٰدَمَ وَلَوْ اُرْسِلُوْا اَفْسَدُوْا عَلَى النَّاسِ مَعَايِشَهُمْ وَلَنْ يَّمُوْتَ مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا تَرَكَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اَلْفًا فَصَاعِدًا وَاِنَّ مِنْ وَّرَائِهِمْ ثَلَاثَ اُمَمٍ تَاوِلَ وَتَارِيْسَ وَمَسْكَ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ ثقات)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج و ماجوج اولادِ آدم ہیں (کوئی جن یا بھوت نہیں) اگر انہیں کھول دیا جائے تو لوگوں کی معاشی زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیں۔ اور یاد رکھو کہ اگر اُن میں سے ایک مرے گا تو ہزار یا ہزار سے بھی زائد چیلے اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا اور اُن کے پیچھے تین قومیں ہیں یعنی تاول۔ تاریس۔ اور مسک ——!!

اِس حدیث سے یہ معلوم ہُوا کہ یاجوج و ماجوج کا اصل مولد روسی علاقہ ہے۔ لیکن ماجوج اقوام کچھ زمانہ کے بعد مغرب کی طرف بڑھیں اور بعض جزائر میں سکونت اختیار کر لی۔ اور پھر عیسائیت کو قبول کر لیا۔ چنانچہ ماجوج کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"اور مَیں ماجوج پر اور اُن پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں۔ ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ مَیں خداوند ہوں۔" (حزقیل باب ۳۹ : آیت ۶)

یاجوج و ماجوج کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خُطبہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرامؓ کو ان اقوام سے اِن الفاظ میں متعارف کروایا کہ :-

اِنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ لَا عَدُوَّ لَکُمْ لَنْ تَزَالُوْا تُقَاتِلُوْنَ. حَتّٰی یَاْتِیَ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ عِرَاضَ الْوُجُوْہِ صِغَارَ الْعُیُوْنِ. صُھْبُ الشِّعَافِ. وَمِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ. کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ.

(رواہُ احمد والطبرانی ورجالُھما رجال الصّحیح)

یعنی تم لوگ سمجھتے ہو کہ اب کوئی تمہارا دُشمن نہیں رہا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ تم لوگوں کو متواتر اپنے کئی دُشمنوں سے لڑنا پڑے گا۔ تاوقتیکہ یاجوج و ماجوج اقوام ظاہر ہو جائیں یہ لوگ چوڑے چوڑے چہروں والے ہیں، آنکھیں چھوٹی ہیں۔ اُن کی داڑھیوں کے سرے کے بال بھُورے رنگ کے ہیں۔ یہ ہر بلندی پر دوڑ کر چھا جائیں گے۔ اور اُن کے چہرے اُلٹی ڈھال کی طرح ہیں۔

اِس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یاجوج و ماجوج کا جو حُلیہ بیان فرمایا ہے وہ رُوسی اقوام اور اُن کے پڑوسی چینی اقوام کا حُلیہ ہے۔ نیز اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کے ظہور پر اسلام کی مدافعانہ جنگیں ختم ہو جائیں گی۔ کیونکہ اوّل تو یاجوج و ماجوج کو کسی مذہب سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اِس لئے اگر وہ کسی قوم سے لڑیں گے تو سیاسی اغراض کے ماتحت اور دوم یہ کہ مُسلمانوں میں اُن سے لڑنے کی طاقت ہی نہیں ہوگی ـــ!

لُغوی تحقیق

یاجوج و ماجوج نام کی لُغوی تحقیق بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ یاجوج و ماجوج کون ہیں؟ اہلِ لُغت نے یاجوج و ماجوج کے عجمی نام ہونے یا مشتق عربی اسم ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ علاّمہ ابوالبقاء اپنی مشہور کتاب اِملاء مامنّ بہ الرحمٰن میں جو الاعراب لابی البقاء کے نام سے مشہور ہے، لکھتے ہیں :-

(ترجمہ) "یاجوج و ماجوج دونوں عجمی نام ہیں عجمیّت اور معرفہ ہونے کے باعث غیر منصرف ہیں۔ انہیں ہمزہ کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے اور بغیر ہمزہ کے بھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عربی لفظ ہیں۔ یاجوج یربُوع کی طرح یفعول کے وزن پر اور ماجوج معقول کی طرح مفعول کے وزن پر ہے۔" (جلد ۲ صفحہ ۵۷)

اِمام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ :-

(ترجمہ) "یاجوج و ماجوج کے متعلق اہلِ لُغت کے دو قول ہیں۔

(۱)۔ یہ دونوں وضعی طور پر عجمی ہیں۔ کیونکہ غیر منصرف ہیں۔

(۲)۔ یہ دونوں عربی اشتقاق رکھتے ہیں۔" (تفسیر رازی جلد ۵ صفحہ ۷۵۶)

یاجوج و ماجوج کا وطن

یاجوج و ماجوج کے وطن کے بارے میں مؤرخین کا اِتّفاق ہے کہ وہ منطقہ شمالی ہے۔

امام ابنِ خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

(ترجمہ) "منطقہ شمالی کے باشندوں کے نام اُن کی رنگت کے اِعتبار سے نہیں رکھے گئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اِس علاقہ کے بسنے والوں میں مختلف ناموں کی مختلف قومیں آباد ہیں۔ یعنی ترک ہیں۔ صقالیہ ہیں۔ طغرغزا ہیں۔ خزر۔ لان۔ مختلف یورپین قومیں اور یاجُوج و ماجُوج ہیں۔" (مقدّمہ ابنِ خلدون صفحہ ۴۷)

امام رازی نے اِس بارے میں لکھا ہے کہ :-

"اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ قَوْمٌ مِنَ التُّرْکِ یَسْکُنُوْنَ فِیْ اَقْصَی الشِّمَالِ." (الکبیر للرازی جلد ۶ صفحہ ۷۵۰)

یعنی یاجُوج ماجُوج ترکوں کی قوم ہیں جو شمالی حصہ کے آخری کنارے پر آباد ہیں۔

سر سیّد احمد خان صاحب آف علیگڑھ نے اپنی کتاب "ازالۃ الغین عن ذی القرنین" میں لکھا ہے :-

"یاجُوج و ماجُوج جوگاگ میگاگ کا مقرب ہے۔ دراصل تاتاری ترک کی قوم ہے۔" (بحوالہ بدر فروری ۱۹۶۸ء)

کتاب "مشاہیرِ اسلام" شائع کردہ ادارہ ثقافتِ اِسلامیہ لاہور کے مؤلّف خواجہ عباد اللہ صاحب اختر لکھتے ہیں :-

"یافث کی اَولاد موجودہ اقوام یورپ اور چین۔ تاتار و ترک وغیرہ ہیں اور انہی پر یاجوج ماجوج کا اِطلاق ہوتا ہے۔"

مسیح موعُود کی تصریحاتُ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے آیاتِ قُرآنیہ کی روشنی اور لغوی تحقیق کے نتیجہ میں واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ یاجُوج و ماجُوج سے مُراد اِس زمانہ میں رُوس اور انگریز اقوام ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں :-

(۱)۔ "یاجوج و ماجوج دو قومیں ہیں جن کا پہلی کتابوں میں ذِکر ہے۔ اور اِس نام کی وجہ یہ ہے کہ وہ اَجیج سے یعنی آگ سے بہت کام لیں گے۔ اور زمین پر اُن کا بہت غلبہ ہو جائے گا۔ اور ہر ایک بلندی کی مالک ہو جائیں گی۔ تب اُس زمانہ میں آسمان سے ایک بڑی تبدیلی کا اِنتظام ہوگا اور صُلح اور آشتی کے دِن ظاہر ہوں گے۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۴)

(۲)۔ "یاجُوج و ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دُنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جن میں ایک انگریز اور دُوسرے رُوس ہیں۔ یہ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں۔ یعنی اپنی خُداداد طاقتوں کے ساتھ فتحیاب ہوتی جاتی ہیں۔" (اِزالہ اوہام صفحہ ۲۰۹)

(۳)۔ "اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ ھُمُ النَّصَارٰی مِنَ الرُّوْسِ وَالْاَقْوَامِ الْبِرَیْطَانِیَہ." (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۸ حاشیہ)

(۴)۔ "اَجیج آگ کو کہتے ہیں جس سے یاجوج و ماجوج کا لفظ مشتق ہے۔ اِس لئے جیسا کہ خُدا نے مجھے سمجھایا ہے یاجُوج و ماجُوج

وہ قوم ہے جو تمام قوموں سے زیادہ دُنیا میں آگ سے کام لینے میں اُستاد بلکہ اس کام کی مُوجد ہے۔ اور اُن ناموں میں یہ اشارہ ہے کہ اُن کے جہاز اُن کی ریلیں، اُن کی کلیں آگ کے ذریعہ چلیں گی۔ اور اُن کی لڑائیاں آگ کے ذریعہ سے ہوں گی اور وہ آگ سے خدمت لینے کے فن میں تمام دُنیا کی قوموں سے فائق ہوں گے۔ اسی وجہ سے وہ یاجوج ماجُوج کہلائیں گے۔ سو وہ یورپ کی قومیں ہیں۔" (ایام الصّلح صـ۱۸۲)

(۵)۔ "یاجوج ماجوج سے وہ قوم مراد ہے جن کو پُورے طور پر ارضی قُوٰی ملیں گے۔ اور اُن پر ارضی قُوٰی کی ترقیات کا دائرہ ختم ہو جائے گا۔ یاجوج ماجوج کا لفظ اَجِیْج سے لیا گیا ہے جو شعلۂ نار کو کہتے ہیں۔ پس یہ وجہ تسمیہ ایک تو بیرونی لوازم کے لحاظ سے ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ یاجُوج و ماجُوج کے لئے آگ مُسخّر کی جائے گی اور وہ اپنے دنیوی تمدّن میں آگ سے بہت کام لیں گے۔ اُن کے بّری اور بحری سفر آگ کے ذریعہ سے ہوں گے۔ اُن کی لڑائیاں بھی آگ کے ذریعہ سے ہوں گی۔ اُن کے تمام کاروبار کے انجن آگ کی مدد سے چلیں گے۔ دُوسری وجہ تسمیہ لفظ یاجُوج ماجُوج کے اندرونی خواص کے لحاظ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن کی سرشت میں آتشی مادّہ زیادہ ہوگا۔ وہ قومیں بہت تکبّر کریں گی اور اپنی تیزی اور چُستی اور چالاکی میں آتشی خواص دِکھلائیں گی۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱۹ حاشیہ)

اِن حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے چودھویں صدی ہجری کے بالکل شرُوع میں بالصراحت اِعلان فرما دیا تھا کہ یاجوج ماجوج سے مُراد رُوس اور انگریز ہیں۔ جس کا اعتراف بعض محققین نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ مولانا ابو الجمال عباسی اپنی کتاب حکمتِ بالغہ میں لکھتے ہیں:—

"کتبِ قدیمہ اور صحفِ انبیاء میں رُوس والوں کو یاجوج کہا گیا ہے۔"

ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف بایں الفاظ کیا ہے کہ ؎

محنت و سرمایہ دُنیا میں صف آراء ہو گئے
دیکھئے ہوتا ہے کس کس کی تمنّاؤں کا خُون

حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا وَقَدْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ

کُھل گئے یاجُوج اور ماجُوج کے لشکر تمام
چشمِ مُسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ یَنْسِلُوْنَ (بانگِ درا صـ۳۳۴)

مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی لکھتے ہیں کہ:—

"خلق خدا کی ہو تو ہو۔ لیکن سمندر اور سمندروں کی بندرگاہ جہاز اور اُن کے بھرے بیڑے۔ محکمۂ بحری اور خداوندانِ بحر، کروزر اور ڈریڈنائٹ۔ تارپیڈو اور ڈسٹرائر آج بانگِ پکار سے کہہ رہے ہیں کہ یہ امر اور حکم یاجوج کا ہے۔"

(بحوالہ بدر ۲ مئی ۱۹۵۷ء)

یاجُوج ماجُوج کے مقاصِد

یاجُوج ماجُوج کے مقاصد اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے جو تدابیر وہ اختیار کریں گے اُن پر بھی صحائفِ آسمانی روشنی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:—

(۱)۔ "خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اُس وقت یُوں ہوگا کہ بہت سے مضمون تیرے دِل میں آئیں گے اور تو ایک بُرا منصُوبہ باندھے گا اور تُو کہے گا کہ مَیں دیہات کی سرزمین پر حملہ کروں گا۔ مَیں اُن پر حملہ کروں گا جو راحت و آرام سے بستے ہیں..... تاکہ تُو لُوٹے اور مال کو چھین لے۔" (حِزقیل باب ۳۸)

(۲)۔ "بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق چلے گا اور تکبّر کرے گا۔ اور سب معبودوں سے بڑا بنے گا اور الٰہوں کے اِلٰہ کے خلاف بہت سی حیرت انگیز باتیں کہے گا اور اقبال مند ہوگا کسی اَور معبُود کو نہ مانے گا بلکہ اپنے آپ ہی کو سب سے بالا جانے گا..... اور خاتمہ کے وقت شاہِ جُنوب اُس پر حملہ کرے گا۔" (حزقیل باب ۱۱)

اِن حوالوں سے ظاہر ہے کہ یاجُوج ماجُوج ایک نیا معبُود تراشیں گے اور وہ نیا معبُود اُن کا حیرت انگیز فلسفہ ہوگا جو اُن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم کر دے گا۔ اُن کا یہ معبُود دُنیا کی عیش و عشرت اور لہو و لعب ہوں گے۔ اور یہ یاجوج ماجوج ایک دوسرے پر حملہ کریں گے۔ اور یہ کہ دُنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو گی۔ ایک حصّہ شاہِ شمال یعنی روس ہوگا۔ اور دُوسرا اُس کا حریف شاہِ جنوب ہوگا۔

بخاری شریف میں انہی دو بلاکوں کی باہمی جنگ و جدال کو "اِقْتِتَالُ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ" کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ دونوں بلاک آخری زمانہ میں ایک دُوسرے سے نبرد آزما ہوں گے۔

اِنجیل میں ماجُوج کو سمندر کا حیوان اور یاجُوج کو زمین کا حیوان قرار دے کر اُن کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ لکھا ہے:—

"مَیں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے نِکلتے ہوئے دیکھا.....
اُس کی شکل تیندوے کی سی تھی اور پاؤں ریچھ کے سے..... بڑے بول بولنے اور کُفر بکنے کے لئے اُسے ایک مُنہ دیا گیا۔ اور اُسے بیالیس[۴۲] مہینے تک کام کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اور اُس نے خُدا کی نسبت کُفر بکنے کے لئے مُنہ کھولا۔" (مکاشفہ باب[۱۳])

اِس حوالہ میں ماجُوج یعنی انگریزوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور خُدا کی نسبت کُفر بکنے سے مُراد تثلیث کا عقیدہ اور یورپین فلسفہ ہے۔ اور بیالیس[۴۲] ماہ سے مُراد ۱۲۶۰ دِن ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ظہورِ نبوّت سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیدائش تک پُورے بارہ سو ساٹھ[۱۲۶۰] سال کا زمانہ ہے یعنی ہزار محمّدی کے بعد یہ حیوان نِکلنا شرُوع کرے گا۔ اور دو سو[۲۰۰] سال کے عرصہ میں چھا جائے گا۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے تنزّل اور زوال کے اسباب پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

پھر بائیبل میں یاجُوج و ماجُوج کی عیّاری اور فریب کاری کو اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:—

ان دونوں بادشاہوں کے دِل شرارت کی طرف مائل ہوں گے ۔ وہ
ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر جھُوٹ بولیں گے ۔ پر کامیابی نہ ہوگی ۔
کیونکہ خاتمہ مقررہ وقت پر ہوگا ۔"

حدیث شریف میں بھی ان کے متعلق یہی کہا گیا ہے کہ اُن کی زبانیں شہد سے زیادہ شیریں ہوں گی لیکن دِل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے ۔

یاجُوج وماجُوج کا ماضی و مستقبل

بائیبل ۔ قرآن کریم اور احادیثِ نبویّہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یاجوج وماجوج کے لئے ۲ دَو دَور مقدّر تھے ۔ ایک وہ دَور جبکہ وہ اپنے ملکی حُدود میں بند ہوں گے ۔ دُوسرا وہ دَور جبکہ وہ دُنیا میں چاروں طرف پھیل جائیں گے ۔ اور ہر جگہ فساد برپا کریں گے ۔ اگرچہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق یاجوج وماجوج شروع سے ہی مُفسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ کے مصداق ہیں ۔ غارت گری اور لُوٹ کھسُوٹ اُن کا طریقِ کار ہے مگر دَورِ اوّل میں ذوالقرنین اوّل کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ وہ اپنے زورِ بازُو اور طاقت سے ان اقوام کو اُن کی سرحدوں میں محبُوس کر کے اِردگرد کے علاقوں میں ان کو فتنہ وفساد برپا کرنے سے روک دے ۔ سُورۃ الکہف میں اِس تاریخی صداقت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ خورس بادشاہ یعنی ذوالقرنین نے ایک قوم کی درخواست پر اُن کے تعاون سے ایک دیوار دربند کے نام سے بنادی جو پچاس میل لمبی اور ۲۹ فٹ اُونچی اور دس فٹ چوڑی تھی ۔ اور اس طرح یاجوج ماجوج کے داخلہ کو ایشیائی علاقوں میں جانے سے روک دیا تاکہ وہ اپنی پڑوسی اقوام کو تختۂ مشقِ مظالم نہ بناسکیں ۔ چنانچہ مُفسد قومیں محصُور ہو کر رہ گئیں ۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"وَمِنْ وَرَآءِ السَّدِّ الْبَحْرُ فَهُمْ (یاجُوج وماجُوج)
بَیْنَ السَّدِّ وَالْبَحْرِ مَحْصُوْرُوْن ۔"

(الکوکب الأجوج ص۳۷)

یعنی یاجوج وماجوج سمندر اور دیوار کے درمیان محصُور ہو کر رہ گئے ۔ دوسرے یہ کہ بطور پیشگوئی اس سُورۃ میں آئندہ زمانہ کے لئے ایک دوسرے ذُوالقرنین کی خبر بھی دی گئی ہے جو فارسی الاصل ہوگا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"یاد رہے کہ پہلے معنوں سے اِنکار نہیں وہ گذشتہ سے متعلق ہیں ۔
اور یہ آئندہ کے متعلق ۔ اور قرآن شریف صرف قصّہ گو کی طرح نہیں
ہے بلکہ اُس کے ہر ایک قصّہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے ۔ اور
ذُوالقرنین کا قِصّہ مسیح موعُود کے زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی
اپنے اندر رکھتا ہے ۔" (براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۹۱)

حضرت مُصلح موعود رضؓ سورۃ الکہف کی نہایت مدلّل اور لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"پس ذوالقرنین کا ذکر اِس جگہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اِس خبر
کو بطور پیشگوئی بیان کر کے ایک دُوسرے ذوالقرنین کی خبر دی
جاسکے جو فارسی الاصل ہوگا ۔ ...... اِس واقعہ کو قرآن کریم میں
بطورِ پیشگوئی کے بیان کر کے یہ بھی بتادیا گیا کہ اگر ایک ذوالقرنین
نے دُنیوی طور پر یاجوج وماجوج کے حملوں کی روک تھام کی تھی تو
ایک اَور ذوالقرنین اُن کے مذہبی حملوں کی جو آئندہ زمانہ میں ہونے
والے ہیں ، روک تھام کرے گا ۔" (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۹۸۹ ۔ ۹۹۰)

قرآنِ مجید نے دُوسری جگہ سُورۃ الانبیاء میں حَتّٰیٓ اِذَا فُتِحَتْ کے لفظ میں یاجوج وماجوج کے دُوسرے دَور یعنی مستقبل کی نشاندہی فرمائی ہے جبکہ وہ کھول دیئے جائیں گے اور دُنیا بھر میں اقتدار حاصل کر کے فتنہ وفساد برپا کریں گے ۔ حدیث میں اُن کے اِس دَور کے لئے خروج اور بعث کا لفظ استعمال ہُوا ہے ۔ بائیبل میں اِس بات کا تذکرہ پایا جاتا ہے کہ یاجُوج وماجُوج ایک ہزار سال محصُور رہنے کے بعد چھوڑ دیئے جائیں گے ۔ اور دُنیا کے کونے کونے میں پھیل جائیں گے ۔ لکھا ہے :۔

"پھر مَیں نے آسمان کو کھُلا ہُوا دیکھا ۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید
گھوڑا ہے اور اُس پر ایک سوار ہے ۔ جو سچّا اور برحق کہلاتا ہے اور
وہ راستی کے ساتھ اور انصاف کے ساتھ لڑائی کرتا ہے اور اُس
کی آنکھیں آگ کے شُعلے ہیں ۔ اور اُس کے سر پر بہت سے تاج ہیں ۔
اور اُس کا ایک نام لکھا ہُوا ہے ۔ جسے اُس کے سوا اَور کوئی نہیں جانتا ۔
اور وہ خون کی چھڑکی ہُوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے ۔ اور اُس کا نام
کلامِ خُدا کہلاتا ہے ...... اور اُس کی پوشاک اور ران پر یہ نام
لکھا ہُوا ہے ۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خدا ۔"

(مکاشفہ باب ۱۹ : ۱۱ تا ۱۶)

بائیبل کے اِس بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تذکرہ ہے ۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپؐ کے خیر القرُون کا یہ نتیجہ ہُوا کہ شیطان اپنی طاقتوں سمیت جکڑا گیا ۔ بائیبل میں لکھا ہے :۔

"پھر مَیں نے ایک فرشتے کو آسمان سے اُترتے دیکھا ۔ جس کے ہاتھ
میں اتھاہ گڑھے کی کُنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی ۔ اُس نے اس اژدھے
یعنی پُرانے سانپ کو جو اِبلیس اور شیطان ہے پکڑ کر ہزار برس کے
لئے باندھا ۔ اور اُسے اتھاہ گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا ۔ اور اُس پر
مُہر کر دی تاکہ وہ ہزار برس کے پُورے ہونے تک قوموں کو پھر گمراہ
نہ کرے ۔ اِس کے بعد ضرور ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لئے کھولا جائے ۔"

(مکاشفہ باب ۲۰ : ۱ - ۳)

بائیبل کی بیان کردہ اِس مُدّت کے بعد شیطان پھر خرُوج کرے گا ۔ اور یاجوج وماجوج کے ذریعہ آخری زمانہ میں ایک فتنۂ عظیمہ پیدا کرے گا ۔ چنانچہ اُن کے اور رحمانی فوجوں کے درمیان ایک عظیم رُوحانی جنگ ہوگی جو دلائل اور براہین پر مشتمل ہوگی ۔ بائیبل میں مذکور ہے کہ :۔

"اور جب ہزار برس پُورے ہوچکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا
جائے گا ۔ اور اُن قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج
وماجُوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا ۔ اُن کا شمار
سمندر کی ریت کے برابر ہوگا ۔ اور وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گی اور
مُقدّسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی ۔
اور آسمان سے آگ نازل ہوکر اُنہیں کھاجائیگی ۔" (مکاشفہ باب ۲۰ : ۷ - ۹)

اِن سب حوالہ جات سے ثابت ہے کہ یاجوج و ماجوج کا پہلا دَور محصوریت کا دَور ہے اور دُوسرا دَور اُن کی آزادی اور انتشار کا دَور ہے۔ دوسرے دَور کا آغاز نمایاں طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ایک ہزار سال بعد ہونا مقدّر تھا۔ اور یہی وہ دَور ہے جو درحقیقت یاجوج و ماجوج کے عظیم ترین فتنہ کا دَور ہے جس کے عالمی اثرات ظاہر ہونے والے ہیں۔ اور یہ گویا شیطانی فوجوں اور رحمانی فوجوں کے مابین آخری جنگ ہے جس کے بعد اسلام کا کامل غلبہ مقدّر ہے۔

ذُوالقرنَین اوّل

قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے ہر دُو دَور محصوریت اور آزادی کے لئے ایک ایک ذُوالقرنَین مقرّر ہے۔ پھر ذُوالقرنَین دُنیاوی طور پر یاجوج و ماجوج کے حملوں کی روک تھام کرے گا جبکہ ان کی طاقتیں محدُود المقام ہوں گی۔ قرآن شریف میں اس ذُوالقرنَین اور اُس کی مادّی دیوار کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ البتہ اِس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ ذوالقرنَین کون تھا۔ بعض لوگوں نے سکندر رُومی کی فتوحات کو دیکھ کر اُسے ذُوالقرنَین قرار دیا ہے مگر بائیبل اور قرآن مجید میں ذوالقرنَین کی مذکورہ صفات پر غور کرنے سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی تحقیق کے مطابق ذُو القرنَین ایران کا بادشاہ کیقباد تھا۔ حضرت مصلح موعود رضؓ نے مزید تحقیق کے بعد خورس بادشاہ کو ذُوالقرنَین قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:۔

"یہ اَمر تو پہلے طے ہو چکا ہے کہ مید اور فارس کے بادشاہوں میں سے ہی کوئی بادشاہ یہاں مُراد ہے۔ کیونکہ دانیال کی رؤیا نے ان ہی کو ذوالقرنَین کا نام دیا ہے۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کونسا بادشاہ یہ صفات اپنے اندر رکھتا ہے۔ سب سے اوّل اور اہم صفت الہام کی صفت ہے۔ اِس بارہ میں ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہم کو ایسا ملتا ہے کہ جسے الہام ہوتا ہے۔ اور جس کی نیکی اور تقویٰ کی تعریف ہم کو کسی دُوسرے انبیاء کے کلام سے بھی ملتی ہے۔ اور یہ بادشاہ خورس ہے جسے انگریزی میں SYRUS لکھتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر سُورۃ کہف صـ۹۹۱)

پس ذُوالقرنَین اوّل کے بارہ میں محقق قول یہی ہے کہ وہ مید و فارس کا نیک۔ صالح اور مُلہم بادشاہ شاہِ خورس ہے۔

ذُوالقرنَینِ ثانی

یاجوج و ماجوج کے دَورِ ثانی میں اُن کے فتنہ کے سدِّ باب اور مذہبی حملوں کی روک تھام کے لئے جو آئندہ زمانہ میں ہونے والے تھے ایک دُوسرے ذوالقرنَین کی خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اس دَور کے یاجوج و ماجوج کے فتنہ کو فتنۂ دجّال کا نام بھی دیا گیا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"قرآنِ کریم اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی یہ حالت آخری زمانہ میں ہوگی جبکہ یاجوج و ماجوج اور دجّال کا ظہور ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی مذہب والوں کے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج کا لفظ سیاسی فتنہ پر دلالت کرتا ہے اور دجّال کا مذہبی فتنہ پر۔"

(تفسیر کبیر سُورۃ کہف صـ۹۹)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بڑے واضح رنگ میں فرمایا ہے کہ:۔

"یاجوج و ماجوج سے مُراد انگریز اور رُوس ہیں اور دجّال سے مُراد پادریوں کا گروہ ہے۔" (ازالہ اَوہام حصّہ دوم صفحہ ۲۰۶، ۲۱۱)

چونکہ دجّالی فتنہ کی روک تھام اور استیصال مسیح موعود کے ذریعہ مقدّر ہے اِس لئے اس دَور کے یاجوج و ماجوج کے لئے جو دجّال بھی ہے مسیح موعود ہی ذوالقرنَینِ ثانی بھی ہے۔

ایک وضاحت

اگر یہ سوال ہو کہ یہ کس طرح باور کر لیا جائے کہ ذوالقرنَین ثانی یا یاجوج و ماجوج کے آخری فتنہ کا سدِّ باب کرنے والا ذوالقرنَین درحقیقت مسیح موعود ہی ہے جو اُمتِ محمّدیہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ سو واضح ہو کہ یہ بات نہایت صراحت سے رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے کہ خروجِ یاجوج و ماجوج اور بعثتِ مسیح موعود لازم و ملزُوم ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

"بَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسٰى اَنِّىْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّىْ لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِىْ اِلَى الطُّوْرِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔"

(صحیح مُسلم بحوالہ مشکوٰۃ صـ۴۷۳)

یعنی اِسی دَوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ پر وحی نازل فرمائے گا کہ میں نے ایسے بندے نِکالے ہیں جن کے مقابلہ کی اس وقت کسی کو طاقت نہیں اس وقت اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو مبعُوث کرے گا اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے ہُوئے پھیل جائیں گے۔

اِس حدیثِ نبویؐ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا خروج مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا اور یاجوج و ماجوج کے فتنہ کا سدِّ باب بھی مسیح موعود کے ذریعہ ہی ہوگا۔ اور حَرِّزْ عِبَادِىْ اِلَى الطُّوْرِ سے یہ حقیقت بھی مترشح ہوتی ہے کہ اس فتنہ کا مقابلہ مادّی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ آسمانی حربہ سے کیا جائے گا۔ اُس زمانہ کے سطحی نظر رکھنے والے کہیں گے کہ مسیح موعود کو یہ مقابلہ مادّی ہتھیاروں سے کرنا چاہیئے مگر اللہ تعالیٰ اُسے وحی کرے گا لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ اُن سے ظاہری جنگ و جدل کا کوئی سوال ہی نہیں بلکہ طُور والی تجلی کی ضرورت ہے۔

پس یاجوج و ماجوج کے فتنہ کا انسداد مسیح موعود کے ذریعہ مقدّر ہے اور آپ ہی ذوالقرنَین ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اِس اُمت کے لئے ذوالقرنَین مَیں ہُوں۔ اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیشگوئی موجُود ہے مگر اُن کے لئے جو فراست رکھتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ذُوالقرنَین وہ ہوتا ہے کہ جو دُو صدیوں کو پانے والا ہو۔ اور میری نسبت یہ عجیب بات ہے کہ اِس زمانے کے لوگوں نے جس قدر اپنے اپنے طور پر صدیوں کی تقسیم کر رکھی ہے اُن تمام تقسیموں کے لحاظ سے جب دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ مَیں نے ہر ایک قوم کی دُو صدیوں کو پالیا ہے۔" (براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ۹۰)

پس اِس تمام بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج بھی موجُود ہے اور اُن کا ظاہری غلبہ بھی ہمارے سامنے ہے، مسیح موعود بھی موجُود ہے اور آپ کا اعلان بھی موجود ہے کہ مَیں ہی ذُوالقرنَین ہُوں اور دجّالی فتنہ کے سدِّ باب کے لئے مبعُوث کیا گیا ہُوں۔ تو آیئے ہم

آئندہ سطور میں اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ مسیح موعود کے ذریعہ یاجوج و ماجوج کے فتنہ کا سدِّباب کیونکر ہوگا۔ اور اس کا انجام کیسا ہولناک ہوگا۔

یاجوج و ماجوج کا انجام

قرآن کریم اور دیگر آسمانی صحیفوں میں یاجوج و ماجوج کے انتہائی ہولناک انجام کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ مکاشفہ یوحنا میں لکھا ہے:۔

"آسمان سے آگ نازل ہوکر انہیں کھاجائے گی۔" (مکاشفہ ۲۰ باب ۹)

حزقیل نبی کی کتاب میں مذکور ہے کہ:۔

"میں ماجوج پر اور اُن پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا۔ اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں۔"
(حزقیل باب ۳۹: ۶)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝ (سورۃ رحمٰن)

یعنی تم دونوں گروہوں پر آگ کے شعلے اور تانبا برسایا جائے گا۔ تم ہرگز مقابلہ نہ کرسکو گے۔

حدیث نبوی میں آیا ہے کہ یاجوج و ماجوج دنیا پر غالب آجانے کے بعد ایک نہایت خطرناک فتنہ پیدا کردیں گے۔ جو الحاد و دہریت کا فتنہ ہوگا۔

يَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْاَرْضِ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَآءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا۔ وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَصْحَابُهٗ۔ (مشکوٰۃ)

یعنی یاجوج و ماجوج اعلان کریں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو ختم کردیا ہے۔ آؤ اب آسمان والوں کو بھی ختم کردیں۔ چنانچہ وہ آسمانوں کی طرف اپنے تیر چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے تیر اُن پر خون آلودہ لوٹائے گا۔ گویا وہ اس وہم میں مبتلا ہوجائیں گے کہ ہم آسمان والوں پر بھی غالب آگئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا نبی مسیح موعود اور اُس کے اصحاب سخت محاصرے میں آجائیں گے۔

اس روایت میں آسمان سے تیروں کے خون آلود ہوکر واپس آنے کا جو ذکر ہے اُس میں ایک لطیف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ یاجوج اپنے راکٹ آسمان پر چھوڑ کر اپنے اس دعوے میں اور بھی مضبوط ہوجائیں گے کہ کوئی خدا موجود نہیں ہے۔ چنانچہ رُوس کا پہلا راکٹ جب زمین کی فضاؤں کو چیرتا ہوا آسمان کی طرف بڑھا تو اُس وقت رُوس کے وزیرِ اعظم مسٹر خروشچیف نے یہی اعلان کیا تھا کہ ہمارا راکٹ آسمان سے بہت سی معلومات لے کر آیا ہے۔ مگر اَے خدا کے ماننے والو! وہاں تمہارا کوئی بھی خدا موجود نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی مرحوم "یاجوجیوں کا نعرہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"یہ عدت تو دجّال اور یاجوج و ماجوج کے لئے مخصوص چلی آرہی تھی کہ اس آسمان کی طرف ہوائی جہاز چھوڑیں گے یا تیر چلائیں گے اور پھر فتحمندی کے نعرے لگائیں گے کہ ہم نے نعوذ باللہ خدا کا خاتمہ کردیا۔" (صدق جدید لکھنؤ ۱۲ فروری ۱۹۵۹ء)

جب یاجوج و ماجوج کا انجام اس حد تک پہنچ جائے گا تب آخر کار کیا ہوگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔
(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الملاحم)

یعنی جب حالت انتہا کو پہنچ جائے گی تب اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج پر ایک آسمانی ہلاکت نازل کرے گا اور وہ مُردہ ہو جائیں گے۔

گویا یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کے نتیجہ میں جو آسمانی ذرائع اور باہمی قتال سے ہوگی، دُنیا کو ان کے فتنہ سے نجات حاصل ہوگی اور انسانیت آرام کا سانس لے گی۔ صلیبی مذہب پاش پاش ہوکر خدا کی توحید زمین پر قائم ہوگی۔

عربوں کے لئے ویل

یاجوج و ماجوج کا انجام تو اُن کی آخری تباہی کی صُورت میں مقدر ہے۔ لیکن اس سے پہلے یاجوج و ماجوج کی طرف سے عربوں کے لئے ایک شر کی خبر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ فرمایا:۔

وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ۔ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ ابْنَتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ۔
(بخاری باب یاجوج و ماجوج جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

یعنی عربوں کے لئے اُس شر اور ہلاکت سے بڑی مصیبت برپا ہوگی جو قریب آگیا ہے۔ آج (رؤیا میں) یاجوج و ماجوج کی دیوار میں اِس حلقہ کے برابر سوراخ ہوگیا ہے۔ حضورؐ نے انگوٹھے اور ساتھ کی اُنگلی کے برابر حلقہ بنا کر دکھایا۔ حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے اور ہم میں نیک لوگ ہوں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں جب گندے لوگ زیادہ ہوجائیں گے تو ایسا ہی ہوجائیگا۔

یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک رؤیا ہے۔ جامع ترمذی میں مذکور ہے کہ

اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَوْمٍ مُحْمَرًّا وَجْهُهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ۔ (ترمذی ابواب الفتن)

آپؐ کو خواب میں دکھایا گیا کہ یاجوج و ماجوج کی دیوار میں سُوراخ ہوگیا ہے

گویا یاجوج و ماجوج اپنی محصُوریت کو ختم کرکے باہر نکل آئے ہیں۔ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج کے شر سے اس وقت عربوں کے لئے ایک تباہی مقدر ہے۔ اُن کے ہاتھوں عربوں کو خاص نقصان پہنچنے والا ہے۔ چنانچہ دُوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شر سرزمین فلسطین سے ظاہر ہونے والا ہے۔! یہودیوں اور عربوں کی جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں عربوں کو جو شکست فاش ہوئی وہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی خبر کا ظہور ہے۔ عربوں نے بطور عرب ہونے کے یہ جنگ لڑی۔ اور یہودیوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ہلاکت دراصل یاجوج و ماجوج کے ہاتھوں پہنچی ہے۔ امریکہ و انگلستان اور رُوس کے باہمی

اِنقلابات اِسرائیل اسٹیٹ قائم ہوئی۔

دعوتِ اسلام اور انعامی چیلنج

سُورۃ کہف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجُوج و ماجُوج کے وقت ہولناک رُوحانی تباہی کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نفخِ صُور کرے گا۔ اور اپنے موعُود کو مبعُوث کرے گا۔ اور وہ موعُود یاجُوج و ماجُوج کی قوموں کو دعوتِ اسلام دے گا۔ جو لوگ مسیح موعود کی اِس دعوت پر کان دھریں گے اور اُس کی آواز کو سُنیں گے وہ ہولناک تباہی سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو اُس کی آواز پر کان نہیں دھریں گے وہ تباہی اور بربادی کا شکار ہوں گے۔ اور طرح طرح کی بلاؤں کا مُنہ دیکھیں گے۔

ایک حدیث سے اِس بات کا بھی اشارہ مِلتا ہے کہ اُن میں سے اکثر مسیح موعود کی آواز پر کان نہ دھریں گے اور بوجہ انکار و تکذیب ہلاکت کا شکار ہوں گے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

> (ترجمہ) "رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! کیا آپؐ کی دعوت یاجوج و ماجوج کو پہنچی ہے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مَیں اِسراء کی رات اُن کے پاس سے گزرا تھا۔ مَیں نے اُن کو دعوتِ اسلام دی مگر اُنہوں نے قبول نہ کی۔"
>
> (الکوکبُ الاُجوج مطبُوعہ مصر صفحہ ۳۵)

اِس حدیثِ نبویؐ سے ایک لطیف نکتہ یہ معلُوم ہُوا کہ مسیح موعود جس کے وقت میں یاجُوج و ماجُوج کا خروج مقدّر ہے، اُس کا ظہُور درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثتِ ثانیہ ہی ہے۔ اور اِس بعثت میں مسیح موعُود کی طرف سے یاجُوج و ماجُوج کو اسلام کی دعوت کا دیا جانا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے دعوت دیا جانا ہے۔

پس سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یاجُوج و ماجُوج یعنی مغربی عیسائی اقوام پر حُجّت تمام کی اور اُنہیں دعوتِ اسلام دی۔ اور یہ سلسلہ آپؑ کے بعد آپ کے خُلفاءِ عظام اور آپ کی جماعت کے ذریعہ جاری و ساری ہے۔ حضرت مُصلح موعُود رضی اللہ عنہُ نے یاجُوج و ماجُوج کے گھروں میں پہنچ کر اُن کو حقیقی اِسلام کا پیغام پہنچایا۔ لیکن دعوتِ اِسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اِن ہر دو اقوام پر دو عالمگیر جنگوں کی صُورت میں عذاب نازل ہُوا۔ انگریزی حکومت پر زوال آیا۔ اور رُوس کے لوگ بھی عظیم اِنقلاب کے شکار ہُوئے۔ اور زارِ روس کی دردناک حالت نے ایک دُنیا کو لرزاں و ترساں کر دیا۔

اب تیسری عالمگیر تباہی جو جنگ کی صُورت میں سر پر منڈلا رہی ہے جس کی خبر سیّدنا حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام پیش از وقت دے چکے ہیں زیادہ تباہ کُن اور ہولناک ہوگی۔ اِس دَوران سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحؒ نے اپنے سفرِ یورپ کے موقعہ پر یاجُوج و ماجُوج کے گھروں میں جاکر اِسلام کا امن بخش پیغام پہنچایا۔ اور اُن کو اِنذار فرمایا۔ اور اب اِس موجودہ دَور میں جماعتِ احمدیہ کے موجُودہ امام سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دجّال اور یاجُوج و ماجُوج کے گھر میں سکونت پذیر ہوکر اُن کو برملا طور پر دعوتِ اِسلام دے رہے ہیں۔ اور اُن کے الوہیتِ مسیح کے جھُوٹے فلسفے اور باطِل عقائد و نظریات کو للکار کر اور اُس پر کاری ضربیں لگاکر دجّالیت کو پاش پاش کر رہے ہیں۔ آپ نے مغربی اقوام کے جُملہ پادریوں کو اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے کے ساتھ ساتھ اُن کو ایک انعامی چیلنج بھی دیا ہے۔ آپ نے یورپین اقوام کے جُملہ پادریوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :-

> "مَیں پادریوں سے کہتا ہُوں کہ جس مسیحِ ناصری کے تم منتظر ہو اُسے آسمان سے اُتار کر دِکھادو پھر اس کے ساتھ ہی انجیل کے پیش کردہ دُو نشان بھی جو لکھا ہے کہ اُس وقت میں سُورج چاند کے گرہن کا نشان ہوگا، پُورا کر کے دِکھادو تو ہر پادری کو خواہ وہ کتنے بھی ہوں، ایک ایک ارب روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے گی۔" (بحوالہ بدر ۹/۱۶ فروری ۹۵ء صفحہ ۵)

یہی وہ باطِل عقیدہ ہے جس کو قرآنِ کریم کی سُورۃ مریم میں عظیم دجّالی فِتنہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمارے پیارے امام کی رُوح القُدس سے تائید و نصرت فرمائے اور آپ کی دعوتِ اسلام پر جُملہ مغربی اقوام اور تمام عالمِ انسانیت کو لبّیک کہنے کی توفیق و سعادت نصیب ہو۔ آمین ٭

شانِ اسلام

منظُوم کلام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

اِسلام سے نہ بھاگو راہِ ہُدیٰ یہی ہے
اَے سونے والو جاگو شمس الضُّحیٰ یہی ہے

مُجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خُدا یہی ہے

وہ دِلستاں نہاں ہے کس رہ سے اُسکو دیکھیں
اِن مشکلوں کا یارو مشکل کُشا یہی ہے

باطن سیہ ہیں جن کے اِس دیں سے ہیں وہ مُنکِر
پر اَے اندھیرے والو دِل کا دِیا یہی ہے

دُنیا کی سب دُکانیں ہیں ہم نے دیکھیں بھالیں
آخر ہُوا یہ ثابت دارُ الشِّفا یہی ہے

سب خُشک ہوگئے ہیں جتنے تھے باغ پہلے
ہر طرف مَیں نے دیکھا بُستاں ہَرا یہی ہے

دُنیا میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
پی لو تم اِس کو یارو! آبِ بقا یہی ہے

(منقول از "قادیان کے آریہ اور ہم" صفحہ ۴۸ مطبُوعہ ۱۹۰۷ء)

مسئلۂ جہاد ـ اور ـ انگریزوں کے خود کاشتہ پودا کی حقیقت

از مکرم گیانی تنویر احمد صاحب خادم

بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام پر اِس دَور کے مخالفین نے وہ تمام اعتراضات کئے ہیں جو آپ سے قبل دیگر انبیاء اور بالخصوص سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر مخالفینِ اسلام نے کئے تھے ۔ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراضات کئے گئے تھے اُن میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ نعوذ باللہ کوئی دُوسری قوم آپؐ کی پُشت پناہی کر رہی ہے ۔ جس کے بل بوتے پر آپ ترقی کر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ
وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا

(سُورۃ الفرقان : اٰیۃ ۵)

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک جھوٹ ہے جو اس نے بنالیا ہے اور اس کے بنانے پر ایک اَور قوم نے اس کی مدد کی ہے ۔ پس اِن لوگوں نے (یہ بات کہہ کر) بہت بڑا ظلم کیا ہے اور بہت بڑا جھوٹ بولا ہے ۔

چنانچہ مخالفینِ احمدیت کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو اعتراضات کئے گئے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ آپ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہیں اور جہاد کے مخالف ہیں ۔ گویا انگریز قوم آپ کی پُشت پناہی کر رہی ہے ۔ اور اُسی نے آپ کو مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور جہاد کے خلاف تبلیغ کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے ۔

معمولی عقل رکھنے والا بھی اگر اِس اعتراض پر غور کرے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ اعتراض بالکل لغو اور بے ہُودہ ہے ۔ کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو بشمول انگریزوں کے تمام عیسائیوں کے موعُود مسیح اور مُسلمانوں کے مہدیؔ ہونے کا دعوٰی کیا تھا ۔ اور آپ کا یہ دعوٰی ہے کہ وہ مسیح جس کا انگریز اور مسلمان انتظار کر رہے ہیں فوت ہو چکا ہے اس کی قبر سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے ۔ گویا آپ نے انگریزوں کے خُدا کو مار کر زمین میں دفن کر دیا ۔ اور آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ مَیں عیسائیوں کے صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کرنے آیا ہوں ۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :۔

” خوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی ۔
سو اِس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اُس کو زندہ سمجھا جائے ۔
اُس کو مرنے دو تا یہ دِین زندہ ہو ۔ “ (کشتی نُوح صفحہ ۱۵)

پھر فرماتے ہیں :۔

” حیاتِ مسیح سے جو فتنہ پیدا ہُوا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے .....
حضرت عیسٰی کی حیات اوائل میں تو صرف ایک غلطی کا رنگ رکھتی تھی مگر آج یہ غلطی ایک اژدہا بن گئی ہے جو اسلام کو نگلنا چاہتی ہے .....
اِسلام تنزل کی حالت میں ہے اور عیسائیت کا یہی ہتھیار حیاتِ مسیح ہے جس کو لے کر وہ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور مُسلمانوں کی ذُرّیت عیسائیوں کا شکار ہو رہی ہے ۔ ..... اِس لیے خُدا تعالیٰ نے چاہا کہ اب مُسلمانوں کو متنبہ کیا جاوے ۔ “ (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۴۵)

پھر فرمایا کہ :۔

” تم عیسٰی کو مرنے دو کہ اِس میں اسلام کی حیات ہے ایسا ہی عیسٰی موسوی کی بجائے عیسٰی محمّدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے ۔ “

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۵۸)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ؎

وَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ اُکَسِّرَنَّ صَلِیْبَکُمْ
وَلَوْ مُزِّقَتْ ذَرَّاتُ جِسْمِیْ وَاُکْسَرُ

اور اَے عیسائیو ! خُدا کی قسم مَیں تمہاری صلیب کو پارہ پارہ کر کے رہوں گا خواہ اِس راہ میں میرے جسم کی دھجیاں اُڑ جائیں اور مَیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں ۔

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ انگریز جیسی عقلمند قوم جس نے ایک زمانہ میں تمام عالَم پر اپنی دھاک بِٹھا دی تھی اِسے ہندوستان کے مُسلمانوں کو عقیدہ جہاد سے ہٹانے کے لئے پنجاب کے ایک گُمنام دیہات میں سے اگر کوئی شخص مِلا تو وہ بھی ایسا کہ جو انگریزوں کے مذہبی عقیدہ کو جڑ سے اکھیڑنے کا دعویدار تھا ۔ حالانکہ انگریزوں نے ہندوستان اور دیگر ممالک میں اپنی آمد کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اِن ممالک میں اِس لئے آئے ہیں تاکہ یہاں کے باشندوں کو عیسائی بنا دیں ۔ چنانچہ انگریز حکومت کے زمانہ میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ لارنس نے کہا تھا کہ :۔

” کوئی بھی چیز ہماری سلطنت کے اِستحکام کا اِس امر سے زیادہ موجب نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں ۔ “

(LORD LOWRANCE LIFE V.2 P.313)

اور پنجاب کے گورنر سر ڈونلڈ میکلوڈ نے لکھا کہ :۔

” مَیں اپنے اِس یقین کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمینِ ہند میں اپنی سلطنت کا تحفّظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ مُلک عیسائی ہو جائے ۔ “

(THE MISSION BY CLARK P. 47)

اب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعلان سُنئے جن پر انگریزوں کے مفادات کے تحفظ کا الزام لگایا جاتا ہے ۔ حضورؑ فرماتے ہیں :۔

” اَے مسلمانو ! سُنو اور غور سے سُنو ! کہ اسلام کی تأثیر کو روکنے کے لئے جس قدر پیچ دار افتراء اِس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے

اور پُرمکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جس کی تشریح سے اِس مضمون کو منزّہ رکھنا بہتر ہے، اِس راہ میں ختم کئے گئے۔"
(فتح اسلام صفحہ ۶)

اسی طرح آپ نے عیسائی پادریوں کو دجّالی گروہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

" اور جس قدر اسلام کو اِن لوگوں کے ہاتھ سے ضرر پہنچا ہے اور جس قدر انہوں نے سچائی اور انصاف کا خون کیا ہے اِن تمام خرابیوں کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے؟ ..... پہلے اِن تمام فتنوں کا نام ونشان نہ تھا۔ اور جب چودھویں صدی کچھ نصف سے زیادہ گذر گئی تو یک دفعہ اِس دجّالی گروہ کا ظہور ہُوا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۹)

اِسلام کا نظریۂ جہاد اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مخالفینِ احمدیت کی جانب سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ ہر طرح کے جہاد کے مخالف تھے۔ اور یہ فتویٰ آپ نے انگریز کو خوش کرنے کے لئے دیا تھا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جہاد کی تین اقسام بتائی گئی ہیں۔

(الف)۔ جہاد بالنفس یعنی باوجود مشکلات ومصائب کے اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر نیکیاں بجا لاکر جہاد کرنا۔ اِس جہاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اکبر فرمایا ہے۔ یعنی سب سے بڑا جہاد۔

(ب)۔ تبلیغ کا جہاد۔ یعنی مخالفینِ اسلام میں قرآن مجید اور اسلام کی حسین خوبیوں کو پھیلانا اور اُن کو اِسلام کی طرف دعوت دینا۔ اِس جہاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ کبیر قرار دیا ہے یعنی بڑا جہاد۔

(ج)۔ جب دشمن مسلمانوں سے بزور مذہبی آزادی چھین لے۔ اِسلامی ارکان کی بجا آوری میں روک پیدا کرے تو اپنے دین کی حفاظت و مدافعت کی خاطر دشمنوں کے ظاہری ہتھیاروں کے مقابل پر ہتھیار اُٹھانا اور اسے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اصغر کا نام دیا ہے یعنی سب سے چھوٹا جہاد۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے مذکورہ بالا ہر سہ جہادوں میں سے اِس دَور میں صرف جہادِ اصغر یعنی جہاد بالسیف کے التواء کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق جب تک جہادِ اصغر کی شرائط پوری نہ ہوں یہ جہاد حرام ہے اور یہ کس قدر بے وقوفی کی بات ہوگی کہ دشمن تو بالمقابل دلائل وبراہین اور قلم اور زبان کی جنگ جاری رکھے اور مُسلمان ہاتھ میں تلوار لے کر نکل کھڑے ہوں۔ کیا اس سے غیر مُسلم حضرات یہ اثر نہیں لیں گے جیسا کہ آج کل کے بعض نادان مُلاّؤں کی بے عقلی سے لے رہے ہیں کہ اسلام کو چونکہ دلائل کے میدان میں مقابلہ کی تاب نہیں اس لئے مُسلمان دلائل کے مقابلہ پر تلوار کا استعمال کرتے ہیں۔

دوسرے، مسیح موعود کے دَور میں یہی مقدّر تھا کہ تیر وتلوار کی جنگ موقوف ہوکر دلائل وبراہین کی جنگ ہو۔ جہاد بالنفس کا عملی نمونہ پیش کیا جائے۔ اِسی لئے مسیح موعود کے دَور کے لئے "یَضَعُ الْحَرْبَ" (بخاری شریف) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

" تلوار کے ساتھ جہاد کے شرائط پائے نہ جانے کے باعث موجودہ ایام میں تلوار کا جہاد نہیں رہا۔" (حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۹ ترجمہ از عربی عبارت)

پھر فرمایا:-

" اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم کافروں کے مقابل میں اس قسم کی تیاری کریں جیسی وہ ہمارے مقابلہ کے لئے کرتے ہیں۔ یا یہ کہ ہم کافروں سے ویسا ہی سُلوک کریں جیسا وہ ہم سے کرتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہم پر تلوار نہ اُٹھائیں اُس وقت تک ہم بھی اُن پر تلوار نہ اُٹھائیں۔" (ایضاً)

پھر آپ فرماتے ہیں:-

" قرآن شریف صرف اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خُدا کے بندوں کو اُس پر ایمان لانے اور اُس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ اور اِس بات سے کہ وہ خدا کے حکموں پر کاربند ہوں۔ اور اُس کی عبادت کریں۔ اور وہ اُن لوگوں سے لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مُسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور دینِ اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کو مُسلمان ہونے سے روکتے ہیں جن پر خُدا کا غضب ہے۔"
(نور الحق حصّہ اوّل صفحہ ۴۵ ترجمہ از عربی عبارت)

یہ تو تھا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جہادِ اصغر کے بارے میں نظریہ اس کے بالمقابل آپ نے جاہل ملاّؤں کے جہاد کے اُس نظریہ کو ضرور حرام قرار دیا ہے جو اِس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پُورا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

" کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جُرم کے ایسے اِنسان کو کہ نہ ہم اُسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پاکر چُھری سے ٹکڑے ٹکڑے کردیں یا بندوق سے اُس کا کام تمام کریں۔ کیا ایسا دین خُدا کی طرف سے ہوسکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یُونہی بے گناہ، بے جُرم، بے تبلیغ خُدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اِس سے تم بہشت میں داخل ہوجاؤ گے..... یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے کوئی مولوی ہے جو اِس کا جواب دے! نادانوں نے جہاد کا نام سُن لیا ہے اور پھر اِس بہانے سے اپنی نفسانی اَغراض کو پورا کرنا چاہا ہے۔"
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۳)

پس سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہرگز ہر قسم کے جہاد کے مخالف نہ تھے۔ جہاد فی ذاتہٖ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا وہ ہر حال میں ہمیشہ جاری رہے گا اور اُس کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور ایسی ہوگی جسے مومن سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:-

" اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ متین اسلام کی خوبیاں دُنیا میں پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خُدا تعالیٰ کوئی دُوسری صُورت دُنیا میں ظاہر نہ کرے۔"
(مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ "درُود شریف" تصنیف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل صفحہ ۲۶)

پھر آپ جہادِ اکبر یعنی سب سے بڑے جہاد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:-

"اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے (ہر جہاد کا نہیں۔ ناقل)

مسئلۂ جہاد۔ اور۔ انگریزوں کے خُود کاشتہ پودا کی حقیقت

از مکرم گیانی تنویر احمد صاحب خادم

بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام پر اِس دَور کے مخالفین نے وہ تمام اعتراضات کئے ہیں جو آپ سے قبل دیگر انبیاء اور بالخصوص سیدنا و مولانا حضرت محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر مخالفینِ اسلام نے کئے تھے۔ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراضات کئے گئے تھے اُن میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ نعوذ باللہ کوئی دُوسری قوم آپؐ کی پُشت پناہی کر رہی ہے۔ جس کے بل بوتے پر آپ ترقی کر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ
وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا

(سُورۃ الفرقان : اٰیۃ ۵)

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک جُھوٹ ہے جو اس نے بنالیا ہے اور اس کے بنانے پر ایک اَور قوم نے اس کی مَدد کی ہے۔ پس اِن لوگوں نے (یہ بات کہہ کر) بہت بڑا ظلم کیا ہے اور بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔

چنانچہ مخالفینِ احمدیت کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو اعتراضات کئے گئے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ آپ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہیں اور جہاد کے مخالف ہیں۔ گویا انگریز قوم آپ کی پُشت پناہی کر رہی ہے۔ اور اُسی نے آپ کو مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور جہاد کے خلاف تبلیغ کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔

معمولی عقل رکھنے والا بھی اگر اِس اعتراض پر غور کرے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ اعتراض بالکل لغو اور بے ہُودہ ہے۔ کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو بشمول انگریزوں کے تمام عیسائیوں کے موعُود مسیح اور مُسلمانوں کے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مسیح جس کا انگریز اور مسلمان انتظار کر رہے ہیں فوت ہو چکا ہے اس کی قبر سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے۔ گویا آپ نے انگریزوں کے خُدا کو مار کر زمین میں دفن کر دیا۔ اور آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ مَیں عیسائیوں کے صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :۔

"خوب یاد رکھو کہ بجُز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی۔
سو اِس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اُس کو زندہ سمجھا جائے۔
اُس کو مرنے دو تا یہ دِین زندہ ہو۔" (کشتی نُوح ص۱۵)

پھر فرماتے ہیں :۔

"حیاتِ مسیح سے جو فتنہ پیدا ہُوا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے .....
حضرت عیسٰی کی حیات اوائل میں تو صرف ایک غلطی کا رنگ رکھتی تھی مگر
آج یہ غلطی ایک اژدہا بن گئی ہے جو اسلام کو نگلنا چاہتی ہے .....
اِسلام تنزل کی حالت میں ہے اور عیسائیت کا یہی ہتھیار حیاتِ مسیح
ہے جس کو لے کر وہ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور مُسلمانوں کی ذُرّیّت
عیسائیوں کا شکار ہو رہی ہے۔ ..... اِس لیے خُدا تعالیٰ نے چاہا کہ
اب مُسلمانوں کو متنبہ کیا جاوے۔" (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۴۵)

پھر فرمایا کہ :۔

"تم عیسٰی کو مرنے دو کہ اِس میں اسلام کی حیات ہے ایسا ہی عیسٰی موسوی
کی بجائے عیسٰی محمّدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔"
(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۵۸)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ؎

وَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ اُكَسِّرَنَّ صَلِیْبَكُمْ
وَلَوْ مُزِّقَتْ ذَرَّاتُ جِسْمِیْ وَاُكْسَرُ

اور اَے عیسائیو! خُدا کی قسم مَیں تمہاری صلیب کو پارہ پارہ کر کے رہوں گا خواہ اِس راہ میں میرے جسم کی دھجیاں اُڑ جائیں اور مَیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں۔

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ انگریز جیسی عقلمند قوم جس نے ایک زمانہ میں تمام عالَم پر اپنی دھاک بِٹھا دی تھی اِسے ہندوستان کے مُسلمانوں کو عقیدہ جہاد سے ہٹانے کے لئے پنجاب کے ایک گُمنام دیہات میں سے اگر کوئی شخص مِلا تو وہ بھی ایسا کہ جو انگریزوں کے مذہبی عقیدہ کو جڑ سے اکھیڑنے کا دعویدار تھا۔ حالانکہ انگریزوں نے ہندوستان اور دیگر ممالک میں اپنی آمد کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اِن ممالک میں اِس لئے آئے ہیں تاکہ یہاں کے باشندوں کو عیسائی بنا دیں۔ چنانچہ انگریز حکومت کے زمانہ میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ لارنس نے کہا تھا کہ :۔

"کوئی بھی چیز ہماری سلطنت کے اِستحکام کا اِس امر سے زیادہ
موجب نہیں ہوسکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں۔"

(LORD LOWRANCE LIFE V.2 P.313)

اور پنجاب کے گورنر سر ڈونلڈ میکلوڈ نے لکھا کہ :۔

"مَیں اپنے اِس یقین کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمینِ ہند میں
اپنی سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنی چاہیئے
کہ یہ مُلک عیسائی ہو جائے۔"

(THE MISSION BY CLARK P. 47)

اب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعلان سُنئے جن پر انگریزوں کے مفادات کے تحفظ کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"اَے مسلمانو! سُنو اور غور سے سُنو!! کہ اسلام کی تاثیر کو روکنے
کے لئے جس قدر پیچ دار افتراء اِس عیسائی قوم میں اِستعمال کئے گئے

اور پُرمکر حیلے کام میں لائے گئے اور اِن کے پھیلانے میں جان توڑ کر مال کو پانی کی طرح بہاکر کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعہ بھی جس کی تشریح سے اِس مضمون کو منزّہ رکھنا بہتر ہے، اِس راہ میں ختم کئے گئے۔"
(فتح اِسلام صفحہ ٦)

اِسی طرح آپ نے عیسائی پادریوں کو دجّالی گروہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ :-

" اور جس قدر اِسلام کو اِن لوگوں کے ہاتھ سے ضرر پہنچا ہے اور جس قدر اِنہوں نے سچائی اور انصاف کا خون کیا ہے اِن تمام خرابیوں کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے ؟ ..... پہلے اِن تمام فتنوں کا نام ونشان نہ تھا۔ اور جب چودھویں صدی کچھ نصف سے زیادہ گذر گئی تو یک دفعہ اِس دجّالی گروہ کا ظہور ہُوا۔"
(ازالہ اَوہام صفحہ ۴۴۹)

اِسلام کا نظریۂ جہاد اور سیّدنا حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مخالفینِ احمدیت کی جانب سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ ہر طرح کے جہاد کے مخالف تھے۔ اور یہ فتوٰی آپ نے انگریز کو خوش کرنے کے لئے دیا تھا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جہاد کی تین اقسام بتائی گئی ہیں۔

(الف)۔ جہادِ بالنّفس یعنی باوجود مشکلات ومصائب کے اپنے آپ کو گناہوں سے بچاکر نیکیاں بجالاکر جہاد کرنا۔ اِس جہاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اکبر فرمایا ہے۔ یعنی سب سے بڑا جہاد۔

(ب)۔ تبلیغ کا جہاد۔ یعنی مخالفینِ اسلام میں قرآن مجید اور اِسلام کی حسین خوبیوں کو پھیلانا اور اُن کو اِسلام کی طرف دعوت دینا۔ اِس جہاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ کبیر قرار دیا ہے یعنی بڑا جہاد۔

(ج)۔ جب دُشمن مسلمانوں سے بزور مذہبی آزادی چھین لے۔ اِسلامی ارکان کی بجا آوری میں روک پیدا کرے تو اپنے دین کی حفاظت ومدافعت کی خاطر دُشمنوں کے ظاہری ہتھیاروں کے مقابل پر ہتھیار اُٹھانا اور اسے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اصغر کا نام دیا ہے یعنی سب سے چھوٹا جہاد۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے مذکورہ بالا ہر سہ جہادوں میں سے اِس دَور میں صرف جہادِ اصغر یعنی جہاد بالسّیف کے التواء کا فتوٰی دیا ہے۔ کیونکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق جب تک جہادِ اصغر کی شرائط پُوری نہ ہوں یہ جہاد حرام ہے اور یہ کس قدر بے وقوفی کی بات ہوگی کہ دُشمن تو بالمقابل دلائل وبراہین اور قلم اور زبان کی جنگ جاری رکھے اور مُسلمان ہاتھ میں تلوار لے کر نکل کھڑے ہوں۔ کیا اس سے غیر مُسلم حضرات یہ اثر نہیں لیں گے جیساکہ آج کل کے بعض نادان مُلّاؤں کی بے عقلی سے لے رہے ہیں کہ اسلام کو چونکہ دلائل کے میدان میں مقابلہ کی تاب نہیں اس لئے مُسلمان دلائل کے مقابلہ پر تلوار کا استعمال کرتے ہیں۔

دوسرے، مسیح موعود کے دَور میں یہی مقدّر تھا کہ تیر وتلوار کی جنگ موقوف ہو کر دلائل وبراہین کی جنگ ہو۔ جہاد بالنّفس کا عملی نمونہ پیش کیا جائے۔ اسی لئے مسیح موعود کے دَور کے لئے " یَضَعُ الْحَرْبَ " (بخاری شریف) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

" تلوار کے ساتھ جہاد کے شرائط پائے نہ جانے کے باعث موجُودہ اَیام میں تلوار کا جہاد نہیں رہا۔" (حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۹ ترجمہ از عربی عبارت)

پھر فرمایا :-

" اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم کافروں کے مقابل میں اس قسم کی تیاری کریں جیسی وہ ہمارے مقابلہ کے لئے کرتے ہیں۔ یا یہ کہ ہم کافروں سے ویسا ہی سُلوک کریں جیسا وہ ہم سے کرتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہم پر تلوار نہ اُٹھائیں اُس وقت تک ہم بھی اُن پر تلوار نہ اُٹھائیں۔" (ایضاً)

پھر آپ فرماتے ہیں :-

" قرآن شریف صرف اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خُدا کے بندوں کو اُس پر ایمان لانے اور اُس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ اور اِس بات سے کہ وہ خدا کے حکموں پر کاربند ہوں۔ اور اُس کی عبادت کریں۔ اور وہ اُن لوگوں سے لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مُسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور دینِ اسلام کو نابُود کرنا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کو مُسلمان ہونے سے روکتے ہیں جن پر خُدا کا غضب ہے۔"
(نُورالحق حصہ اوّل صفحہ ۴۵ ترجمہ از عربی عبارت)

یہ تو تھا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جہادِ اصغر کے بارے میں نظریہ اس کے بالمقابل آپ نے جاہل مُلّاؤں کے جہاد کے اُس نظریہ کو ضرور حرام قرار دیا ہے جو اِس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پُورا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

" کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جُرم کے ایسے اِنسان کو کہ نہ ہم اُسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پاکر چُھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اُس کا کام تمام کریں۔ کیا ایسا دین خُدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یُونہی بے گناہ، بے جُرم، بے تبلیغ خُدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اِس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ..... یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے کوئی مولوی ہے جو اِس کا جواب دے! نادانوں نے جہاد کا نام سُن لیا ہے اور پھر اِس بہانے سے اپنی نفسانی اَغراض کو پورا کرنا چاہا ہے۔"
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۳)

پس سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہرگز ہر قسم کے جہاد کے مخالف نہ تھے۔ جہاد فی ذاتہٖ کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا وہ ہر حال میں ہمیشہ جاری رہے گا اور اُس کی کوئی نہ کوئی صُورت ضرور ایسی ہوگی جسے مومن سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ :-

" اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ متین اسلام کی خوبیاں دُنیا میں پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خُدا تعالیٰ کوئی دُوسری صُورت دُنیا میں ظاہر نہ کرے۔"
(مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ " درُود شریف " تصنیف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل صفحہ ۲۶)

پھر آپ جہادِ اکبر یعنی سب سے بڑے جہاد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

" اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے (ہر جہاد کا نہیں۔ ناقل)

مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ یہ بات مَیں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔" (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص۱۵)

اب ان علماء کے بزرگوں کا اپنا حال دیکھیں جو آج بڑھ بڑھ کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ گویا نعوذ باللہ حضور علیہ السلام نے ہر قسم کے جہاد کی تنسیخ کا اعلان کیا ہے۔ اِن کے بزرگوں نے بھی انگریز کے خلاف تلوار کے جہاد کو حرام قرار دیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں:۔

"مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مُسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہ گار اور بحکمِ قرآن وحدیث وہ مفسد، باغی، بدکردار تھے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"اِس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (خواہ اُن کے بھائی مُسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔"

(اشاعۃ السُنّۃ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۰۸ - ۴۸)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اہلِ اسلام کو ہندوستان کیلئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت وبغاوت حرام ہے۔" (اشاعۃ السُنّۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ ص۱۸۷)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اِس زمانہ میں شرعی جہاد کی کوئی صُورت ہی نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مُسلمانوں کا اِمام موصوف بصفات وشرائطِ امامت موجود ہے۔"

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص۴۲)

سر سید احمد خان صاحب نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں جو لوگ شریک ہوئے ان کے متعلق فرمایا کہ:۔

"اِن لوگوں نے حرام زدگی کی اور کچھ بھی ان کا اسلام سے تعلق نہیں۔"

(تفصیل کیلئے دیکھیں رسالہ بغاوتِ ہند مؤلفہ سر سید احمد خان)

اعلیٰحضرت سید احمد رضا خان صاحب بریلوی امام اہلِ سُنّت بریلوی فرقہ فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان دارالاسلام ہے اسے دارالحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں۔"

(نصرت الابرار ص۱۲۹ مطبوعہ لاہور)

چنانچہ مُسلمان علماء نے یہ فتوے بھی دیئے کہ شرعی لحاظ سے اِس وقت تلوار کا جہاد حرام ہے۔ چنانچہ محمد جعفر صاحب تھانیسری "سوانح احمدی کلاں" کے ص۷۱ پر لکھتے ہیں:۔

"سائل نے یہ سوال کیا کہ آپ انگریزوں سے جو دینِ اسلام کے مُنکر اور اِس مُلک کے حاکم ہیں جہاد کر کے مُلک ہندوستان کیوں نہیں لے لیتے۔ آپ نے فرمایا سرکار انگریزی گو منکرِ اسلام ہے مگر مُسلمانوں پر ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ اُن کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم اِن کے مُلک میں اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویجِ مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی ...... ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی ہے اور احیاءِ سُنن سید المرسلین ہے۔ سو بلا روک ٹوک اِس مُلک میں ہم کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اُصولِ اسلام طرفین کا خُون بلا سبب گراویں۔ یہ جواب باصواب سُن کر سائل خاموش ہو گیا اور اصل غرض جہاد کی سمجھ لی۔"

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ زرّیں سے لے کر آج تک مُسلمانوں کا یہ شعار رہا کہ وہ جس حکومت کے زیرِ سایہ رہے اس کے وفادار اور اطاعت گزار رہے۔ یہ صرف ان کا طرزِ عمل نہ تھا بلکہ اُن کے مذہب کی تعلیم تھی جو قرآنِ مجید، حدیث، فقہ سب میں کنایۃً اور صراحتاً مذکور ہے۔"

(مقالاتِ شبلی جلد اوّل ص۱۷۱ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء)

اِس بارے میں خواجہ حسن نظامی صاحب فرماتے ہیں:۔

"وہ جانتے ہیں کہ جب کفّار مذہبی اُمور میں حارج ہوں اور امام عادل جس کے پاس حرب وضرب کا پُورا سامان ہو، لڑائی کا فتویٰ دے تو جنگ ہر مسلمان پر لازم ہو جاتی ہے۔ مگر انگریز نہ ہمارے مذہبی اُمور میں دخل دیتے ہیں اور نہ کسی اَور کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظُلم سے تعبیر کر سکیں ...... ایسی صورت میں ہم ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔"

(رسالہ شیخ سنوسی ص۱۷ مؤلفہ خواجہ حسن نظامی)

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی تعلیمات کے مطابق جہادِ کبیر یعنی تبلیغ کے جہاد سے دُنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور اِس جہاد کو دیکھ کر عیسائی دُنیا گھبرا گئی اور انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں میں جماعتِ احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو دُنیا سے عیسائیت کی صف لپیٹ سکتی ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک نامور مؤرّخ شیخ محمد اکرم صاحب اِس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب "موجِ کوثر" میں لکھتے ہیں:۔

"عام مسلمان تو جہاد بالسّیف کے عقیدے کا خیالی دم بھرتے، نہ عملی جہاد کرتے ہیں نہ تبلیغی جہاد۔ لیکن احمدی ...... دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں اور اس میں اُنہیں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔"

(موجِ کوثر ص۱۷۹)

انگریز کے خُود کاشتہ پودا کی حقیقت

یہ سراسر بُہتان اور الزام ہے کہ انگریزوں نے اپنے مفادات کے تحفّظ کی خاطر بانئ جماعتِ احمدیہ کو کھڑا کیا تھا۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن۔ اِس احمقانہ خیال کی تردید ہم اِس مضمون کے پہلے حصّے میں کر آئے ہیں۔ لیکن بعض سادہ لوح حقیقت سے ناواقف مُسلمانوں میں شاید اس امر سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہو کہ حضرت بانئ جماعتِ احمدیہ نے اپنی تحریرات میں متعدّد جگہ انگریزی حکومت کی تعریف فرمائی ہے اور بارہا اپنی وفاداری کا یقین دلانے کی کوشش کی ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اِسلام کی بُنیادی تعلیم ہے کہ جس حکومت میں رہو اُس کے وفادار رہو۔ اور بغاوت اور فساد کے طریقوں سے بچتے رہو۔ تم اپنے فرائض ادا کرتے رہو۔ اور حکومت اگر رعایا کے حقوق ادا نہ کرتی ہو تو مناسب رنگ میں قانون کے اندر رہتے ہوئے اُس کو حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاؤ۔ اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو خُدا تعالیٰ جو مالکُ المُلک ہے اُس سے دُعا کرو کہ ظالم حکومت سے نجات عطا کرے۔

پس اگر حضرت بانئ جماعتِ احمدیہ نے انگریزی حکومت کی تعریف فرمائی ہے تو کسی لالچ یا دُنیوی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ محض اُس کے عدل وانصاف اور مذہبی آزادی کے سبب

تعریف فرمائی ہے۔ اور جہاں تک اُن کے اپنے مذہب اور تہذیب کا تعلق تھا اس کی ہر رنگ میں تردید اور بُطلان ثابت کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ عیسائی حکومت کے ماتحت رہتے ہوئے علی الاعلان عیسائی مذہب کا بُطلان ثابت کرنا تقریر و تحریر سے کوئی معمولی جہاد نہ تھا۔ البتہ اس سے قبل جو حکومت تھی خاص طور پر سکھوں کی حکومت میں مُسلمانوں پر اس قدر مظالم ڈھائے جاتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ اُن کے اِس ظلم و ستم کا نہ صرف ہندوؤں اور مُسلمانوں نے اپنی کُتب میں ذکر کیا بلکہ خود سکھوں نے بھی اُس دَور میں مُسلمانوں پر توڑے گئے مظالم کو اپنی درجنوں کُتب میں جابجا بیان کیا ہے۔ چنانچہ سِکھوں کی بہت مستند کتاب "واراں بھائی گورداس" کی وار ۱۴ پوڑی ۱۶ میں لکھا ہے کہ :۔

(ترجمہ) اُس دَور میں نہ ہی کوئی مسلمان کلمہ پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی خدا کا ذکر کر سکتا تھا نہ فاتحہ نہ دُرود شریف پڑھ سکتا تھا۔ اور نہ ہی کسی کو ختنہ کرنے کی اجازت تھی۔

پھر پنتھ پرکاش کے صفحہ ۳۱۱ پر درج ہے کہ :۔

بانگ نہ ہونی پائے۔ ڈھائے مسیتاں کری صفائے
مڑھی، پیر خانے بِھیتے۔ بندے نے گروائے تِیتنے

یعنی سِکھوں کے اس دَور میں مُسلمانوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں تھی۔ بندے (بندہ بیراگی) نے مساجد، مقابر اور پیر خانے تمام نیست و نابود کر دیئے تھے۔

غرضیکہ سِکھوں کے مظالم کی جو تفاصیل خود سکھوں نے اپنی کُتب میں دی ہیں وہ بہت ہی دردناک ہیں جن میں کثرت کے ساتھ مسلمان عورتوں کی بے حُرمتی، مسجدوں کی بربادی کرنا، ان میں گدھے باندھنا، مسلمانوں کا قتلِ عام اور حاملہ عورتوں کے بچے نکلوا کر ان کے سامنے قتل کرنا وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ مزید تفاصیل "سوانحِ احمدی" مؤلفہ محمد جعفر تھانیسری اور کتاب "شیرِ پنجاب" مطبوعہ ۱۸۷۲ء مؤلفہ تلسی رام میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

پس سِکھوں کی حکومت ختم ہونے پر جب انگریز حکومت قائم ہوئی اور اس نے مُسلمانوں کے تمام حقوق بحال کر دیئے۔ ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کی آزادی دی۔ نیز سبھی کے جان و مال کی حفاظت کی تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انگریزی حکومت کی تعریف کرنا کوئی خوشامد نہ تھی بلکہ اعترافِ حقیقت تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ :۔

"پس سُنو اَے نادانو! مَیں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ
اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دینِ اسلام اور دینی رُسوم پر
کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دِین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر
تلوار چلاتی ہے، قرآن شریف کی رُو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ
وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔" (کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۶۸)

پھر فرماتے ہیں :۔

"میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ اِن متواتر خدمات کا اپنے حکّام
کے پاس ذکر کروں۔ کیونکہ مَیں نے کسی صِلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں
بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۳ کتاب البریّہ صفحہ ۳۴۰)

دُوسری وجہ انگریز حکومت کی تعریف اور وفاداری کے اِعلان کی یہ تھی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عیسائی پادریوں اور مسلمان مولویوں نے مِل کر جھُوٹے مقدّمے قائم کئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حکومتِ انگریزی کی خدمت میں اپنے رسالہ اشاعۃ السُّنۃ کا ایک انگریزی ضمیمہ پیش کیا جس میں لکھا کہ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور مہدی جس کا مُسلمان انتظار کر رہے ہیں وہ ایک خونی انسان ہوگا جو عیسائیوں کی حکومت کا تختہ پلٹ دے گا۔ ان کے خزانوں کو لُوٹ لے گا۔ اور اپنے متعلق لکھا کہ مَیں تو مہدی کی آمد کا قائل نہیں۔ اسی طرح اُس نے اور دیگر مولویوں نے حکومت کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر مولویوں اور عیسائی پادریوں نے مل کر حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف حکومت انگریزی کے سامنے یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کی طرح یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ حکومتِ وقت کے باغی ہیں اور حکومتِ وقت کا تختہ اُلٹنا چاہتے ہیں اور مہدی سوڈانی سے بھی بڑھ کر خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر آپ کو حکومت کے سامنے واضح کرنا پڑا کہ آپ حکومتِ انگریزی کے وفادار ہیں۔ اور ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسے موقعہ پر آپ کا حکومت سے وفاداری کا اعلان کرنا کوئی بے جا نہ تھا۔

جہاں تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پَودا تسلیم کرنے کا تعلق ہے اس الزام میں بھی ایسے دجل سے کام لیا گیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ انہیں کوئی خدا کا خوف نہیں ہے۔ اور یہ مولوی صاحبان عوام النّاس کو یہ تأثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ذات اور جماعتِ احمدیہ کے متعلق انگریز کا خود کاشتہ پَودا ہونا تسلیم کر لیا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) اصل حقیقت یہ ہے کہ اُس دَور کے عیسائی پادریوں نے جن سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عیسائیت کے خلاف شدید جنگ جاری تھی لیفٹننٹ گورنر سر ویلیم میکورتھ ینگ نے (جو شدید متعصب عیسائی تھا) حضور علیہ السلام کے خلاف یہ شکایتیں کیں کہ گویا نعوذ باللہ حضور علیہ السلام گورنمنٹ کا تختہ پلٹنا چاہتے ہیں اور گورنمنٹ کا مال لُوٹنے کو حلال اور مُباح قرار دیتے ہیں اور کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزی حکومت اور عیسائیت کا بڑا دُشمن ہے اسے ہلاک کر دو۔ چنانچہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ :۔

"مجھے متواتر اِس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بداندیش جو بوجہ اختلاف
عقیدہ یا کسی اَور وجہ سے مجھ سے بُغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے
دوستوں کے دُشمن ہیں، میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت
خلافِ واقعہ اُمور گورنمنٹ کے معزز حکّام تک پہنچاتے ہیں۔ اِس لئے
اندیشہ ہے کہ اُن کے ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ
کے دِل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں.... ضائع اور برباد
نہ جائیں۔" (کتاب البریہ۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۹)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جانفشانیوں کا ذِکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے خاندان نے سِکھوں کے خلاف اور بعض دوسری لڑائیوں میں بھی تمہارا (انگریزوں کا) ساتھ دیا ہے اور اپنے خرچ پر فوجی دستے مُہیا کئے۔ اِن سب باتوں کو بھُلا کر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ تمہارے کسی دُشمن خاندان کی کارروائیاں ہیں جو تمہیں تباہ کر دیں گی۔ ان تمام تحریرات میں حضورؑ نے جماعتِ احمدیہ کا کوئی ذِکر نہیں کیا بلکہ نام بھی نہیں لیا۔ دُوسری طرف حضورؑ کے خاندان کو جو نہ صرف غیر احمدی تھا بلکہ آپ کا شدید مخالف تھا، یہ شکوہ ہُوا کہ آپ نے ایسا دعویٰ کر دیا ہے جو ہمیں تسلیم نہیں اور جس کی وجہ سے ہم حکومت کی نظر میں ذلیل ہو رہے ہیں اور دُشمنی مول لے رہے ہیں۔ اِس پس منظر میں اس خاندان کی خاطر (جو غیر احمدی تھا) آپ نے ایسا لکھا اور حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے ان چِٹھیات کا

ذکر کیا جو اس خاندان کے بزرگوں کو ان کی وفاداری اور جاں نثاری سے متعلق حکومت نے لکھی تھیں۔
چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ :-

"سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر
تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کرچکی ہے (جماعتِ احمدیہ
کا کوئی ذکر نہیں صرف خاندان کا ذکر ہے۔ناقل) اور جس کی نسبت گورنمنٹ
عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی
دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گذار
ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت (قدیم خاندان کو خود کاشتہ کہا ہے نہ
کہ جماعت کو۔ناقل) نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے
کام لے۔" (کتاب البریہ مطبوعہ جنوری ۱۸۹۸ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۵۰)

اصل حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کا وجود ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ اور آپ جن کی بریت فرما رہے ہیں وہ اس خاندان کے لوگ ہیں جو نہ صرف یہ کہ احمدیت کے وجود سے پہلے کا ہے بلکہ وہ سب خدمات بھی احمدیت کے آغاز سے بہت پہلے کی ہیں۔ اور ان کا احمدیت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

پس سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ انگریز کے کسی احسان کا ذکر نہیں فرمایا، صرف اس خاندان کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔حضور علیہ السلام کے خاندان پر انگریز حکومت کا سوائے اُس ظلم سے نجات کے جو سکھ کر رہے تھے کوئی اور احسان نہیں۔چنانچہ انگریز حکومت کی طرف سے شائع ہونے والی مشہور کتاب "پنجاب چیفس" میں حضور علیہ السلام کے خاندان کے بارے میں لکھا ہے :-

"پنجاب کے الحاق کے وقت اِس خاندان کی تمام جاگیریں ضبط کرلی گئیں
کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔سوائے (چند گاؤں کے) دو تین گاؤں پر مالکانہ
حقوق تھے۔اور مرزا غلام مرتضیٰ اور اُن کے بھائیوں کیلئے سات سو روپے
کی ایک پنشن مقرر کردی گئی۔" (پنجاب چیفس)

لیکن وہ پنشن بھی بعد میں رفتہ رفتہ کم کرکے ختم کردی گئی جس کا اس کتاب میں ذکر نہیں۔

(دیکھو خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع یکم فروری ۱۹۸۵ء)

پس حضور علیہ السلام نے نہ ہی کبھی اپنی ذات اور نہ ہی جماعتِ احمدیہ کے بارے میں انگریز کا خود کاشتہ پودا کا لفظ استعمال کیا ہے بلکہ اپنے اُس خاندان کے بارے میں کہا ہے جو غیر احمدی تھا۔پس یہاں تک ظاہر پرست اور جھوٹ بولنے والے مولویوں کا یہ کہنا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھے اِس لئے آپ نے جہاد کے خلاف فتویٰ دے کر انگریزوں کو مضبوط اور اسلام کو کمزور کیا ہے، یہ سراسر غلط اور تاریخی کذب بیانی ہے۔جیسا کہ ہم اُوپر ثابت کر آئے ہیں۔حق یہ ہے کہ مُسلم علماء جو مسلمانوں کے مختلف طبقوں پر اپنا اثر رکھتے تھے نہ صرف یہ کہ سیدنا حضور علیہ السلام سے قبل انگریز سے جہاد کی ممانعت کا فتویٰ دے چکے تھے بلکہ انگریزوں کی چاپلوسیاں کرکے نہ صرف اُن سے بڑے بڑے خطابات حاصل کر رہے تھے بلکہ جی بھر کے مال و دولت بھی لُوٹ رہے تھے۔یہی وہ لوگ تھے جو اُس دَور میں اپنے آپ کو مُسلمانوں کا نمائندہ سمجھتے تھے۔چنانچہ سر سید احمد خان بانی علیگڑھ مُسلم یونیورسٹی نے انگریز حکومت کی وفاداری میں لکھا کہ :-

"مُحسن کی احسان مندی۔۔۔۔ ٹھیٹھ رُکنِ اسلام ہے۔جس طرح ہم کو اپنے
خدائے پاک کا شُکر ادا کرنا ہے جس کا احسان ہم پر ہے۔ہم دِل سے
(انگریز) بادشاہ عادل کے شُکر گزار ہیں۔"
(خُطبات سر سید احمد جلد اوّل صفحہ ۱۹۲ ترقی ادب لاہور)

علامہ اقبال نے انگریز ملکہ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا اُس کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

اَے ہند تیرے سر سے اُٹھا سایۂ خُدا
اِک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی گئی
ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اُسی کا ہے
زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اُسی کا ہے

(باقیاتِ اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی ایم۔اے۔آکسن۔شائع کردہ آئینہ ادب انارکلی۔لاہور)

اِسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۱۸۸۸ء میں فتویٰ دیا کہ :-

"ملکہ معظمہ اور اس کی سلطنت کے لئے دُعا سلامت وحفاظت و
برکت کرنا وعلیٰ ہذا القیاس اِن اُمور سے کوئی بھی امر ایسا نہیں ہے جس
کے جواز پر شریعت کی شہادت نہ پائی جاتی ہو۔"
(اشاعۃ السُّنۃ نمبر ۱ جلد ۱۰ ۱۸۸۸ء)

پھر انجمن حمایتِ اسلام جس کا قیام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے قبل ہوچکا تھا، کے اجلاسات میں انگریز ملکہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کئی بار "ظِلّ اللہ"۔ "سایۂ حق" اور "ظلِّ سُبحانی" وغیرہ اَلقابات سے نوازا گیا۔ملکہ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا گیا اُس کا ایک شعر اس طرح ہے۔

سایۂ حق ان پہ تھا خود ظلِّ سُبحانی تھیں یہ
سارے عالَم میں بڑی یکتا مہارانی تھیں یہ

اہلِ حدیث اور دیوبندی فرقہ جو اِس وقت جماعتِ احمدیہ کی مخالفت میں سر فہرست ہے اِن کے چوٹی کے عالِم اور بزرگ شمس العلماء مولانا نذیر احمد دہلوی فرماتے ہیں :-

"سارے ہندوستان کی عافیت اِسی میں ہے کہ کوئی اجنبی حاکم اِس امر
پر مُسلط رہے جو نہ ہندو ہو نہ مُسلمان ہو، کوئی سلاطینِ یورپ میں سے
ہو۔مگر خُدا کی بے انتہا مہربانی اس کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے۔"
(مجموعہ لیکچرز مولانا نذیر احمد دہلوی صفحہ ۴-۵ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں کہ :-

"کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے؟ توبہ توبہ، ماں باپ سے
بڑھ کر شفیق۔"

پھر صفحہ ۲۶ پر فرماتے ہیں :-

"پس میرا اس وقت فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنتِ ہندوستان
کے اہل ہیں۔سلطنت انہی کا حق ہے۔انہی پر بحال رہنی چاہیئے۔"

النّدوہ جس کی بُنیادی اینٹ ایک انگریز سر جان سکاٹ ہیوٹ کے۔سی۔ایس۔آئی۔ای۔ نے رکھی تھی۔اور جسے انگریز حکومت کی طرف سے چھ ہزار روپے سالانہ اِمداد ملتی تھی۔ (ماہنامہ **النّدوہ** دسمبر ۱۹۰۸ء) اس کے سالانہ اجلاس منعقدہ اکتوبر ۱۹۰۲ء بمقام امرتسر میں پڑھے جانے والے ایک قصیدے کا شعر اِس طرح ہے ؎

ہے رحیم و مہرباں ہم پر ہماری گورنمنٹ ✿ ظلِّ سُبحانی ہے سرتاسر ہماری گورنمنٹ

(کتاب تحفہ جوبلی از منشی عبدالکریم صفحہ ۱۲۸ بحوالہ اقبال اور احمدیت مؤلفہ شیخ عبدالماجد صفحہ ۱۵۳)

دارالعلوم دیوبند کے رسالہ "دیوبند کی سیر اور اس کی مختصر تاریخ" مطبوعہ یکم ستمبر ۱۹۱۷ء پرنٹنگ ورکس دہلی میں لکھا ہے :-

"ہر مومن مسلمان سے استدعا ہے کہ وہ گورنمنٹ عالیہ کے لئے جس کے عہدِ حکومت میں ہر فردِ بشر نہایت عیش و آرام سے اپنی زندگی بسر کر رہا ہے ۔ اور اس کو عطا کردہ آزادی کی بدولت اسلامی چمنستان سرسبز و بارآور ہے ۔ ضرور دن اور رات اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے غرض ہر لمحہ اور ہر ساعت میں دُعا کریں ۔ ۔ ۔ ۔ کہ اَے خُدا تُو ہمیشہ ہمیش کے لئے (انہیں) مسندِ حکومت پر حکمران و قائم رکھ ۔"

مولانا ظفر علی خان صاحب جو ایک وقت میں احرار کے ساتھ منسلک تھے اور بعد میں اُن کو ملک و وطن اور اسلام کا غدّار قرار دیا گیا ، لکھتے ہیں کہ :-

"مُسلمان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک لمحہ کے لئے بھی ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے (یعنی انگریزوں سے) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر کوئی بدبخت مُسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جُرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مُسلمان ، مُسلمان نہیں ۔" (اخبار زمیندار لاہور ۱۱ر نومبر ۱۹۱۱ء)

اب معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ احمدیوں کو انگریز کا خود کاشتہ پودا گردانے والے ہی دراصل انگریزوں کے خوشامدی اور چاپلوس تھے ۔ اور یہ لوگ انگریز کے خلاف جہاد کرنا تو درکنار ایک لفظ بھی اس کے خلاف اپنی زبان پر نہیں لا سکتے تھے ۔ دوسری طرف سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام انگریزوں کے خلاف جہادِ کبیر میں مشغول تھے ۔ چنانچہ آپ نے ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ :-

"اَے ملکہ ! توبہ کر اور اُس خُدا کی اطاعت میں آجا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ شریک ۔ اور اُس کی تمجید کر ۔ ۔ ۔ ۔ اَے زمین کی ملکہ ! اِسلام قبول کر ، تا تُو بچ جائے ۔ ۔ ۔ ۔ آ مُسلمان ہو جا ۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۳۴)

ہے کوئی مسلمان مولوی ! جس نے اِس رنگ میں انگریزوں کو کُھلے الفاظ میں تبلیغ کی ہو ۔ تبلیغ کرنا تو درکنار جیسا کہ ہم اُوپر ثابت کر آئے ہیں یہ مولوی انگریز کی چاپلُوسیوں میں اوّل نمبر پر تھے ۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تمام عُمر جس رنگ میں انگریزوں سے جہادِ کبیر جاری رکھا اُس کی مُسلم دانشوروں نے بہت تعریف کی ہے ۔ چنانچہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے دو ترجموں والے مُعجز نما قرآن شریف کے دیباچہ میں یُوں درج ہے کہ :-

"اس زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اُٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے سے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لُوں گا ۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بڑی مدد اور آئندہ کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا ۔ حضرت عیسٰی کے آسمان پر بجسمِ خاکی موجُود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہُوا ۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی (حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام ناقل) کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اُس کی جماعت سے کہا کہ عیسٰی جس کا تم نام لیتے ہو دُوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسٰی کے آنے کی خبر ہے وہ مَیں ہوں ۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبُول کر لو ۔ اس ترکیب سے اُس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اُس کو اپنا پیچھا چُھڑانا مشکل ہو گیا ۔ اور اِس ترکیب سے اُس نے ہندوستان سے ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی ۔"

(دیباچہ معجز نما قرآن شریف صفحہ ۳۰ مطبوعہ ۱۹۳۴ء مطبع اصح المطابع دہلی)

اِسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ :-

"غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بارِ احسان رکھے گی کہ اُنھوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اِسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا ۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مُسلمانوں کی رگوں میں زندہ خُون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ اُن کے شعارِ قومی کا عُنوان نظر آئے قائم رہے گا ۔"

(اخبار **وکیل** امرتسر جون ۱۹۰۸ء)

اِسی طرح بیسیوں دانشور ہیں جنہوں نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو عیسائیوں کے مقابل مردِ میدان قرار دیا ہے ۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ مُخالفینِ احمدیّت کو حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے ۔ (آمین)

اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے

منظوم کلام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام

اب چھوڑ دو جہاد کا اَے دوستو خیال !
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نُورِ خُدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

فرما چکا ہے سیّدِ کونین مُصطفٰےؐ
عیسٰی مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

جب آئے گا تو صُلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلے کو وہ یکسر مٹائے گا

(منقول از ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۴ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

جماعتِ احمدیہ پر فتاویٰ کفر کی اصلیت

سوسالہ تاریخ اور حقیقت افروز تجزیہ

اِک بڑی مدّت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا ❊ اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دِن

از مکرم مولوی محمد ایوب ساجد صاحب نائب ناظم وقفِ جدید

یہ امر قطعی واضح ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے ایسے نیک بخت لوگ موجود ہیں جو کہ بُغض وحسد وجہالت سے مبرّا ہیں اور عقلِ سلیم کو بروئے کار لاکر سوچتے ہیں کہ یہ کیا عجیب بات ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے عقیدہ سے وابستہ لوگ ارکانِ اسلام پر کما حقہٗ عمل کرنے کے علاوہ دینِ اسلام کی نُمایاں خدمات بجالانے کے باوجود دیگر مُسلمان جو کہ نام کے مُسلمان ہیں، ان باعمل اور باکردار مُسلمانوں کو جو اکنافِ عالم میں دین کے وقار کو بلند کئے ہوئے ہیں کافر کہتے ہیں۔

عقلِ سلیم رکھنے والے صاف دِل مُسلمان اِس تحقیق میں ہیں کہ آیا قرآنِ کریم اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رُو سے کیا کسی عالم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ انفرادی حیثیت سے یا اپنے فرقہ کی نمائندگی میں کسی دوسرے فرقہ سے تعلق رکھنے والے مُسلمانوں کو کافر قرار دے سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم اس امر کا جائزہ لیں۔ کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے

مُسلم کی تعریف کیا ہے؟

قرآنِ پاک کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ مُسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے۔ خدا تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے وجود کو اُس کی راہ میں وقف کر دیوے۔ جیسا کہ فرمایا :-

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (البقرہ : ۱۱۳)

ترجمہ :- (اور بتاؤ کہ دوسرے لوگ) کیوں نہیں (داخل ہوں گے) جو بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیک کام کرنے والا (بھی) ہو تو اس کے رب کے ہاں اُس کے لئے بدلہ (مقرر) ہے اور اُن کو نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہی وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا اور فرمایا

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ : ۱۴)

دینِ اسلام کیا چیز ہے، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃٌ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَحَجِّ الْبَیْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

(مُسلم جلد اوّل باب بیان ارکان الاسلام ودعائمۃ الفظام)

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بُنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ (۱) کلمۂ شہادت۔ اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز ادا کرنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

گویا کہ اِسلام کے یہ پانچ ارکان ایک مُسلمان کے قلبی ایمانی عقائد کے پانچ عملی ثبُوت ہیں۔ شرعی لحاظ سے اِن پانچ ارکانِ اسلام کا بجالانے والا مُسلمان ہے۔ فرمایا :-

مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِہٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ۔

(بخاری جلد اوّل باب فضل استقبال القبلۃ)

ترجمہ :- جس شخص نے وہ نماز ادا کی جو ہم کرتے ہیں، اُس قبلہ کی طرف رُخ کیا جس کی طرف ہم کرتے ہیں اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مُسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اُس کے رسُول کا ذمّہ ہے۔ پس تم اللہ کے دیئے ہوئے ذمّہ میں اُس کے ساتھ دغا بازی نہ کرو۔

حضرت جبرائیل علیہ السّلام انسان کے بھیس میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضورؐ سے پُوچھا :-

"یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ : اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ قَالَ صَدَقْتَ۔ فَعَجِبْنَا لَہٗ یَسْئَلُہٗ وَیُصَدِّقُہٗ۔ قَالَ : فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ۔ قَالَ : اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔ قَالَ صَدَقْتَ"۔

(مُسلم کتاب الایمان)

ترجمہ :- اے محمدؐ! مجھے اسلام کے بارے میں مطلع فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبُود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ نیز یہ کہ تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر راستہ کی توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس شخص نے کہا کہ حضورؐ نے بجا فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں اس پر تعجب ہُوا کہ سوال بھی کرتا ہے اور جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اُس شخص نے پوچھا کہ مجھے ایمان کے بارے میں آگاہ فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ پر ایمان لائیں، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اُس کے رسُولوں پر ایمان لائیں نیز یوم آخر پر ایمان لائیں اور قضا و قدر کے بارے میں خیر و شر پر بھی ایمان لائیں۔ اس شخص نے کہا کہ آپ دُرست فرما رہے ہیں۔

آپسی اختلافات کو دُور کرنے کا اسلامی طریق اور کسی مسلمان کو کافر کہنے کی ممانعت!

تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بُنیادی اور اُصولی حکم یہ ہے کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النسآء : ٦٠)

اَے مسلمانو! اگر تمہارے مابین اختلاف کی صُورت پیدا ہو جائے تو ان اختلافات کا حل قرآنِ پاک اور احادیثِ نبویؐ میں تلاش کیا کرو۔ تمہارے ذاتی خیالات چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی اُن کے اطلاق کی کوئی گنجائش شریعت میں نہیں ہے۔

پھر قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ : آیت ۱۱۴)

جس بات میں یہ اختلاف کرتے ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اگر علماء کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ کسی کے کُفر و ایمان کا فیصلہ کریں تو اس سے جہاں دُنیا میں مذہبی آزادی ختم ہو جائے گی وہاں کرۂ ارض میں ظلم و ستم کا بازار گرم ہو جائے گا۔ جس کو کنٹرول کرنا ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ دین کے نام پر ظلم و زیادتی کو دنیا سے ختم کرنا چاہتا ہے اس لئے واشگاف طور پر قرآنِ کریم میں یہ اعلان فرما دیا :-

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (سورۃ البقرہ : آیت ۲۵۷)

کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا کوئی جبر نہیں ہے۔ پس انسانی عقل اور انسانی فطرت بھی کسی انجمن یا فرقہ یا فردِ واحد یا عالم کو یہ اختیار نہیں دیتی کہ وہ کسی دُوسرے فرقہ یا فرد کو اس کے بنیادی حق سے محروم کرے کہ وہ جس عقیدہ کی طرف چاہے منسوب ہو۔ پس ظاہر ہے کہ کسی فتویٰ یا آئین کے ذریعہ کسی کو غیر مسلم قرار دینا خود ایک غیر اسلامی فعل ہے۔ ایمان کا تعلق چونکہ دل سے ہے اور دل کی بات سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اس لئے خُدا نے مسلمانوں کو یہی نصیحت اور حکم فرمایا کہ "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا" (النسآء : آیت ۹۴) کہ جو تمہیں مُسلمان کی طرح "السّلام علیکم" کہے اُسے یہ کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں کہ مومن نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی واضح ارشاد ہے کہ جو شخص زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے اُس پر یہ الزام لگانا کہ وہ زبان سے تو اقرار کرتا ہے لیکن دِل سے نہیں قطعاً غلط ہے اور کسی مُسلمان کو ایسا کرنے کا حق نہیں ہے۔

اصح الکُتب بعد کتاب اللہ اَلبُخاری میں یہ روایت درج ہے کہ :-

"..... حضرت اُسامہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں جُہینہ قبیلہ کے نخلستان کی طرف بھیجا۔ ہم نے صُبح صُبح اُن کے چشموں پر ہی اُن کو جا لیا۔ اور جب ایک دُشمن کو مغلوب کر لیا تو وہ بول اُٹھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبُود نہیں) اِس بات پر میرا انصاری ساتھی اس سے رُک گیا۔ لیکن مَیں نے اُس پر نیزے کا وار کر کے اُسے قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس بات کا علم ہُوا تو آپؐ نے فرمایا اَے اُسامہ! کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے باوجُود تم نے اُسے قتل کر دیا۔ مَیں نے عرض کیا، یا رسُول اللہ! وہ صرف بچاؤ کے لئے (یہ الفاظ) کہہ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم بار بار دُہراتے جاتے تھے یہاں تک کہ مَیں نے تمنّا کی کہ کاش آج سے پہلے مَیں مُسلمان ہی نہ ہوتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب اُس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کر لیا پھر بھی تُو نے اُسے قتل کر دیا۔ مَیں نے عرض کیا، اَے اللہ کے رسُول! اُس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہ تُو نے اُس کا دِل چیر کر دیکھا کہ اُس نے دِل سے کہا یا نہیں۔ حضورؐ نے یہ بات اتنی بار بار دُہرائی کہ مَیں تمنّا کرنے لگا کہ کاش مَیں آج مُسلمان ہُوا ہوتا۔" (بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی اُسامہ بن زید اِلی الحرقات مِن جُہینہ صفحہ ٦١٢)

یہ حدیث شریف اُن نام نہاد علماء کے لئے مشعلِ راہ ہے جنہوں نے حقیقی علم کی اشاعت کی بجائے اپنے آپ کو کُفر ساز کارخانہ بنا لیا ہے۔ اور تکفیر بازی کا ایسا ناپاک شغل اختیار کیا ہے جو کہ احکامِ خداوندی اور فرمانِ رسولؐ کے صریحاً خلاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسی مُسلمان کو کافر کہنے کی تاکیدی ممانعت فرمائی ہے۔

چنانچہ فرمایا : مَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَاتِلِهٖ۔ (ترمذی)

ترجمہ :- کسی مومن بھائی پر کُفر کی تہمت یا الزام لگانا گویا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

ایک اور موقع پر پھر فرمایا :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَكْفَرَ رَجُلًا فَاِنْ كَانَ كَافِرًا اِلَّا هُوَ الْكَافِرُ۔ (ابو داؤد)

ترجمہ :- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس مُسلمان کہلانے والے نے کسی مسلمان کو کافر کہا پس اگر وہ کافر نہیں تو ایسا کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

ایک اور موقع پر فرمایا :-

لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ۔ (بخاری بحوالہ ریاض الصالحین حصّہ دوم باب تحریم سبّ المسلم بغیر الحق)

ترجمہ :- جو آدمی کسی دوسرے کو فاسق یا کافر کہتا ہے تو جس کو اُس نے ایسا کہا ہے اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس کی بات اسی کی طرف لوٹ آتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ سلف نے بھی کسی مُسلمان کلمہ گو کو کسی تاویل یا کسی اختلاف کی وجہ سے کافر قرار دینے سے ممانعت فرمائی اور کافر و مُسلمان کی پہچان کرنے کے لئے کلامِ الٰہی اور احادیثِ نبویؐ کو بُنیاد بنایا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا :-

قَالَ لَا اُكَفِّرُ اَهْلَ الْاَهْوَاءِ بِذَنْبٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهُ وَلَا اُكَفِّرُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی عَنْهُ وَلَا اُكَفِّرُ اَهْلَ التَّاْوِیْلِ الْمُخَالِفِ لِلظَّاهِرِ بِذَنْبٍ

(شواهد الحق للشیخ یوسف بن اسماعیل النهانی ص ۱۲۵)

ترجمہ :- آپؒ نے فرمایا کہ مَیں اہلِ اَہوا کو کسی غلطی کی وجہ سے کافر نہیں کہتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی اہلِ قبلہ کو اس کی غلطی کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیتا۔ اور ایک اَور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مَیں کسی ایسے شخص کو بھی کافر نہیں کہتا جو غلطی کی وجہ سے خلافِ ظاہر تاویل کرنے والا ہے۔

علّامہ ابو المحاسن رویانی اور بغداد کے دوسرے تمام علماء کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں :-

"كَانَ اَبُو الْمَحَاسِنِ الرّویانی وَغَیْرُهٗ مِنْ عُلَمَاءِ بَغْدَادَ قَاطِبَةً یَقُوْلُوْنَ لَا یُكَفَّرُ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَذَاهِبِ الْاِسْلَامِیَّةِ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَلَهٗ مَا لَنَا وَعَلَیْهِ مَا عَلَیْنَا۔"

(الیواقیت وَالجواهر جزء ۲ ص ۱۲۵ مبحث ۵۸)

ترجمہ :- علامہ ابو المحاسن رویانی اور بغداد کے دوسرے تمام علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ مذاہب اسلامیہ کے پیروؤں میں سے کسی کو کافر قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہے اور (نماز میں) ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو اس کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور اس کی وہی ذمہ داری ہے جو ہماری ہے۔

علامہ محمد طاہر گجراتی اپنی لغتِ حدیث کی مشہور کتاب مجمع بحار الانوار میں علامہ الخطابی کے حوالہ سے لکھتے ہیں :-

اَجْمَعُوْا اَنَّ الْخَوَارِجَ عَلٰی ضَلَالَتِھِمْ فِرْقَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ
یَجُوْزُ مُنَاکَحَتُھُمْ وَذَبْحُھُمْ وَشَھَادَتُھُمْ۔

(ملاحظہ ہو لفظ فرق)

ترجمہ :- محققین علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خوارج باوجود اپنی کھلی گمراہی کے مسلمانوں کا ہی فرقہ ہیں۔ ان سے نکاح کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی شہادت قبول کرنا جائز ہے۔

اس کی دلیل —— "وَحُجَّۃُ مَنْ قَالَ بِعَدَمِ تَکْفِیْرِ الْمُتَأَوِّلِیْنَ اَنَّہٗ قَدْ ثَبَتَتْ عِصْمَۃُ دِمَاءِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ بِقَوْلِھِمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَلَمْ یَثْبُتْ لَنَا اَنَّ الْخَطَأَ فِی التَّاْوِیْلِ کُفْرٌ۔" (الیواقیت والجواہر جزء ۲ صفحہ ۱۲۵ و شواہد الحق صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ :- علماء محققین کی دلیل جو کہتے ہیں کہ مؤولین کو کافر نہ کہنا چاہیئے یہ ہے کہ ان مؤولین نے چونکہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا ہوا ہے اس لئے ان کے خون اور مال محفوظ ہیں اور ہمیں یہ ثبوت نہیں ملا کہ تاویل میں خطا کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔

اسلام میں خوارج سے کون واقف نہیں جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے خبر دی تھی یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ۔ کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے نشانہ سے پار نکل جاتا ہے۔ ان خوارج کا ظہور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں ہوا اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائیاں بھی لڑی ہیں۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے ذمہ دار بھی یہی ہیں۔ چار خلفائے راشدین میں سے ایک کو شہید کرنے والے اور ایک سے لڑائیاں لڑنے والے ان خوارجین کے بارے میں جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا اور سوال کیا کہ اَکُفَّارٌ ھُمْ ؟ کیا وہ (خوارج) کافر ہیں ؟ فَقَالَ لَا اِنَّھُمْ مِنَ الْکُفْرِ فَرُّوْا۔ تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا نہیں وہ تو کفر سے بھاگے ہوئے ہیں۔ فَقِیْلَ اَمُنَافِقُوْنَ ھُمْ ؟ پھر پوچھا گیا تو کیا وہ لوگ منافق ہیں ؟ فَقَالَ لَا اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا وَھٰؤُلَاءِ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا۔ تو آپ نے فرمایا نہیں وہ منافق بھی نہیں کیونکہ منافق تو خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اسے زیادہ یاد کرتے ہیں۔ امام الخطابی کہتے ہیں لَمْ یَجْعَلْھُمْ کُفَّارًا لِاَنَّھُمْ تَعَلَّقُوْا بِضَرْبٍ مِنَ التَّاْوِیْلِ۔ (الیواقیت والجواہر جزء ۲ صفحہ ۱۲۵ مبحث ۵۸) کہ حضرت نے انہیں کفار قرار نہیں دیا کیونکہ انہوں نے ایک قسم کی تاویل سے کام لیا تھا۔

حضرت امام شوکانی اپنی کتاب ارشاد الفحول صفحہ ۶۷ پر فرماتے ہیں :-

"وَاَجْمَعُوْا اَنَّ الْمُنْکِرَ لِمَا تَدُلُّ عَلَیْہِ الْعُمُوْمَاتُ لَا یُکَفَّرُ وَلَا یُفَسَّقُ اِذَا کَانَ ذٰلِکَ الْاِنْکَارُ لِتَاْوِیْلٍ۔"

کہ علماء کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کسی نص کے عام معنوں کا منکر ہے اور وہ اس کی تاویل کرتا ہے تو اسے کافر کیا فاسق بھی قرار نہ دیا جائے گا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

(سورۃ یوسف : آیت ۱۰۹)

ترجمہ :- تو کہہ یہ میرا طریق ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جنہوں نے میری پیروی اختیار کی ہے (میں اور وہ سب) بصیرت پر قائم ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی پیروی کرنے والا ہی خدا کا حقیقی بندہ ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے مسلمان رکھا ہے۔

موجودہ مسلمانوں کا غیر اسلامی رویّہ

لیکن ان تمام احکاماتِ الٰہی، ارشاداتِ نبویؐ اور بزرگانِ سلف کے اسلامی نظریات کو نظر انداز کر کے مسلمان ایک دوسرے کے خلاف جنگ کا میدان گرم کئے ہوئے ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ۔" (حدیث بخاری۔ مسلم۔ ترمذی اور نسائی عن ابن مسعود۔ الجامع الصغیر صفحہ ۶۸) کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور جنگ کرنا کفر۔

قارئین کرام ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد کی دھجیاں اڑا کر ایک دوسرے کے خلاف کفر و فساد اور گالی گلوچ کا میدان آج کے جاہل مولوی نے کس قدر گرم کیا ہے ذیل کے حوالہ جات سے واضح ہو گا جن میں ایک دوسرے کے خلاف فتاویٰ تکفیر کے علاوہ گالی گلوچ اور فتنہ و فساد والی زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف چند مطبوعہ فتاویٰ بطور نمونہ درج کئے جا رہے ہیں۔

دیوبندیوں کے بارے میں اکابر علماء کا فتویٰ

۱۔ "وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتیٰ کہ حضرت سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خاص ذاتِ باری تعالیٰ شانہٗ کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد و کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد کفر میں سخت سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا مرتد و کافر ہے۔ اور جو اس شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ بھی مرتد اور کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل ہی محترز و مجتنب رہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں۔ اور نہ اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں۔

...... پس وہابیہ دیوبندیہ سخت سخت اشد مرتد و کافر ہیں۔ ایسے کہ جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہو جائے گا۔ اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہو گی وہ حرامی ہو گی اور از روئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔"

اِس اشتہار میں بہت سے علماء کے نام لکھے ہیں مثلاً سید جماعت علی شاہ، حامد رضا خان قادری نوری رضوی بریلوی، محمد کرم دین بھیں، محمد جمیل احمد بدایونی، عمر النعیمی مفتی شرع اور ابو محمد دیدار علی مفتی اکبر آباد وغیرہ......

"یہ فتوے دینے والے صرف ہندوستان ہی کے علماء نہیں ہیں بلکہ جب وہابیہ دیوبندیہ کی عبارتیں ترجمہ کر کے بھیجی گئیں تو افغانستان و خیوا و بخارا و ایران و مصر و روم و شام اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ وغیرہ تمام دیارِ عرب و کوفہ و بغداد شریف غرض تمام جہان کے علماء اہلِ سُنّت نے بالاتفاق یہی فتویٰ دیا۔"

(خاکسار محمد ابراہیم بھاگلپوری باہتمام شیخ شوکت حسین منیجر کے حسن برقی پریس اشتیاق منزل ۶۳ ہیوٹ روڈ لکھنؤ میں چھپا۔ سنِ اشاعت درج نہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل کا فتویٰ ہے)

۲۔ فتویٰ مولوی عبدالکریم ناجی داغستانی حرم شریف مکہ :-

"هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ قَتْلُهُمْ وَاجِبٌ عَلٰى مَنْ لَهٗ حَدٌّ وَ نَصْلٌ وَافِرٌ۔ بَلْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ قَتْلِ اَلْفِ كَافِرٍ فَهُمُ الْمَلْعُوْنُوْنَ فِيْ سِلْكِ الْخُبَثَاءِ مُنْخَرِطُوْنَ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَعْوَانِهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلٰى مَنْ خَذَلَهُمْ فِيْ اَطْوَارِهِمْ۔"

ترجمہ :- وہ بدکار کافر ہیں۔ سُلطانِ اسلام پر کہ سزا دینے کا اختیار اور سنان و پیکان رکھتا ہے ان کا قتل واجب ہے بلکہ وہ ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ وہی ملعون ہیں اور خبیثوں کی لڑی میں بندھے ہوئے ہیں تو ان پر اور ان کے مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور جو انہیں ان کی بداطواریوں پر مخذول کرے اس پر اللہ کی رحمت اور برکت اسے سمجھ لو۔

(فاضل کامل نیکو خصائل صاحب فیضِ یزدانی مولوی عبدالکریم ناجی داغستانی حرم شریف مکہ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر و المبین صفحہ ۱۷۶ تا ۱۷۹ مصنفہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مطبوعہ اہلِ سُنّت والجماعت بریلی ۲۶-۱۳۲۴ھ ۸-۱۹۰۶ء)

فرقہ اہلِ حدیث کے بارے میں بریلوی ائمہ کا فتویٰ

۱۔ "وہابیہ وغیرہ مقلّدینِ زمانہ باتفاق علمائے حرمین شریفین کافر و مرتد ہیں۔ ایسے کہ جو اُن کے اقوالِ ملعونہ پر اطلاع پا کر انہیں کافر نہ جانے یا شک ہی کرے خود کافر ہے۔ اُن کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے۔ ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں۔ ان کا نکاح کسی مُسلمان کافر یا مُرتد سے نہیں ہو سکتا۔ ان کے ساتھ میل جول، کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا، سلام کلام سب حرام۔ ان کے مفصّل احکام کتاب مستطاب حُسام الحرمین شریف میں موجود ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَم۔

مُہر	مُہر	مُہر
دارالافتاء مدرسہ	آل رسول احمد	شفیع احمد خان
اہلِ سُنّت والجماعت	رضا خان	رضوی سنی حنفی
بریلی	بریلی	قادری

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ مرتبہ الحاج مولانا داؤد راز خطیب جامعہ اہلحدیث شائع کردہ مکتبہ اشاعتِ دینیات مومن پورہ بمبئی)

۲۔ "تقلید کو حرام اور مقلّدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مُرتد ہُوا..... اور حکام اہلِ اسلام کو لازم ہے کہ اس کو قتل کریں اور عذر داری اس کی بایں وجہ کہ "مجھ کو اس کا علم نہیں تھا" شرعاً قابلِ پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اس کو مارنا لازم ہے۔ یعنی اگرچہ توبہ کرنے سے مسلمان ہو جاتا ہے لیکن ایسے شخص کے واسطے شرعاً یہی سزا ہے کہ اس کو حکام اہلِ اسلام قتل کر ڈالیں۔ یعنی جس طرح حدِ زنا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسی طرح یہ حد بھی تائب ہونے سے دُور نہیں ہوتی۔ علماء اور مفتیانِ وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسمُوع ہونے ایسے امر کے اس کے کُفر اور ارتداد کے فتوے دینے میں تردّد نہ کریں ورنہ زُمرۂ مُرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔"

("انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمکائد والمفاسد" صفحہ ۵ تا ۷ مطبوعہ جعفری پریس لاہور مصنّفہ مولوی محمد ابن مولوی عبدالقادر لودھیانوی)

بریلویوں کے بارے میں دیوبندی علماء کا کُفر کا فتویٰ

۱۔ "جو شخص اللہ جلّشانہ' کے سوا علمِ غیب کسی دُوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دُوسرے کا علم جانے وہ بیشک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودّت سب حرام ہیں۔"

مُہر

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوّب از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی صفحہ ۶۲ ناشر محمد سعید اینڈ سنز تاجرانِ کُتب قرآن محل بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۸۴-۱۹۸۳ء)

۲۔ مشہور دیوبندی عالم جناب مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند بریلویوں کے بارے میں یوں فتویٰ صادر فرماتے ہیں :-

"یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف سے لوٹ کر قبر میں اُن کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے موجب خروج ایمان و ازالہ تصدیق و ایقان ہوگی کہ ملائکہ حضور علیہ السّلام سے کہیں گے اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ اور رسول مقبول علیہ السلام دجّال بریلوی اور ان کے اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر حوضِ مورود و شفاعتِ محمود سے کُتّوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے اور اُمّتِ مرحومہ کے اجر و ثواب و منازلِ نعیم سے محروم کئے جائیں گے۔"

(رجوم المذنبین علیٰ رؤوس الشیاطین المشہور بہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب صفحہ ۱۱۱ مؤلّفہ مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

پرویزیوں اور چکڑالویوں کے بارے میں بریلوی اور دیوبندی اور مودودی علماء کا فتویٰ

"چکڑالوی حضور سرورِ کائنات علیہ التسلیمات کے منصب و مقام اور آپ کی شرعی حیثیت کی منکر اور آپ کی احادیثِ مبارکہ کی جانی دشمن ہے۔ رسول کریم کے ان کھلے ہوئے باغیوں نے رسول کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کر دیا ہے۔ جانتے ہو! باغی کی سزا کیا ہے؟ صرف گولی۔"

(ہفتہ وار "رضوان" لاہور (چکڑالویت نمبر) اہل سنّت والجماعت کا مذہبی ترجمان ۲۱-۲۸ فروری ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ پرنٹر سید محمود احمد رضوی کواپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس لاہور دفتر رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور)

مکرم ولی حسن صاحب ٹونکی کا فتویٰ پرویزیوں کے بارے میں:-

"غلام احمد پرویز شریعتِ محمدیہ کی رُو سے کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج۔ نہ اس شخص کے عقدِ نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے۔ اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے۔ نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا۔ اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو اس کے متبعین میں ان عقائدِ کفریہ کے ہمنوا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔"

(ولی حسن ٹونکی غفر اللہ مفتی و مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی۔
محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی)

پرویزیوں کے متعلق جماعتِ اسلامی کے آرگن "تسنیم" کا فتویٰ:-

"اگر یہ مشورہ دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ شریعت صرف اتنی ہی ہے جتنی قرآن میں ہے باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شریعت نہیں ہے تو یہ صریح کفر ہے۔ اور بالکل اسی طرح کا کفر ہے جس طرح کا کفر قادیانیوں کا ہے بلکہ کچھ اس سے بھی سخت اور شدید ہے۔"

(مضمون مولانا امین احسن اصلاحی۔ روزنامہ تسنیم لاہور ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۲)

شیعوں کے متعلق علماء عامۃ المسلمین کا فتویٰ

۱۔ "بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرِ الٰہی ہے۔ اگر مرد سُنّی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی نکاح ہرگز نہ ہوگا۔ محض زنا ہوگا۔ اولاد ولد الزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی۔ اگرچہ اولاد بھی سُنّی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سُنّی تو سُنّی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی۔ یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت، عالم، جاہل کسی سے میل جول، سلام کلام سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوشِ ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے سُنّی بنیں۔"

(فتویٰ مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بحوالہ رسالہ ردّ الرفضہ صفحہ ۲۳ شائع کردہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور پاکستان مطبوعہ گلزار عالم پریس بیرون بھاٹی گیٹ لاہور ۱۳۲۰ھ)

۲۔ شیعوں کے بارے میں مفتیٔ اعظم کا فتویٰ:-

"آج کل کے روافض تو عموماً ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد، انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔"

(الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۹۷-۹۸ مرتبہ مفتیٔ اعظم ہند)

جماعتِ اسلامی کے بارے میں بریلوی اور دیوبندی علماء کا فتویٰ

۱۔ "مودودی صاحب کی تصنیفات کے اقتباسات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے خیالاتِ اسلام کے مقتدیان اور انبیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کرنے سے مملو ہیں ان کے ضال اور مضل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ میری جمیع مسلمانان سے استدعا ہے کہ ان کے عقائد و خیالات سے مجتنب رہیں۔ اور ان کو اسلام کا خادم نہ سمجھیں اور مغالطے میں نہ رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصلی دجال سے پہلے تیس دجال اور پیدا ہوں گے جو اس دجال کا اصلی راستہ صاف کریں گے۔ میری سمجھ میں ان تیس دجالوں میں ایک مودودی ہیں۔" فقط والسلام

(محمد صادق عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۲ء۔ حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب صفحہ ۹۷ مرتبہ مولوی احمد علی انجمن خدام الدین لاہور)

۲۔ جمعیت علمائے اسلام کے صدر حضرت مولانا مفتی محمود فرماتے ہیں:-

"میں آج یہاں پریس کلب حیدرآباد میں فتویٰ دیتا ہوں کہ مودودی گمراہ کافر اور خارج از اسلام ہے اس سے اور اس کی جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی جماعت سے تعلق رکھنا صریح کفر اور ضلالت ہے۔ وہ امریکہ اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے۔ اب وہ موت کے آخری کنارے پر پہنچ چکا ہے اور اب

اُسے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ اس کا جنازہ نکل کر رہے گا "۔

(ہفت روزہ زندگی ۱۰ر نومبر ۱۹۶۹ء من جانب جمعیۃ گارڈ لائلپور)

احراری علماء کے بارے میں جناب مولوی ظفر علی خان صاحب کا فتویٰ

اللہ کے قانون کی پہچان سے بے زار
اسلام اور ایمان اور احسان سے بے زار
ناموسِ پیمبر کے نگہبان سے بے زار
کافر سے موالات مُسلمان سے بے زار
اس پر ہے یہ دعوٰی کہ ہیں اسلام کے احرار
احرار کہاں کے یہ ہیں اِسلام کے غدّار
پنجاب کے احرار اسلام کے غدّار

بیگانہ یہ بدبخت ہیں تہذیب عرب سے
ڈرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے
مِل جائے حکومت کی وزارت کسی ڈھب سے
سرکارِ مدینہ سے نہیں ان کو سروکار
پنجاب کے احرار اسلام کے غدّار

(زمیندار ۲۱ر اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۶)

مولانا مودودی صاحب مولوی ظفر علی خان صاحب کی ایک گونہ تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اِس کاروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہوگئیں۔ ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظِ ختم نبوّت کا نہیں ہے بلکہ نام اور شہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دُوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرار داد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کیا ہے اور ایک دُوسرا ریزولیشن بطور خود لکھ لائے ہیں۔ مَیں نے محسوس کیا کہ جو کام اِس نیت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہوسکتی۔ اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مُسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مُہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہوسکتے "۔

(روزنامہ تسنیم لاہور ۲ر جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۴، ۵)

حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کا حلفیہ اقرار و اعلان

بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السّلام نے اپنے اور اپنی جماعت کے بارے میں جو عقیدہ پیش فرمایا ہے آپؑ کے ہی الفاظ میں درج ذیل کرتے ہوئے قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ اس مضمون میں درج امور پر دل کی گہرائیوں سے غور فرمالیں اور خود فیصلہ کریں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"...... مجھے اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ مَیں کافر نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ مَیں اپنے اِس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسُول کے فرمودہ کے خلاف نہیں۔ اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پُوچھا جائے گا "۔ (کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

لیکن اس واضح اور حلفیہ اقرار اور اعلان کے باوجود مُسلمان کہلانے والے علماء نے قرآنِ کریم، احادیثِ نبویہؐ اور اقوالِ بزرگانِ اُمّت کے بالکل خلاف عمل کرتے ہوئے حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ اور جماعتِ احمدیہ پر انفرادی اور اجتماعی طور پر کُفر کے فتوے لگائے حتیٰ کہ رسوائے زمانہ پاکستان کی نیشنل اسمبلی نے بھی اس کُفر سازی میں حصّہ لیا اور سادہ لوح سیدھے سادھے عام مسلمانوں کو اپنے گمراہ کُن پروپیگنڈے سے متأثر کرنے کی کوشش کی۔

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے مُسلمانوں کو کافر قرار دینے کی حقیقت

آخر پر یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے پروپیگنڈا میں ایک یہ بھی الزام جماعتِ احمدیہ پر لگایا جاتا ہے کہ بانیٔ جماعتِ احمدیہ اور خلفائے جماعتِ احمدیہ نے بھی دیگر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ پر کُفر کا فتویٰ صادر کرنے میں دیگر مُسلمانوں کے علماء نے پہل کی۔ اور نہ صرف کُفر کے فتوے لگائے بلکہ غیر مُسلم حتیٰ کہ غیر مسلموں سے بدتر قرار دیا۔ احمدیوں کو اپنی مسجدوں سے ذلیل کر کے نکالا۔ اپنے قبرستانوں سے احمدیوں کی نعشوں کو قبروں سے نکال باہر پھینکا اور منکوحہ بیویوں کو بغیر طلاق و خلع کے احمدیوں سے جُدا کر کے دُوسری جگہ نکاح کروا دیا گیا۔ کیا یہ سب اسلامی طریق اور اسلامی شعار تھے؟ ہرگز نہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (مندرجہ بخاری اور ابو داؤد جس کا شرُوع میں ذکر کیا جا چکا ہے) کے مطابق جماعتِ احمدیہ پر کُفر کا فتویٰ صادر کرنے والے اور اُن کی ہاں میں ہاں مِلانے والے سب مسلمان کافر قرار پاتے ہیں۔ حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس حدیث کی تصدیق فرمائی ہے کہ مجھ کو اور میری جماعت کو کافر قرار دینے والے خود کافر قرار پاتے ہیں۔ تو اس میں کونسی قابلِ اعتراض بات ہے۔ چنانچہ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ:۔

"پھر اس جھُوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمّہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کُفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہوگئے کہ ہم سے سیدھے مُنہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گُناہ ہوگیا۔ کیا کوئی مولوی یا اَور کوئی مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کُفر سے پہلے شائع ہُوا

ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں۔ ورنہ وہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مُسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھُوٹ اور خلافِ واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے۔ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعے سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اِس بات کے قائل بھی ہوگئے (یعنی بمطابق حدیثِ نبویؐ۔ ناقل) کہ جو شخص مُسلمان کو کافر کہے تو کُفر اُلٹ کر اُسی پر پڑتا ہے تو اِس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم اُن کو کافر کہتے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰-۱۲۱ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

بعض سنجیدہ مزاج مُسلمان آج ہمیں یہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے ہمارے بزرگوں نے آپ کو کافر کہا ہم آپ کو کافر نہیں کہتے۔ پھر کیوں آپ لوگ ہمارے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے وغیرہ۔ اِس بارے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ جب دیگر مُسلمانوں طرف سے فتاوئ تکفیر اور دشنام طرازیوں اور بائیکاٹ کی تکالیف کی اِنتہا ہو چکی تب خدا تعالےٰ کے حکم سے امام الزّمان حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام نے اپنی جماعت کو حکم فرمایا کہ :-

"اِس کلامِ الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شُدہ قوم ہے۔ اِس لئے وہ اِس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص اُن کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مُکفّر اور مُکذّب یا مُتردِّد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تُم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اِمامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دُوسرے فرقوں کو جو دعوٰے اِسلام کرتے ہیں بکلّی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔۔۔۔۔" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶-۲۷)

لیکن اُن حق پسندوں کے لئے جو جماعتِ احمدیہ اور حضرت بانی جماعتِ احمدیہ کو کافر قرار دینا غیر اسلامی اور غیر شرعی فعل سمجھتے ہیں حضرت بانی جماعتِ احمدیہ نے اُن کے لئے یہ راہ کھُلی رکھی ہے کہ وہ ایسا اشتہار شائع کریں کہ ہم ان عُلماء کے اِس فعل سے بیزار ہیں تب ہمارا اُن سے کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے :-

"یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے پھر جبکہ قریباً دو سَو مولوی نے مجھے کافر ٹھہرایا اور میرے پر کُفر کا فتوٰے لکھا گیا اور انہیں کے فتوٰی سے یہ ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے تو اب اِس بات کا سہل علاج ہے کہ اگر دُوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ اُن مولویوں کے بارہ میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مُسلمان کو کافر بنایا۔ تب مَیں اُن کو مُسلمان سمجھ لُوں گا بشرطیکہ ان میں نفاق کا شبہ نہ پایا جائے اور خدا کے کھُلے کھُلے معجزات کے مُکذّب نہ ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴-۱۶۵)

حرفِ آخر

ایک بات ہر مُسلمان کو خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو یاد رکھنی ضروری ہے اور وہ بات میری یا تیری یا کسی اَیرے غیرے کی نہیں بلکہ مخبرِ صادق حضرت اقدس محمّد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ایک پیشگوئی ہے جو صحاح ستّہ کی مشہور حدیث کی کتاب جامع ترمذی میں درج ہے۔ فرمایا :-

تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً

(جامع ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الاُمّۃ)

کہ میری اُمت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک کے باقی سب آگ میں ہوں گے۔

پس یہ ہے مقامِ خوف جس سے ہر مُسلمان کو ڈرنے اور اُس فرقۂ ناجیہ کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے جو حقیقی اِسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہوگا۔

سو آج جماعتِ احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی غُلامی میں مبعوث ہونے والے مسیح الزّمان اور مہدئ دَوران پر ایمان لاکر قال اللہ اور قال الرّسول پر پورے طور پر کاربند ہے۔

خدا کے فضل سے دُنیا کے ۱۴۸ ممالک میں اِس فرقۂ ناجیہ کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور جہاں دیگر مذاہب کے پیروکار اِسلام کی حسین تعلیمات سے متأثر ہو کر اِس جماعت کے ذریعے اِسلام میں داخل ہو رہے ہیں وہاں ہزاروں مُسلمان جو محض نام کے مُسلمان تھے جماعتِ احمدیہ میں شامِل ہو کر حقیقی اسلام کے فیض سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اب بھی جو اِس پاک جماعت سے دُور ہے اُس کو جلد تر خدا کی آواز پر توجّہ کرنے کی ضرورت ہے ـــــ !!

قوم کے لوگو! اِدھر آؤ کہ نِکلا آفتاب

منظُوم کلام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعُود علیہ السّلام

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں ‏ ‏ ‏ اَے مِرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مُجھ پہ وار

کیا کروں تعریفِ حُسنِ یار کی اور کیا لِکھوں ‏ ‏ ‏ اِک اَدا سے ہو گیا مَیں سیلِ نفسِ دُوں سے پار

اِس قدر عِرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا ‏ ‏ ‏ آنکھ میں اُسکی کہ ہے وہ دُور تر اَز صحنِ یار

اس رُخِ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہُوئی ‏ ‏ ‏ ہو گئے اَسرار اُس دِلبر کے مُجھ پر آشکار

قوم کے لوگو! اِدھر آؤ کہ نِکلا آفتاب ‏ ‏ ‏ وادئ ظُلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

کیا تماشہ ہے کہ مَیں کافر ہوں تم مومن ہوئے
پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار

(منقول از براھین احمدیہ حصّہ پنجم ص۹۷ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

احمدیت کوئی نیا مذہب، کوئی نیا دین نہیں ہے۔ بلکہ حقیقی اسلام کا دوسرا نام ہے حقیقی اسلام سے ہماری مُراد وہ اسلام ہے جس کو آج سے چودہ سو برس قبل سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا جسکی تفاصیل قرآن مجید اور سنّت نبوی اور احادیث نبوی کے ذریعے ہم تک پہنچی تھیں۔ ہاں یہ وہی دین اسلام تھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیشہ کیلئے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۴)

یعنی اے بنی نوع انسان سن رکھو اور یاد رکھو کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور ہر طرح کی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آل عمران آیت نمبر ۸۶)

کہ اور اب جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا کہ اُسکی پیروی کرے اور خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کرے تو وہ شخص یاد رکھے کہ اب کوئی اور دین قبول نہیں کیا جائیگا اور نہ اسکی پیروی اُس کو خُدا تعالیٰ کا پیارا اور اُس کا قُرب عطا کرنے کا موجب بن سکے گی۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دینِ اسلام کہاں ہے اور اگر عملی طور پر موجود ہے تو اس پر عمل کرنے والے سچے مسلمان کس دنیا میں بستے ہیں ــ!!

تیرہویں صدی ہجری سے تو اس اسلام کا اور سچے اور پکے مسلمانوں کا کہیں کوئی پتہ نہیں مل رہا۔ نہ عوام الناس میں اس کا اثر نظر آیا اور نہ خواص الناس میں اسکی چمک دکھائی دی۔ نہ رعایا میں اس کی خوشبو محسوس ہوئی اور نہ بادشاہوں میں اس کا حسن مشاہدہ میں آیا علامہ اقبال نے سچ ہی کہا تھا ؎

شور ہے ہوگئے دُنیا سے مُسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مُسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو تم سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مُسلمان بھی ہو

اور مولانا الطاف حسین حالیؔ نے مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ ان اشعار میں کھینچا تھا ؎

نہ ثروت رہی ان کی قائم نہ عزت ۔ گئے ساتھ چھوڑ ان کا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن ان سے ایک ایک رخصت ۔ ہمیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا تھا کہ:۔

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مُسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے۔"

(سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۰۵ - ۱۰۶)

- اہل تشیع کے ایک ترجمان "معارفِ اسلام" لاہور نے لکھا تھا۔

"سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ صحیح تعلیم اسلام کہاں سے ملے اسلام میں اتنے فرقے ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص تعلیم اسلام کی تلاش کرنے نکلے تو ڈر ہے کہ کہیں پہلا ہی قدم دلدل میں نہ پھنس جائے اب ہمیں جناب رسولِ خُدا کا کہنا یاد آیا کہ جس نے صحیح امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی وہ کافر مرا۔"

(معارفِ اسلام نومبر۔ دسمبر صـــ۱۱ـــ ۱۹۶۴ء)

یہ اور اس قسم کے بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں اعترافات دراصل مخبر صادق سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس پیش خبری کی تصدیق و تائید کرتے ہیں جس میں آپؐ نے فرمایا تھا:

یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی عُلَمَاءُ ھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ وَفِیْھِمْ تَعُوْدُ (مشکوٰۃ کتاب العلم صـــ۷۶ـــ)

کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب اسلام کا صرف نام باقی رہ جائیگا اور قرآن کریم کی صرف عبارت باقی رہ جائے گی مسجدیں اُن کی بڑی عالیشان اور آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی اور اُن کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے اُن ہی میں سے فتنے نکلیں گے اور انہی میں واپس لوٹیں گے

اسی طرح بعض احادیث میں یوں تفصیل بیان فرمائی ہے:۔
لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّ ذِرَاعًا

بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَتَبِعْتُمُوْهُمْ۔ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَذْهَبُ الصّٰلِحُوْنَ وَيَبْقٰی حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِالتَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ يَكُوْنُ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيٰطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ اِنْسٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيُرْفَعُ الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ الزِّنَا وَيَكْثُرُ شُرْبُ الْخَمْرِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةٍ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ فَارِسَ

(مسلم جلد ۲ کتاب العلم و مشکوٰۃ کتاب الفتن واشراط الساعۃ وغیرہ)

یعنی "سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

کہ اے مسلمانو! تم ضرور بضرور اپنے سے پہلے گزری ہوئی اُمتوں کے قدم بقدم چلو گے۔ بالشت بہ بالشت اور دست بہ دست۔ حتیٰ کہ اگر کوئی سابقہ قوم گوہ یعنی سوسمار کے سوراخ میں بھی داخل ہوئی ہوگی تو تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا پہلی اُمتوں سے یہود و نصاریٰ مُراد ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ نہیں تو اور کون! اور ایک روایت میں آتا ہے کہ صلحاء گزر جائیں گے اور صرف بھوسہ رہ جائیگا جس طرح جَو یا کھجور کا بھوسہ ہوتا ہے اور اللہ ایسے لوگوں کی بالکل پرواہ نہ کرے گا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میرے بعد ایک زمانہ میں ایسے علماء پیدا ہوں گے جو میری ہدایت سے ہدایت نہ پائیں گے اور میری سنّت پر کاربند نہ ہوں گے اور میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے گو جسم انسانوں کے سے ہوں گے۔ اور ایک روایت اِس طرح پر آئی ہے کہ مسلمانوں کے علماء کی یہ حالت ہوگی کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے اور ایک روایت میں یُوں ہے کہ علم اُٹھ جائے گا اور جہالت کی کثرت ہوگی اور زنا اور شراب خوری کی کثرت ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت ایسی ہوگی کہ تعداد میں تو کثرت ہوگی مگر دِل ٹیڑھے ہوں گے یعنی نہ ایمان درست ہوگا۔ اور نہ اعمال۔ اور ایک روایت اِس طرح پر آئی ہے کہ میری اُمّت تہتّر ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی جو سب کے سب آگ کے رستہ پر ہوں گے سوائے ایک کے اور وہ **جماعت** والا فرقہ ہوگا۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایمان دنیا سے اُٹھ جائے گا، لیکن اگر وہ ثریّا ستارے پر بھی چلا گیا ہو یعنی دنیا سے بالکل ہی مفقود ہو گیا ہو تو پھر بھی ایک فارسی الاصل شخص اُسے واپس اُتار لائے گا۔

یہ وہ نقشہ ہے جو سرورِ کائنات فخرِ موجودات سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے اس آخری گروہ کا کھینچا ہے جس میں مسیح موعود اور مہدی معہود کی بعثت مقدر تھی۔ اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ آیا اِس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت اِس نقشہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ کتنے ہیں جو سچے دل سے خُدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اُس کی توحید اور تفرید اور اُس کی ذات اور صفات کا سچا اور حقیقی عرفان رکھتے ہیں؟ کتنے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر سچا ایمان اور آپ کے اعلیٰ وارفع مقام ختمِ نبوت اور آپؐ کی اعلیٰ درجہ کی قوت قدسیہ اور روحانی فیضان کا علم و عرفان رکھتے ہیں؟ کتنے ہیں جو نزولِ وحی، ملائکہ، بعث بعدالموت، تقدیر خیر و شر، جزاء و سزا وغیرہ پر قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق صدقِ دل سے ایمان رکھتے ہیں؟ کتنے ہیں جو اسلام کی حقیقت کو سمجھتے ہیں؟ کتنے ہیں جو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ پر صحیح طور پر کاربند ہیں؟ اور کتنے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں؟ ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جب مسلمانوں کی حالت دینی لحاظ سے ایسی پست اور خراب ہوئی ہو جو اِس زمانہ میں ہے اور یہ ایسی بات ہے جس پر کسی دلیل لانے کی ضرورت نہیں۔ اعمال میں سُست ہونے کے علاوہ اعتقادات میں بھی وہ اندھیر ہے کہ مسلمانوں کے بہتّر فرقے ہو چکے ہیں جو ایک دوسرے سے عقائد میں سخت مخالف اور ایک دوسرے پر کُفر کے فتوے عائد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور تو اور خود ذاتِ باری تعالیٰ کی صفات کے متعلق بھی بھاری اختلاف ہو رہا ہے۔ پھر ایمان کا یہ حال ہے کہ ننانوے فیصد مسلمان ایسے ہیں کہ جن کے دلوں سے حقیقی ایمان کُلّی طور پر پرواز کر چکا ہے۔ وہ مُنہ سے تو اقرار کرتے ہیں کہ خُدا ہے مگر دراصل دِل میں خُدا کے منکر اور دہریت کا شکار ہو چکے ہیں۔ پھر سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق بھی اُن کا ایمان کسی مستحکم براہینی چٹان پر قائم نہیں بلکہ محض جذباتی رنگ کا ہے۔ پھر قرآن کریم کو دیکھو تو صرف تحریر اور نقش کا احترام قائم ہے حقیقی معنیٰ اور مطالب گویا ثریّا ستارے پر جا چکے ہیں۔ بعینہٖ وہ زمانہ آگیا ہے جس کے متعلق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قُرآن کریم میں یوں فریاد کی گئی ہے۔

قَالَ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان: ۳۱)

کہ ایک وقت آئے گا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے یہ فریاد کریں گے کہ میری قوم نے اس قرآن کریم کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے یعنی اس پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے پھر اسی طرح بعث بعدالموت۔ جزا، سزا جنت، دوزخ اور فرشتوں کا وجود تو بالکل ہی وہمی قرار دیا گیا ہے۔

پھر عبادت کی وہ راہیں جن پر قدم مارنے سے ہمارے اسلاف نے خدا تعالےٰ کا پیار اور اُس کا قُرب حاصل کیا تھا اُن میں سے اکثر متروک ہو چکی ہیں اور اُن کی جگہ طرح طرح کی بدعات اور رسوم نے لی ہے۔ جن کا نہ قرآن کریم میں کوئی ذکر ہے اور نہ حضرت رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ صحابہ کرامؓ کے اعمال سے کوئی ثبوت ملتا ہے ــــــ قبروں پہ جا کر سجدے کئے جاتے ہیں۔ مُردوں کو دعائیں سننے اور قبول کرنے اور مُرادوں کو پورا کرنے والے سمجھا جاتا ہے۔ شراب خوری، زناکاری، قماربازی اور حرام خوری اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہے سُود جس کے متعلق کہا گیا کہ اسے لینے اور دینے والا خُدا تعالےٰ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے، شیرِ مادر کی طرح سمجھ کر استعمال کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی تمام سلطنتیں کمزور ہو کر کھوکھلی ہو چکی ہیں اور مسیحی حکومتیں ان کو اپنا شکار سمجھتی ہیں۔

دوسری طرف اسلام کا وجود خود بیرونی حملوں کا اس قدر شکار ہو رہا ہے کہ خیال جاتا ہے کہ بس یہ آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں۔ نبیوں کے سردار سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر گندے سے گندے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ آپؐ کی ازواج مطہرات کو مختلف قسم کے گندے الزامات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اسی طرح پردہ۔ تعدّدِ ازدواج، وراثت۔ حقوقِ نسواں جہاد کے متعلق اسلامی تعلیمات کو نہایت بدنما اور قابلِ اعتراض شکل میں پیش کر کے ان پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے۔ صلیبی مذہب اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ غالب ہے اور دہریّت و مادیّت اپنی پوری دنیاوی دلکشی کے ساتھ نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام دیگر اہلِ مذاہب پر حملہ آور ہے۔ یہ تو صرف دینِ اسلام اور مسلمانوں کی حالت کا بیان ہے ورنہ سچ پوچھو تو دیگر مذاہب اور اُن کے پیروکاروں کی بے عملی اور بے راہ روی کے بارہ میں خود اُن کے مذاہب کے نوشتوں میں پیشگوئیاں موجود ہیں اور عین اُن پیش خبریوں کے مطابق یہ زمانہ اَدھرم اور کلجگ کا زمانہ قرار پاتا ہے۔ اور تمام اہلِ مذاہب کیا ہندو اور کیا عیسائی۔ کیا بُدھسٹ اور کیا پارسی سب کے سب اپنے اپنے رنگ میں ایک ریفارمر اور ایک مصلحِ آخرالزماں کے انتظار میں ہیں۔

ہم اِس مختصر مضمون میں دیگر اہلِ مذاہب کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف مسلمانوں کی بے دینی اور بے راہ روی کو پیش نظر رکھ کر یہ جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غُلام احمد قادیانی نے مسیح موعود اور مہدیٔ معہود کے طور پر مبعوث ہو کر تمام بنی نوع انسانوں میں بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص کون کونسی عظیم الشان برکتیں تقسیم کی ہیں جن سے وہ محروم ہو چکے تھے مختصر طور پر یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ حقیقت الامر کا اظہار ہوگا کہ وہ سب روحانی برکتیں جو سیّد الاوّلین والآخرین خاتم النبیّٖن حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور جن کو مسلمانوں نے بھلا دیا تھا یا اُن سے کلّیۃً محروم ہو چکے تھے یا اُن کی ظاہری و باطنی خوبصورتی کو مسخ کر دیا تھا۔ آپ کے ظلّ اور بروزِ کامل آپؐ کے روحانی فرزندِ جلیل مسیح الزماں اور مہدیٔ دوراں نے آکر اُن تمام روحانی برکتوں کو پھر سے زندہ کیا اُن کی ظاہری و باطنی خوبصورتی کو نکھار کر پیش کیا اور ان سے خود استفادہ کر کے دُنیا کو اُن کے فیضِ عام سے روشناس کرایا۔ ہاں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرتؑ بانیٔ جماعت احمدیہ نے اُسی اسلام کو اپنی پوری شان و شوکت اور پوری آب و تاب کے ساتھ پیش فرمایا ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔ جس پر خود عمل کر کے دکھایا تھا اور پاک صحابہ کی ایک جماعت قائم فرمائی تھی۔ اُس حقیقی اسلام میں نہ ایک ذرہ کوئی کمی کی ہے نہ ایک ذرہ کوئی زیادتی کی ہے۔ پس اس لحاظ سے ہم بالکل سچ کہتے ہیں کہ "احمدیت" حقیقی اسلام کا دوسرا نام ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور اسی کی بشارت حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی کہ دیکھو اے مسلمانو تم ایک زمانہ میں تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جاؤ گے لیکن سوائے ایک کے باقی سب آگ کے رستہ پر گامزن ہوں گے اور وہ ناجی فرقہ "جماعت" ہوگا۔ جس کا ایک امام ہوگا ــ وقف بورڈ کا مقرر کردہ امام نہیں۔ کسی جمعیت یا تنظیم یا سوسائٹی یا حکومت کا مقرر کردہ امام نہیں۔ بلکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں خُدا کی طرف سے مقرر کردہ امام ہوگا۔ جس کو بخاری میں **امامکم منکم** اور مسلم میں **اُمکم منکم** کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اور جس کو **اماماً مھدیاً حَکَماً عَدلاً** کے الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

آیئے اب دیکھتے ہیں اِس امام مہدی نے تمام بنی نوع انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً کن کن اسلامی رُوحانی برکات سے فیضیاب فرمایا ہے

زندہ خُدا | جیسا کہ اِس مضمون کی ابتداء میں عرض کیا جا چکا ہے مسلمان زبان سے تو خُدا کا اقرار کرتے ہیں لیکن نہ اللہ کی ذات پر سچّا ایمان ہے اور نہ اُس کی صفات کاملہ کا صحیح عرفان حاصل ہے۔ بعضوں نے اللہ کی صفتِ تکلّم کو معطل سمجھ لیا ہے اور بعضوں نے اللہ کے علمِ غیب اور تخلیق کی صفات میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو شریک قرار دیا ہے۔ اس طرح کے بے شمار نقائص سبحانہٗ تعالیٰ کی شان میں داخل کر کے اُس محبوبِ حقیقی کا پاک چہرہ داغدار کر دیا ہے۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا صحیح اور کامل عرفان نہ صرف قال سے بلکہ اپنے حال اور تجرباتی شواہد سے پیش فرمایا۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمایئے :-

۱۔ "اے سننے والو سنو! ہمارا خُدا وہ خُدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا بھی ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں۔ اور نہ کبھی ہوگی وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ اور وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے

مخصوص نہیں۔ اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفت نہیں۔ اور جسکی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے۔ اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثیل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدء ہے تمام فیضوں کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شئے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اُسی کی عبادت کریں۔"

(رسالہ الوصیّت صفحہ نمبر ۱۰-۱۱ مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

۲ — "کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خُدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خُدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خُدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔

اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا میں کیا کروں اور کس طرح اِس خوشخبری کو دلوں میں بٹھاؤں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خُدا ہے تاکہ لوگ سُن لیں۔ اور کس دَوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کُھلیں۔ اگر تم خُدا کے ہو جاؤ گے تو سمجھو کہ خُدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے تو خُدائے تعالےٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دُشمن سے غافل ہو گے تو خُدا اُسے دیکھے گا۔ اور اُس کے منصوبے کو توڑے گا۔ خُدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ جو تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں۔ اور نہ تمہارے اسباب اور چیزیں کچھ چیز ہیں۔"

(کشتی نوح مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

یہ تو ہیں سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائد لیکن بعض دیو بندیوں کے نزدیک خُدا واحد کی حسن وخوبیوں کا تو کیا تذکرہ ان کے نزدیک خُدا جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ امام مہدی اور مسیح موعود کی ضرورت نہیں

زندہ رسول

جذباتی طور پر تو عامۃ المسلمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عقیدت ظاہر کرتے ہیں اور بے جا جوشوں سے موقع بے موقع اس رنگ میں حمیّت ظاہر کرتے ہیں جس میں مؤمنانہ غیرت کی نسبت جاہلانہ حمیّت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن جہاں دلائل وبراہین کے ساتھ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ وارفع مقام کو ثابت کرنے اور آپؐ کے روحانی فیض کے جاودانی ہونے کا ثبوت دینے کا موقع آتا ہے وہاں زبانیں گُنگ ہو جاتی ہیں جگر کو پارہ پارہ کرنے اور دلوں کو کوفتہ کرنے والے دلآزار اعتراضات کو پڑھ اور سُن کر بازاروں میں جلوس نکال کر بدامنی پیدا کرنے والے تو بہت نظر آئیں گے۔ اسی طرح ایسے بیہودہ اعتراضات اور الزامات عائد کرنے والوں پر قتل کے فتوے جاری کرنے والے حکام بھی نظر آئیں گے لیکن ان الزامات کا دندان شکن جواب دینے کے ساتھ ساتھ ان جھوٹے ناپاک الزامات کی جگہ جو سیرت کے خوبصورت اور دلکش پہلو ہیں اُن کو اُجاگر کرنے والے بہت کم نظر آئیں گے۔

بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام جو دراصل سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق ہیں دیکھئے کس رنگ میں اپنے آقا ومطاعؐ کا عالی مقام بیان فرماتے ہیں نہ صرف لفظوں کے پیرایہ میں بلکہ اپنی ذات کو آپ کے روحانی فیض کا کرشمہ ظاہر کرتے ہوئے آپؐ کی عُلُوِّ شان کو ظاہر فرماتے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمایئے :—

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلوان ہے۔ جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خُدا سے انتہائی درجہ پر محبّت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خُدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین وآخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک

فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریّتِ شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اُس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعے سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں۔ اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خُدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اُس کے نُور سے ملی ہے۔ اور خُدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُس وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر ۱۱۵ - ۱۱۶)

۲ ــ " جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں۔ کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہے۔ حالانکہ زندہ ہونے کے علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے وجود میں پاتا ہوں۔ وہ خُدا جس کو دُنیا نہیں جانتی۔ ہم نے اُس خُدا کو اسی نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا۔ اور وہ وحی الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے۔ ہمارے پر محض اس نبی کی برکت سے کھولا گیا اور وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصّوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں۔ ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے وہ معجزات بھی دیکھ لیئے۔ اور ہم نے اُس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں مگر تعجب ہے کہ دنیا اس سے بے خبر ہے۔"

(چشمہ مسیحی صفحہ نمبر ۲۲)

۳ ــ " ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دریدہ دہنی سے اور سراسر افتراء سے ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرّسل والاصفیاء اور سیّد المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت یہ قابلِ شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ گویا آنجناب سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔ اور اب یہ زمانہ ہے کہ خُدا تعالےٰ نے علاوہ ان ہزار ہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلّم سے قرآن شریف اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں۔ تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف اور منکر کو اُن کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ سو ہم اپنے خُدائے پاک ذوالجلال کا شکریہ کریں کہ اپنے پیارے نبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچے تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صلِّ عَلیہِ وَبارِکْ وَسلّم اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا علیہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً۔

اب ہمیں کوئی جواب دے کہ رُوئے زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لئے بجُز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ثابت ہے؟ کیا حضرت موسیٰؑ کے لئے ہرگز نہیں! کیا حضرت داؤد کے لئے؟ ہرگز نہیں! کیا حضرت مسیح علیہ السّلام کے لئے؟ ہرگز نہیں! کیا راجہ رامچندر یا راجہ کرشن کے لئے؟ ہرگز نہیں! کیا وید کے ان رشیوں کے لئے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے دلوں پر وید کا پرکاش ہُوا تھا؟ ہرگز نہیں! جسمانی زندگی کا ذکر بے سود ہے۔ اور حقیقی اور روحانی اور فیض رساں زندگی وہ ہے جو خُدا تعالےٰ کی زندگی کے مشابہ ہو کر نُور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو۔ . . . .

اِس بات کا فیصلہ ہو گیا ہے کہ اس روحانی زندگی کا ثبوت صرف نبی علیہ السّلام کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے۔ خُدا کی ہزاروں رحمتیں اُس کے شاملِ حال رہیں۔ اور مَیں اُس خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خُدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال و کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ مَیں نے اُس کی پیروی اور اُس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نُور سے پُر ہوتے ہوئے پایا۔

اے تمام وہ لوگو! جو زمین پر رہتے ہو۔ اور اے

تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔
میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اُس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

(تریاق القلوب صفحہ نمبر ۵ تا ۱۹۰۲ء)

۴۔ "دُرود شریف کے طفیل ...... اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہا نالیاں ہو جاتی ہیں۔ اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں .... درود شریف کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔"

(اخبار الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ نمبر ۷)

زندہ کتاب

حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوعِ انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔" (کشتی نوح صفحہ نمبر ۱۰)

قرآن مجید کی عظمت کو دلوں میں قائم کرنے کا یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے اُس زمانے میں سرانجام دیا کہ جب اغیار تو اغیار اپنی شومئی قسمت سے خود مسلمان بھی قرآن کو چھوڑ بیٹھے تھے وہ زبان سے اس کے ظاہری تقدس کے تو قائل تھے لیکن اس کے باطنی کمالات اور اس کی حیات بخش تاثیرات سے بالکل بے بہرہ تھے۔ انہوں نے قرآن کریم کو خوبصورت قیمتی غلافوں میں لپیٹ کر طاقچوں اور جزدانوں کی زینت تو بنا رکھا تھا لیکن یہ نہیں جانتے تھے اور نہ اس پر انہیں دلی ایمان اور وثوق تھا کہ اگر کوئی کتاب دُنیا کو ضلالت و گمراہی کی جہالت سے نکال کر آستانۂ الوہیت پر لاکر ڈال سکتی ہے تو وہ ربِّ جلیل کا یہی بے مثل و مانند کلام ہے جو خدا تعالیٰ کی آخری اور عالمگیر شریعت یعنی قرآن مجید کے نام سے موسوم ہے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی جدید علوم ظاہری سے مرعوب ہو کر یہ سمجھنے لگ گیا تھا کہ گویا قرآن کریم آج سے چودہ سو برس پہلے کی دنیا کے لئے تو علم و ہدایت کا ذریعہ تھا لیکن آج کے ترقی یافتہ دَور کے تقاضوں کو پورا کرنے اور علومِ جدیدہ کا مقابلہ کرنے کی اس میں طاقت نہیں ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

دراصل سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اِس آخری زمانہ میں یہی مقدر تھا کہ ابنائے فارس میں سے ایک شخص مبعوث ہو گا جو ثریا سے ایمان اور قرآن کو واپس لاکر دنیا میں قائم کرے گا اور قرآن کریم کی پاک اور روشن اور ہمیشہ قائم رہنے والی تعلیمات کو دُنیا میں پھیلائے گا۔ چنانچہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۸۰ سے زائد کتب قرآن مجید کی حقانیت۔ صداقت اور فضائل کے مقدس اذکار سے پُر ہیں نظم و نثر سے بے شمار اقتباسات ثبوت کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں صرف چند اقتباسات درج کئے جا رہے ہیں:۔

۱۔ "میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گزرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی کسی تعلیم کو خواہ اُس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزل اور سیاستِ مدنی کا حصہ اور خواہ اعمالِ صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو، قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا۔ اور یہ قول اس لئے نہیں کہ میں ایک مسلمان شخص ہوں۔ بلکہ سچائی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں گواہی دوں۔ اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں بلکہ ایسے وقت میں جبکہ دنیا میں مذاہب کی کشتی شروع ہے مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس کشتی میں آخر اسلام کو فتح ہے۔"

(پیغام صلح صفحہ نمبر ۶۲-۶۳ ۱۹۰۸ء)

۲۔ "قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں، اپنی صداقتوں، اپنی بلاغتوں، اپنے لطائف و نکات، اپنے انوار روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے۔ اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں

اُس کی خوبیوں کو قرار دیدیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے هَلْ مِنْ مُعَارِضٍ کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اُس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے۔ بلکہ اس کے دقائق تو بحرِ زخار کی طرح جوش مار رہے ہیں۔ اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو۔ کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو۔"

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم صفحہ نمبر ۵۵۴ تا ۵۵۶ حاشیہ ۱۱)

۳۔ "تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۴)

۴۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اُس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا جہنم میں جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ اس اُمت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت دیتا ہے۔

(پیغامِ امام صفحہ ۳۰-۳۱ تقریر لدھیانہ ۱۹۰۵ء)

علاوہ اس کے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام نے مسلمانوں کے قرآن مجید کے متعلق اُن عقائدِ باطلہ کو دور فرمایا۔ جو انہوں نے اپنی طرف سے قرآن کریم کے متعلق گھڑ رکھے تھے۔ بعض کا کہنا تھا کہ قرآن مجید کی بعض آیتیں منسوخ ہیں آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی ایک آیت تو درکنار کوئی شعشہ تک بھی تا قیامت منسوخ نہیں ہو سکتا۔ بعض قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر کے قائل تھے بعض اسرائیلیات سے متاثر ہو کر قرآن مجید کی طرف توہین انبیاء کو منسوب کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید عصمت انبیاء کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ بعض دیوبندیوں کے تو یہاں تک عقائد ہیں کہ بوقت ضرورت قرآن مجید پر نعوذ باللہ پاؤں رکھا جا سکتا ہے یا اس کے اوراق میں پیشاب تک کیا جا سکتا ہے

سُنّت اور احادیث نبوی ؐ کا مرتبہ و مقام

حکم و عدل حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

۱۔ "ہمارے نزدیک تین چیزیں ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے سُنّت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور تیسرے حدیث۔ ہمارے مخالفوں نے دھوکا کھایا ہے کہ سنّت اور حدیث کو باہم ملا دیا ہے۔ ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ قرآن اور سنّت کے صریح مخالف اور معارض نہ ہو اُس کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ خواہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف سے ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔" (اخبار الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱)

۲۔ "یہ دھوکہ نہ لگے کہ سُنّت اور حدیث ایک چیز ہے۔ کیونکہ حدیث تو سَو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی۔ مگر سُنّت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا۔ مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سُنّت کا ہے۔ خدا اور رسولؐ کی ذمہ داری کا فرض صرف دو امر تھے۔ اور وہ یہ کہ خدا قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دے یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دکھلا دیں۔ اور اپنی سُنّت یعنی عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا یہ کہنا بے جا ہے کہ یہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا کیونکہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا کیا جب تک حدیثیں جمع نہ ہوئی تھیں لوگ نماز نہ پڑھتے تھے۔ یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے۔ یا حج نہ کرتے تھے۔ یا حلال و حرام سے واقف نہ تھے"

(کشتی نوح صفحہ ۵۵-۵۶)

۳۔ "مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہلحدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر اُن کے قصّے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصّوں کو قرآن پر ترجیح دی جائے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح بالکل لغو اور باطل ٹھہرایا جائے بلکہ چاہیئے کہ قرآن و سنّت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن و سنّت کے مخالف نہ ہو اُس کو بسروچشم قبول کیا جائے یہی صراطِ مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔"

(ریویو بر مباحثہ محمد حسین بٹالوی صٖ ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

۴۔ "ہر ایک مسلمان پر واضح رہے کہ میں بسروچشم صحیحین کو مانتا ہوں۔ ہاں کتاب اللہ کو نمبر اوّل اور ان سے مقدم سمجھتا ہوں مگر بخاری کو اَصَحُّ الکتب بعد کتاب اللّٰہ یقین رکھتا ہوں اور واجب العمل مانتا ہوں۔"

(اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء)

فقہ حنفیہ اور ائمہ اربعہ کا مقام و مرتبہ

حکم و عدل بانی جماعت احمدیہ حضرت امام مہدی علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

۱۔ "اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور سنّت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادے پر دلالت کرتی ہے۔"

(ریویو بر مباحثہ محمد حسین بٹالوی صٖ ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۔ "یہ چار امام (امام اعظم ابوحنیفہ رح و امام مالک رح و امام احمد بن حنبل و امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ) اسلام کے واسطے مثل چار دیواری کے تھے۔ اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی اور غیر بدعتی میں تمیز نہیں ہو سکتی۔"

(اخبار البدر قادیان نمبر ۳۲ جلد ۳۴ نومبر ۱۹۰۵ء صٖ ۳)

۳۔ "امام بزرگ ابوحنیفہ رح نے بعض تابعین کو دیکھا تھا۔ اور وہ فانی فی سبیل اللہ تھا اے حضرت مولوی (محمد حسین بٹالوی) صاحب آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ (اہلحدیث) صاحبوں کو امام بزرگ ابوحنیفہ سے اگر ایک ذرہ بھی حسنِ ظن ہوتا تو آپ اس قدر سبکی اور استخفاف کے الفاظ استعمال نہ کرتے۔ آپ کو امام صاحب کی شان معلوم نہیں وہ ایک بحرِ اعظم تھا اور دوسرے سب اس کی شاخیں ہیں۔ اس کا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ رح کو علاوہ کمالاتِ علم آثارِ نبویہ کے استخراجِ مسائلِ قرآن میں ید طولیٰ تھا۔"

(اخبار الحق جلد اوّل نمبر ۴ مباحثہ لدھیانہ صٖ ۱۸۹۱ء)

ہمارا عقیدہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السّلام اور جماعت احمدیہ کے بارہ میں بہت غلط فہمیاں پھیلا دی گئیں اور نہایت بےخوفی اور بےشرمی سے جھوٹے الزامات اور من گھڑت باتیں جماعت کی طرف منسوب کر کے عامۃ المسلمین میں نہایت غلط پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ اسلام کے پیش کردہ زندہ خدا۔ زندہ رسول۔ زندہ کتاب اور سنّت اور حدیث اور فقہ اور ائمہ اربعہ کے بارہ میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے بطور حکم اور عدل اسلامی نظریات پیش کرنے کے بعد جماعت احمدیہ کے بنیادی عقائد کے بارہ میں نہایت واضح دو اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

۱۔ "جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اُس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں..... اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشرِ اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعتِ اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ —

کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام اُمور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ اُمور جو اہلِ سُنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں اُن سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اُس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اُس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔

اَلَآ اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَ الْمُفْتَرِیْنَ۔"

(ایام الصلح صفحہ نمبر ۸۶-۸۷ جنوری ۱۸۹۹ء)

پیشوایانِ مذاہب کا احترام

اسلام کی ایک بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے نبی اور رسول بھیجے ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْرٌ (فاطر: ۲۵) وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (رعد: ۸) صرف یہی نہیں بلکہ تمام نبیوں رسولوں کو خواہ وہ کسی ملک و قوم میں گزرے ہوں۔ قرآن کریم میں اُن کے نام کے ساتھ ذکر ہو یا نہ ہو سب پر ایمان لانا اور اُن پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان رکھنے کو اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ٥ (البقرہ ع ۱۶)

کہ اے مسلمانو! تم یہ کہو کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اُتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اُن کی اولاد پر اُتارا گیا تھا اور جو کچھ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اور اسی طرح جو کچھ دیگر انبیاء کو اُن کے رب کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اس تمام وحی پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ان میں سے ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان کوئی بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی خُدا کے فرمانبردار ہیں۔

لیکن افسوس ہے اس قدر واضح تعلیم اور تاکیدی حکم کے باوجود بعض مسلمان ہندوستان میں یا چین میں یا فارس میں ظاہر ہونے والے برگزیدہ رسولوں پر ایمان نہیں لاتے بلکہ جو انہیں نبی یا رسول کہے اُس کے متعلق کُفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اسلام کی اس پاک اور امن بخش تعلیم سے انحراف کر کے مسلمانوں نے بہت نقصان اُٹھایا ہے اور دنیا میں امن قائم کرنے میں جو وہ اہم کردار اس پیارے اُصول کے ذریعے ادا کر سکتے تھے اُس سے محروم رہے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ بانئ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السّلام نے آکر قرآن کریم کی اس مبارک تعلیم کی طرف توجہ دلائی اور اس امن بخش اُصول پر عمل کرتے ہوئے ساری دُنیا میں یہ اعلان فرمایا کہ میں اور میری جماعت قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تمام نبیوں رسولوں کو خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں ظاہر ہوئے ہوں اُن کو منجانب اللہ تسلیم کرتی اور اُن کی لائی ہوئی تعلیمات کو اُن کے نزول کے لحاظ سے منجانب اللہ یقین کرتی ہے یہ اور بات ہے کہ چونکہ اُن تعلیمات کا ہمیشہ کے لئے حفاظتِ الٰہی کا وعدہ نہ ہونے کی وجہ سے مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ تعلیمات اپنی اصل حالت پر قائم نہیں رہ سکیں اور اب انسانی دست بُرد کا شکار ہو کر ناقابلِ اعتبار ہوگئی ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت بانئ جماعت احمدیہ علیہ السّلام کے چند ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ "یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صُلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم اُن تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور مُلک میں اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں اُن کی عزت اور عظمت بٹھا دی اور اُن کے مذہب کی جڑ قائم کردی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اُصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا اُسی اُصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا ..... کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔" (تحفہ قیصریہ صفحہ نمبر ۷)

۲۔ "یہ بھی یاد رکھو کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب بالکل جھوٹے ہیں میں یہ یقین رکھتا ہوں

کہ وہ خدا ہو مخلوق کا خدا ہے وہ سب پر نظر رکھتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک ہی قوم کی پرواہ کرے اور دوسروں پر نظر نہ کرے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ حاکم کے دَورے کی طرح کبھی کسی قوم پر وہ وقت آجاتا ہے اور کبھی کسی پر۔ میں کسی کے لئے نہیں کہتا۔ خُدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے کہ راجہ رامچندر اور کرشن جی وغیرہ بھی خُدا کے راستباز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے۔ میں اُس شخص سے بیزار ہوں جو اُن کی نندیا یا توہین کرتا ہے ...... جہاں تک ان لوگوں کے صحیح سوانح معلوم ہوتے ہیں اُن سے پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خُدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدات کئے اور کوشش کی کہ اس راہ کو پائیں۔ جو خُدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ ہے۔ پس جس شخص کا یہ مذہب ہو کہ وہ راستباز نہ تھے وہ قرآن شریف کے خلاف کہتا ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ یعنی کوئی قوم اور اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ میں بابا نانک صاحب کو بھی خُدا پرست سمجھتا ہوں اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اُن کو بُرا کہا جائے میں اُن کو اُن لوگوں میں سے سمجھتا ہوں جن کے دل میں خُدا تعالیٰ اپنی محبت آپ بٹھا دیتا ہے۔ پس ان لوگوں کی پیروی کرو اور دل کو روشن کرو۔ پھر دوسروں کی اصلاح کے لئے زبان کھولو اس ملک کی شائستگی اور خوش قسمتی کا زمانہ تب آئے گا جب نری زبان نہ ہوگی۔ بلکہ دل پر دارومدار ہوگا۔ پس اپنے تعلقات خُدا تعالیٰ سے زیادہ کرو۔ یہی تعلیم سب نبیوں نے دی ہے اور یہی میری نصیحت ہے۔"

(اخبار الحکم جلد نمبر ۸ نمبر ۳۱ صفحہ ۵ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء)

۳۔ "مہاتما بُدھ کے ہادی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"...... شیطان نے اور اور طریقے بھی اختیار کئے مگر بُدھ کے استقلال کے سامنے اُس کی کچھ پیش نہ گئی اور بُدھ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کو طے کرتا گیا اور آخر کار ایک لمبی رات کے بعد یعنی سخت آزمائشوں اور دیرپا امتحانوں کے پیچھے بُدھ نے اپنے دُشمن یعنی شیطان کو مغلوب کیا اور سچے علم کی روشنی اُس پر کھل گئی اور صبح ہوتے ہی یعنی امتحان سے فراغت پاتے ہی اُس کو تمام باتوں کا علم ہو گیا۔ اور جس صبح کو یہ بڑی جنگ ختم ہوئی وہ بُدھ مذہب کی پیدائش کا دن تھا۔ اُس وقت گوتم کی عمر پینتیس برس کی تھی اور اُس وقت اُس کو بُدھ یعنی نُور اور روشنی کا خطاب ملا۔ اور جس درخت کے نیچے وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ وہ درخت نور کے درخت کے نام سے مشہور ہوگیا۔

(مسیح ہندوستان میں روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ نمبر ۴۷)

۴۔ ایک دوست کی طرف سے حضرت زرتشت کے بارہ میں دریافت کرنے پر حضرت بانی جماعت احمدیہ نے فرمایا:۔

"ہم تو یہی کہیں گے کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ۔ خدا تعالیٰ کے کل رسولوں پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر اللہ کریم نے ان سب کے نام اور حالات سے ہمیں آگاہی نہیں دی۔ جیسے فرمایا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (المومنون: ۷۹) اتنے کروڑ مخلوقات پیدا ہوتی رہی اور کروڑہا لوگ مختلف ممالک میں آباد رہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ خُدا تعالیٰ نے ان کو یُونہی چھوڑ دیا ہو اور کسی نبی کے ذریعہ سے ان پر اتمام حُجّت نہ کی ہو۔ آخر ان میں رسول آتے ہی رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی انہیں میں سے ایک رسول ہوں مگر ان کی تعلیم کا صحیح صحیح پتہ اب نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ زمانہ دراز گزر جانے سے تحریف لفظی اور معنوی کے سبب بعض باتیں کچھ کا کچھ بن گئی ہیں۔ حقیقی طور پر محفوظ رہنے کا وعدہ تو صرف قرآن مجید کے لئے ہی ہے۔ مومن کو سُوءِ ظن کی نسبت نیک ظن کی طرف زیادہ جانا چاہیئے۔ قرآن مجید میں وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ لکھا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ بھی ایک رسول ہوں۔"

(ملفوظات جلد نمبر ۹ صفحہ ۴۵۵)

۵۔ پیارا اور دلکش اُصول:۔

"اور یہ خُدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مُسلمان ہیں ہمارے اُصول میں یہ داخل ہے کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمتیں بکثرت دنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں۔ کیونکہ ہمارے اسلامی اُصول کے موافق خُدا تعالیٰ مفتری کو ہرگز یہ عزت نہیں بخشتا کہ وہ ایک سچے نبی کی طرح مقبول خلائق ہو کر ہزارہا فرقے اور قومیں اُس کو مان لیں اور اُس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پائے۔ لہٰذا ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم تمام قوموں کے نبیوں کو جنہوں نے خُدا کے الہام کا دعویٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور ان کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی

تھے یا فارسی یا چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسول مان لیں۔ اور اگر اُن کی اُمتوں میں کوئی خلافِ حق باتیں پھیل گئی ہوں تو اُن باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں۔ یہ اُصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جسکی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدتہذیبی سے بچ جاتا ہے ....

سو اے دوستو! اِس اُصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اُس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رُو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کریں یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اُس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔"

(کتاب البریّہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۱۶-۱۷)

ایک پاک جماعت کا قیام

حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی ایک عظیم برکت جو دُنیا کو عطا ہوئی وہ ایک پاک۔ بے نفس اور بنی نوع انسان کی ہمدرد۔ تزکیہ نفس کا اہتمام کرنے والی اور اسلامی تعلیمات پر کاربند رہنے والی جماعت ہے جس کو جماعت احمدیہ کہا جاتا ہے۔ ہاں وہی پاک جماعت جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت کے مطابق حضرت امام مہدی کے ماننے والے پاک نفوس پر مشتمل قائم ہونی تھی۔ ہاں وہی پاک اور مُبارک گروہ جس کو قرآن کریم کی سورۃ جمعہ میں "وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ" کے الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے ــــ بعض لوگ اپنی نادانی سے کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو دین اِسلام کا ایک سچا خادم مان لیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو وفات یافتہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو مانا جائے اور آپ کی بیعت کی جائے۔ ایسے لوگوں کو یہ تو سوچنا چاہیئے کہ جس موعود مسیح اور مہدی کی بشارت دیتے ہوئے حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ تاکیدی ارشاد فرمایا تھا کہ اُس کو میرا اسلام پہنچانا اور اُس کی بیعت کرنا۔ تو پھر ہم کس طرح کے مُسلمان ٹھہریں گے جو اپنے آقا ومطاع صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تاکیدی حکم کی نافرمانی کریں۔

حضرت بانئ جماعتِ احمدیہ علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"بعض کا یہ خیال ہے کہ ہمیں کسی مسیح موعود کو ماننے کی ضرورت نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ گو ہم نے قبول کیا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن جبکہ ہم مسلمان ہیں اور نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اور احکامِ اسلام کی پیروی کرتے ہیں تو پھر ہمیں کسی دوسرے کی ضرورت ہی کیا ہے لیکن یاد رہے کہ اِس خیال کے لوگ سخت غلطی میں ہیں۔ اوّل تو وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں جبکہ وہ خُدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتے۔ حکم تو یہ تھا کہ جب وہ امام موعود ظاہر ہو تو تم بلا توقف اُس کی طرف دوڑو۔ اور اگر برف پر گھٹنوں کے بل بھی چلنا پڑے تب بھی اپنے تئیں اس تک پہنچاؤ۔ لیکن اس کے برخلاف اب لاپرواہی کی جاتی ہے۔ کیا یہی اسلام ہے؟ اور یہی مسلمانی ہے؟ اور نہ صرف اِس قدر بلکہ سخت سخت گالیاں دی جاتی ہیں اور کافر کہا جاتا ہے اور نام دجّال رکھا جاتا ہے اور جو شخص مجھے دُکھ دیتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ مَیں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ نمبر ۲۳-۲۴ مطبوعہ نومبر ۱۹۰۴ء)

لیکن دوسری طرف کئی سعید روحوں اور پاک نفوس کو حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی آواز پر لبیک کہنے اور آپ کی بیعت کر کے آپ کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ اور ملتی چلی جا رہی ہے اور اب یہ کارواں بڑی تیزی کے ساتھ شاہراہِ غلبۂ اسلام پر رواں دواں ہے۔ ہر سال لاکھوں لوگ اس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوتے جا رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ دُنیا کے ۱۴۷ ممالک میں اسکی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔

دُنیا کی مختلف ۵۶ زبانوں میں قُرآن مجید کے تراجم شائع کر کے پھیلانے کی توفیق اِس جماعت کو ملی۔ اور سو سے زیادہ زبانوں میں اسلام کا لٹریچر شائع کرنے اور سینکڑوں مساجد تعمیر کرنے اور دُکھی انسانیت کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کرنے کی توفیق اسی جماعت کو مل رہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سٹیلائٹ کی مدد سے مُسلم ٹیلی ویژن احمدیہ M.T.A کے ذریعے روزانہ بارہ گھنٹے کی نشریات سے اسلام اور قرآن کریم کی تبلیغ واشاعت کا عظیم کارنامہ اسی جماعت کے ذریعہ انجام پا رہا ہے۔

کیا یہ حیرت انگیز اسلامی خدمات جو ایک مختصر اور غریب جماعت کے ذریعے ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ ثابت نہیں کرتیں کہ واقعی یہ وہی مسیح موعود کی قائم کردہ الٰہی جماعت ہے جس کے ذریعے سے غلبۂ اسلام مقدر ہے جسکے واضح اور نمایاں آثار آج بھی اُفق پر دیکھے اور پڑھے

جا سکتے ہیں ۔

جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کا غیروں نے بھی بلکہ بعض شدید مخالفوں نے بھی اعتراف کیا ہے ذیل میں صرف چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں :۔

۱۔ مصر سے شائع ہونے والے اخبار الفتح نے لکھا تھا :۔

"جو شخص بھی اُن کے حیرت زا کاموں کو دیکھے گا وہ حیران وششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے ۔"

(الفتح ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ ہجری)

۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے رسالہ "ترجمان القرآن" کے مدیر نے لکھا تھا :۔

"میں اکثر اوقات اس پر غور کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کو اپنے مشن ..... میں اِس قدر کامیابی حاصل ہوئی ؟ مجھے مرزا صاحب کی کامیابیوں کا سلسلہ لامتناہی نظر آتا ہے ۔ اور جس وقت مرزا صاحب کے مخالفین کی نامرادیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بےحد و حساب نظر آتی ہیں ۔ ایسا کیوں ہے ؟ ایک شخص خدا اور اُس کے رسول کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے ۔ تابعین رسول کو چیلنج کرتا ہے کہ تم سب مل کر بھی میرے مشن کو فیل نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کی تائید میرے شامل حال ہے ۔ تم جب بھی میرے مقابلہ پر آؤ گے ہر مرتبہ ذلیل و نامراد ہو گے اور یہی میرے نبی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے ۔ مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں ....

دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آجاتے ہیں ..... ذرا سچے رسول کی ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیاں اور تباہیاں سامنے لایئے ۔ کس قدر زوردار تحریک اُٹھی تھی اور کیسے ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گئی ....."

(ترجمان القرآن اگست ۱۹۳۴ء ص ۵۷-۵۸)

● ۔ خدا تعالیٰ کے اس نمایاں سلوک کو دیکھتے ہوئے بھی لوگوں کو سمجھ نہیں آتی کہ کون قدم صدق پر کھڑا ہے ــــ!!

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے ؎

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں باربار

۳۔ ایک اور مخالفِ احمدیت رسالہ کا اعتراف ملاحظہ فرمایئے :۔

اخبار المنبر لائلپور نے ۱۹۵۶ء کی ایک اشاعت میں لکھا تھا :

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کیا ۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم ہوتی گئی ۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا اُن میں سے اکثر تقویٰ ۔ تعلق باللہ دیانت ۔ خلوص ۔ علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے ۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی ۔ مولانا انور شاہ صاحب دیو بندی ۔ مولانا عبدالجبار غزنوی ۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر کے بارہ میں ہمارا حسنِ ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے ۔ اور اُن کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو اُن کے ہم پایہ ہوں ..... لیکن ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کوششوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھے ۔ تقسیم ملک کے بعد اس گروہ نے نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں اُن کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں ...... اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم ترین ہنگاموں کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ ۲۵ لاکھ کا ہو ۔"

● ۔ اِس تلخ نوائی پر مجبور صاحب اگر آج زندہ ہوں تو کیا کہیں گے جب اُنہیں یہ علم ہو جائے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کا بجٹ جو خالصۃً اسلامی خدمات پر صَرف ہوتا ہے اب ایک اَرب تک جا پہنچا ہے ۔

یہ تو ابھی ابتداء ہے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے غلبہ کی مستقبل قریب میں دنیا دیکھے گی اسلام کی اصل نمائندہ صرف اور صرف یہی جماعت سمجھی اور شمار کی جائے گی ۔ کیونکہ یہی جماعت اسلام کے زندہ کرنے اور ساری دُنیا میں غالب کرنے کے لئے بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کی قربانیاں پیش کر رہی ہے ۔ پس وہ موعود غلبۂ اسلام ضرور پورا ہو کر رہے گا جس کی بشارت حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے دی ہے چنانچہ فرمایا :۔

"اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو

پہلے وقتوں میں آچکا اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھودیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے۔ جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔"

(فتح اسلام ص۱۰-۱۱)

پس مبارک ہیں وہ خوش نصیب جو غلبہ اسلام کی اس آسمانی مہم میں جماعت احمدیہ کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔

خلافتِ اسلامیہ کا قیام

تاریخِ اسلام اس حقیقت پر شاہد ہے کہ زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں مسلمان دینی و دنیاوی لحاظ سے روز افزوں ترقی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ غریب اور دنیاوی لحاظ سے کمزور مسلمانوں کی مختصر جمعیت سے قیصر و کسریٰ کی بڑی بڑی حکومتیں بھی لرزاں تھیں یہ دراصل خلافت حقہ اسلامیہ کی ہی برکت تھی۔ پھر خلافتِ راشدہ کا عہد خوشتر گزر جانے کے بعد اگرچہ مسلمانوں میں ملوکیت کا سلسلہ چل پڑا تاہم نام کی خلافت چلتی رہی۔ لیکن تیرہویں صدی میں بغداد کی تباہی کے بعد جب عباسی خلافت بھی جاتی رہی تو پھر مسلمانوں کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ اُس وقت سے مسلمانوں کے سیاسی اور روحانی ہر طرح کے انحطاط اور تنزل کا زمانہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس دوران خلافت کے قیام کی بہت کوششیں کی گئیں کبھی شاہِ ترکی کو رداءِ خلافت پہنانے کی کوشش کی گئی اور کبھی شاہ فیصل کی طرف اُمید بھرے دل سے دیکھا گیا اور کبھی شاہِ فاروق کو خلیفۃ المسلمین بننے کا شوق چڑھ آیا اور کئی اُمیدوار بالواسطہ کوششوں کے ذریعے اس منصب کو حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہے لیکن خلافتِ راشدہ کی یہ عظیم الشان نعمت زمینی کوششوں سے نہ حاصل ہو سکتی تھی اور نہ آج تک اس میں کامیابی حاصل ہو سکی اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو خلافتِ راشدہ کا وعدہ دیا ہے وہ مشروط ہے چار ذمہ داریوں کے ساتھ۔ چنانچہ سورہ نور کی آیت نمبر ۵۶ جس کو آیت استخلاف کہا جاتا ہے اس میں مندرجہ ذیل چار ذمہ داریوں کے ساتھ انعامِ خلافت کو مشروط فرمایا گیا ہے اوّل یہ کہ مسلمانوں کی جماعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلافتِ راشدہ کے قیام کے وعدہ پر ایمان رکھتی ہو۔ دوم یہ کہ خلافتِ حقہ کی منشاء کے مطابق اعمالِ صالحہ پر کاربند ہو۔ سوم یہ کہ توحید کے قیام کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دینے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ چہارم یہ کہ ہر حال میں خلیفۂ وقت کی اطاعت کو مقدم رکھتے ہوئے اباء و استکبار کے انجام کو جو فسق تک پہنچاتا ہے ہمیشہ ملحوظ رکھتی ہو۔

جب تک یہ چار صفات کسی جماعت میں پیدا نہ ہوں اُس جماعت میں خلافت الٰہیہ کا قیام ممکن ہی نہیں۔ اس لئے باوجود حسرتوں، تمناؤں اور کوششوں کے مسلمان آج تک خلافت کی نعمت سے محروم ہیں۔

خلافت راشدہ سے محرومی کی حسرتوں اور اس کے قیام کی تمناؤں کے ثبوت میں صرف دو حوالے درج ذیل ہیں:-

۱۔ کافی سال گزرے اخبار الجمیعۃ دہلی کے ایڈیٹر نے نہایت حسرت بھرے انداز میں لکھا تھا کہ

"کیا یہ خوش قسمتی صرف مال گاڑی کے ویگنوں کے لئے مقدر ہے" میں نے سوچا۔ "مال کے ڈبوں کے لئے انجن ہے۔ کیا ہمارے انسانی قافلے کے لئے کوئی انجن نہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ ہمارا بھی ایک "انجن" ہو اور سارے افرادِ ملت اس سے جُڑ کر ایک سوچی سمجھی راہ پر رواں دواں ہوں"۔

(ہفت روزہ الجمیعۃ جمعہ ایڈیشن مجریہ ۹ مئی ۱۹۶۹ء)

۲۔ فروری ۱۹۷۴ء میں لاہور میں اسلامی ممالک کی ایک چوٹی کانفرنس منعقد ہوئی مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم نے اپنے اخبار صدق جدید لکھنؤ کے ۸ مارچ ۷۴ء کے شمارہ میں "خلافت کے بغیر اندھیرا" کے عنوان کے تحت لکھا تھا:

"اتنے تفرّق و تشتّت کے باوجود کبھی کسی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ عراق کا منہ کدھر اور شام کا رُخ کس طرف ہے؟ مصر کدھر اور حجاز کدھر؟ یمن کی منزل کونسی ہے اور لیبیا کی کونسی؟ ایک خلافتِ اسلامیہ آج ہوتی تو اتنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں آج مملکتِ اسلامی کیوں تقسیم در تقسیم ہوتی؟ ایک اسرائیل کے مقابل سب کی الگ الگ فوجیں کیوں لانا پڑتیں۔ ترک اور دوسرے مسلم فرمانروا آج تک تنسیخ خلافت کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اور خلافت کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی قومیتوں کا جو افسوں شیطان نے کان میں پھونک دیا ہے وہ دماغوں سے نہیں نکال لیتے ہیں۔"

یہ حسرت اور یہ تمنا فطرت کی بے اختیار آواز ہے۔ علامہ اقبال نے بھی شاید اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا ؎

تا خلافت کی بناء ہو پھر سے اُستوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

لیکن جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں صرف تمنّاؤں اور تمنّاؤں یا دنیاوی کوششوں سے خلافتِ الٰہیہ کا قیام ممکن نہیں۔ اس نعمتِ عظمیٰ کو حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اُن شرائط اور صفات کو اپنے اندر پیدا کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی آیت استخلاف میں بیان فرمائی ہیں۔

قارئین کرام! یہ کوئی خیالی استنباط یا کوئی فرضی وعدہ نہیں ہے بلکہ ایسا سچا وعدہ ہے جو آج مسلمانوں کی وہ پاک جماعت جس کو جماعت احمدیہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جو سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزِ کامل حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں تیار ہوئی ہے جب اُس نے ایمان بالخلافت اور اعمالِ صالحہ اور قیام توحید کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے اور مؤمنانہ اطاعت و فرمانبرداری کا عزم و عہد کیا اور حسبِ توفیق اس پر کاربند ہوئے تو وہ نعمتِ عظمیٰ جو خلافت راشدہ کے نام سے موسوم ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم ہو گئی۔
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعتِ احمدیہ ۱۹۰۸ء سے اس بابرکت نظامِ خلافت سے فیضیاب ہو رہی ہے۔

جماعتِ احمدیہ مسلمہ کے ڈیڑھ کروڑ افراد جو دنیا کے ۱۴۷ ممالک میں پھیلے ہوئے ایک ہاتھ پر جمع ہیں۔ جماعت کا ایک مرکز ہے۔ ایک امام ہے ایک بیت المال ہے اور اب خلافتِ رابعہ کے عہدِ درخشندہ میں نہایت منظم طریق پر اشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا جا رہا ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا غیر بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہیں چنانچہ علامہ نیاز فتحپوری نے جماعت احمدیہ کی تنظیم اور بے نظیر اخوت کو دیکھ کر لکھا تھا۔

"اس وقت احمدیوں سے زیادہ باعمل اور منظم جماعت کوئی دوسری نہیں اور جب تک ان میں تنظیم قائم ہے میں ان کو سب سے بہتر مسلمان کہتا رہوں گا۔"
(رسالہ نگار لکھنؤ نومبر ۱۹۶۱ء)

اسی طرح جماعتِ اسلامی کے ایک آرگن دعوت نے لکھا تھا:۔
"ہمیں ان احمدی حضرات کو اختلاف کے باوجود داد دینی چاہئے جو مغربی اور افریقی ممالک میں اپنے طور پر اسلام کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آخر یہ لوگ کرّۂ مریخ سے وارد نہیں ہوئے انہوں نے اپنے خاص نظام کے تحت (مراد یہ ہے کہ نظامِ خلافت کے تحت) اپنے نظریات و عقائد کی تربیت حاصل کی اور اپنے کردار کو پختہ بنایا۔ اور مذہب کی دولت انہوں نے پائی۔ اسے لے کر وہ افریقہ اور دیگر ممالک میں پہنچے اور ایقان کے سہارے اُس کی دکانیں وہاں سجائیں جہاں اس کا نام لینا بھی دوسروں کے لئے باعثِ شرم ہے۔"
(بحوالہ صدق جدید لکھنؤ ۱۶ر جون ۱۹۶۱ء)

MTA
مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کا اجراء

یہ بھی احمدیت کی ایک عظیم الشان برکت ہے جو خلیفہ رابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے عہدِ مبارک میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ آج کے سیٹلائٹ کے دور میں جبکہ مختلف ٹیلیویژن کے چینل مخرّب الاخلاق پروگراموں کے ذریعے دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ جماعت احمدیہ نے مسلم ٹیلیویژن احمدیہ (MTA) کے نام سے سیٹلائٹ کے ذریعے روزانہ بارہ گھنٹے کی اسلامی نشریات کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اور تمام دنیا میں اس ٹیلیویژن کے ذریعے قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم سکھائے جا رہے ہیں۔ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل مختلف سلسلہ وار لیکچر اور دلچسپ دینی اور علمی پروگرام نشر کئے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں یہ پروگرام بہت مقبول ہو رہا ہے اور آج دنیا حیرت زدہ ہے کہ بڑی بڑی اسلامی حکومتیں بھی موجود ہیں جن کے پاس ہر طرح کے مالی وسائل بھی موجود ہیں لیکن کسی کو اسلامی نشریات پر مشتمل ٹیلیویژن کے اجراء کی توفیق نہیں ملی۔ یہ توفیق صرف اور صرف اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ذریعے قائم ہونی جماعت؛ جماعت احمدیہ کو عطا ہوئی ہے جس کے ہاتھوں غلبۂ اسلام مقدّر ہے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

پس مبارک ہیں وہ خوش نصیب افراد جو اس پاک جماعت کے ساتھ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جو ابھی تک پیچھے ہیں یا مخالفین احمدیت کے غلط اور جھوٹے پروپیگنڈہ کے زیر اثر دور بیٹھے ہیں اُن سب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر پر ہم یہ مضمون ختم کرتے ہیں۔

امروز قوم من نہ شناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

کہ آج کے دن اگر میری قوم میرے مقام کو نہیں پہچانتی تو ایک دن آئے گا جب وہ میرے عہدِ مبارک کو یاد کر کے روئیں گے۔

ضروری حوالہ جات کے عکس

ذیل میں بعض ان ضروری حوالہ جات کے عکس شائع کئے جا رہے ہیں جنہیں آپ اس شمارہ کے مختلف مضامین میں پڑھیں گے چونکہ یہ کتب ہر قاری کو دستیاب نہیں ہو سکتیں اس لئے اصل کتاب کے ٹائیٹل پیج کے ساتھ متعلقہ حوالہ کا عکس بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

الدر المنثور في التفسير بالمأثور

للإمام جلال الدين السيوطي
رحمه الله تعالى

وبهامشه القرآن الكريم
مع تفسير ابن عباس رضي الله عنه

الجزء الخامس

دار المعرفة
للطباعة والنشر
بيروت

٢٠٤

● وأخرج ابن أبي شيبة عن عائشة رضي الله عنها قالت قولوا خاتم النبيين ولا تقولوا لا نبي بعده ● وأخرج ابن أبي شيبة عن الشعبي رضي الله عنه قال قال رجل عند المغيرة بن شعبة صلى الله على محمد خاتم الأنبياء لا نبي بعده فقال المغيرة حسبك إذا قلت خاتم الأنبياء فإنا كنا نحدث أن عيسى عليه السلام خارج فإن هو خرج فقد كان قبله وبعده ● وأخرج ابن الأنباري في المصاحف عن أبي عبد الرحمن السلمي قال كنت أقرئ الحسن والحسين فمر بي علي بن أبي طالب رضي الله عنه وأنا أقرئهما فقال لي أقرئهما وخاتم النبيين بفتح التاء والله الموفق

● قوله تعالى (يا أيها الذين آمنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا) ● أخرج ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله اذكروا الله ذكرا كثيرا يقول لا يفرض على عباده فريضة إلا جعل لها حدا معلوما ثم عذر أهلها في حال عذر غير الذكر فإن الله تعالى لم يجعل له حدا ينتهي إليه ولم يعذر أحدا في تركه إلا مغلوبا على عقله فقال اذكروا الله قياما وقعودا وعلى جنوبكم بالليل والنهار في البر والبحر في السفر والحضر والغنى والفقر والصحة والسقم والسر والعلانية وعلى كل حال وقال وسبحوه بكرة وأصيلا فإذا فعلتم ذلك صلى عليكم هو وملائكته قال الله تعالى هو الذي يصلي عليكم وملائكته ● وأخرج ابن أبي حاتم عن مقاتل في قوله اذكروا الله

ذكرا

الفتوحات المكية

التي فتح الله بها على الشيخ الإمام العامل الراسخ الكامل
خاتم الأولياء الوارثين برزخ البرازخ محيي الحق
والدين أبي عبد الله محمد بن علي المعروف بابن عربي
الحاتمي الطائي قدس الله روحه ونور ضريحه آمين

المجلد الثاني

دار صادر
بيروت

﴿السؤال الخامس والعشرون﴾ ما بدء الوحي ○ الجواب إنزال المعاني المجردة العقلية في القوالب الحسية المقيدة في حضرة الخيال في نوم كان أو يقظة وهو من مدركات الحس في حضرة المحسوس مثل قوله فتمثل لها بشرا سويا وفي حضرة الخيال كما أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم العلم في صورة اللبن وكذا أول رؤياه قالت عائشة أول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا فكان لا يرى رؤيا إلا خرجت مثل فلق الصبح وهي التي أبقى الله على المسلمين وهي من أجزاء النبوة فما ارتفعت النبوة بالكلية ولهذا قلنا إنما ارتفعت نبوة التشريع فهذا معنى لا نبي بعده ولذلك من حفظ القرآن فقد أدرجت النبوة بين جنبيه فقد قامت به النبوة بلا شك فعلمنا أن قوله لا نبي بعده أي لا مشرع خاصة لا أنه لا يكون بعده نبي فهذا مثل قوله إذا هلك كسرى فلا كسرى بعده وإذا هلك قيصر فلا قيصر بعده ولم يكن كسرى وقيصر إلا ملك الروم والفرس وما زال الملك من الروم ولكن ارتفع هذا الاسم مع وجود الملك فيهم وتسمى ملكهم باسم آخر بعد هلاك قيصر وكسرى كذلك اسم النبي زال بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنه زال التشريع المنزل من عند الله بالوحي بعده صلى الله عليه وسلم فلا يشرع أحد بعده شرعا إلا ما اقتضاه نظر المجتهدين من العلماء في الأحكام فإنه بتقرير رسول الله صلى الله عليه وسلم صح حكم المجتهد من شرعه الذي شرعه صلى الله عليه وسلم الذي يعطي المجتهد دليله وهو الذي أذن الله به فما هو من الشرع الذي لم يأذن به الله فإن ذلك كذب وافتراء على الله فإن قلت هذا الذي بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من أين تقول إنه بدء الوحي قلنا لا شك ولا خفاء عند المؤمنين والأولياء أن محمدا صلى الله عليه وسلم خصه الله بالكمال في كل فضيلة فمن ذلك أن خصه بكمال الوحي وهو أنه بعث إلى الناس كافة وهو قوله عليه السلام أوتيت جوامع الكلم وبعثت عامة فما بقي ضرب من الوحي إلا وقد نزل عليه به فلما كان مبدأ ما بدئ صلى الله عليه وسلم بالرؤيا في وحيه ستة أشهر علمنا أن بدء الوحي الرؤيا بلا شك وذلك أنها جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة لكونها ستة أشهر وكانت نبوته ثلاثا وعشرين سنة فستة أشهر جزء من ستة وأربعين ولا يلزم أن يكون لكل نبي فقد يوحى لنبي لا من بدء الوحي الذي هو الرؤيا بل بضرب آخر من الوحي فقد بدئ بالرؤيا صلى الله عليه وسلم فهذا الرؤيا بدء الوحي بلا شك لأن الكمال الذي وصف به نفسه صلى الله عليه وسلم في القضاء أعلى أن يكون بدء الوحي ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذا ينبغي أن يكون فإن البدء عندنا هو ما يناسب الحس أولا ثم يرتقي إلى الأمور المجردة الخارجة عن الحس ولم تكن إلا الرؤيا نوما كان أو يقظة والوحي هنا تشريع الشرائع من كونه نبيا أو رسولا كما كان وهذا كله إذا كان سؤاله عن الوحي المنزل على البشر فإن كان سؤاله عن بدء الوحي من حيث الوحي أو عن بدء الوحي في حق كل صنف ممن يوحى إليه كالملائكة وغير البشر من الجنس الحيواني مثل قوله وأوحى ربك إلى النحل وغير الجنس الحيواني مثل عرض الأمانة على السموات والأرض والجبال فإنه كان بوحي ومثل قوله وأوحى في كل سماء أمرها ومثل قوله ونفس وما سواها وهي نفس كل مكلف وتمام الآية قوله فألهمها فجورها وتقواها فدخل الملك بالتقوى في هذه الآية إذ لا نصيب له في الفجور وكذلك الإنس والجان فالإنس والجن ألهموا الفجور والتقوى كلا نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء ربك محظورا فإن أراد بدء الوحي في كل صنف وشخص من شخص فهو الإلهام فإنه لا يخلو عنه موجود وهو الوحي وهذا الجواب عن بدء الوحي من حيث الوحي ومن حيث شخص شخص

٥٨

﴿السؤال

(الجزء الثانی)
من کتاب الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد
الاکابر للامام العارف الربانی
سیدی عبد الوهاب الشعرانی
نفعنا الله والمسلمین برکاته
واعاد علینا
من نفحاته
آمین
()

وعلی الهامش کتاب الکبریت الاحمر
فی بیان علوم الشیخ الاکبر لصاحب
الیواقیت والجواهر المذکور ضاعف
الله تعالی له الحسنی الاجور

(محل طبعه بالمطبعة الازهریة)
(ادارة الراجی من الله الغفران)
(حضرة السید محمد رمضان)

(الطبعة الثالثة)
(بالمطبعة الازهریة المصریة)
(سنة ١٣٢١ هجریة)

بافضل الدرجات اطمئنصبه وما عرفناه من منزلته عند الله تعالی ه وعما یؤید تحریم نزلنا الوسیلة لانفسنا ما ذکره العلماء فی الخصائص من تحریم خطبة المرأة التی عرض علیه الصلاة والسلام لوا بها ونجهاله ولذلک امتنع ابو بکر من اجابة عمر حین سأله عمر ان یتزوج ابنته حفصة وقال ابو بکر انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یذکرها انتهی (وقد رأیت) فی نسخة من نسخ الفتوحات بصر مانصه یجوز لکل مسلم ان یسأل الله له الوسیلة لان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعینه النقله ولعلها من التحریم المدسوس فیها علی الشیخ او مرجوع عنها بدلیل قوله رضی الله عنه فی الباب السابع والاربعین وثلثمائة ان منزلته صلی الله علیه وسلم فی الجنان ه الوسیلة التی یتفرع منها جمیع الجنان وهی فی جنة عدن دار المقامة ولها شعبة فی کل جنة من الجنان ومن تلک الشعبة یظهر محمد صلی الله علیه وسلم لاهل تلک الجنة وهی فی کل جنة اعظم منزلة فیها انتهی فاباک ان تضیف الی الشیخ مافی النسخة المدسوسة ثم تعترض علیه والله اعلم

ه (المبحث الثالث والثلاثون فی بیان بدایة النبوة والرسالة والفرق بینهما وبیان
امتناع رسالة رسولین معا فی عصر واحد وبیان انه لیس کل رسول خلیفة
وغیر ذلک من النفائس التی لا توجد فی کتاب) ه

اعلم یا اخی انه قد ورد فی الصحیح اول ما بدئ به رسول الله صلی الله علیه وسلم من الوحی الرؤیا الصادقة الحدیث (فان قلت) ما حقیقة بدء الوحی (فالجواب) کما قاله الشیخ فی الجواب الخامس والعشرین من الباب الثالث والسبعین من الفتوحات ان المراد ببدء الوحی انزال المعانی المجردة العقلیة فی القوالب الحسیة المقیدة فی حضرة الخیال سواء کان ذلک فی نوم او یقظة (فان قلت) فاذن هو من مدرکات الحس (فالجواب) نعم هو من مدرکات الحس وحضرة المحسوس کما فی قوله تعالی فتمثل لها بشرا سویا قال الشیخ محیی الدین وفی حضرة الخیال ادرک رسول الله صلی الله علیه وسلم العلم فی صورة اللبن ولذلک کان یؤوله بعد نومه وما القاه الله تعالی علی الامة من اجزاء النبوة فان النبوة لم ترتفع وانما ارتفع نبوة التشریع فقط کما یؤیده حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوة بین جنبیه فقد قامت به النبوة لاشک وقوله صلی الله علیه وسلم فلا نبی بعدی ولا رسول المراد به لا مشرع بعدی (فان قلت) فما الحکمة فی کون الرؤیا الصادقة جزءا من ستة واربعین جزءا من النبوة وما حکمة هذا العدد (فالجواب) انما خصت الاجزاء بهذا العدد لان نبوته صلی الله علیه وسلم

الجزء الثانی

من کتاب الفتوحات المکیة التی فتح الله بها علی الشیخ
الامام العامل الراسخ الکامل خاتم الاولیاء
الوارثین برزخ البرازخ محیی الحق والدین
أبی عبد الله محمد بن علی المعروف
بابن عربی الحاتمی الطائی
قدس الله روحه ونور
ضریحه آمین
آمین

﴿طبع علی النسخة المقابلة علی نسخة المؤلف الموجودة بمدینة قونیة
وقام بهذا المهم جماعة من العلماء بأمر المغفور له الأمیر عبد القادر
الجزائری رحم الله الجمیع وأنالهم المکان الرفیع﴾

ه (طبعت بمطبعة) ه
دار الکتب العربیة الکبری
(بمصر)
﴿علی نفقة الحاج فدا محمد الکشمیری وشرکاه﴾

٣٠

وستة أنفس للجهات ست ه أتتهن من نور وطین
فهذا الرمزان فکرت فیه ه تری سر الظهور مع الکمون

اعلم أیدنا الله وایاک بروح منه ان هذا الباب یتضمن أصناف الرجال الذین یحصرهم العدد والذین لا توقیت لهم ویتضمن المسائل التی لا یعلمها الاالا کابر من عباد الله الذین هم فی زمانهم بمنزلة الانبیاء فی زمان النبوة وهی النبوة العامة فان النبوة التی انقطعت بوجود رسول الله صلی الله علیه وسلم انما هی نبوة التشریع لا مقامها فلا شرع یکون ناسخا لشرعه صلی الله علیه وسلم ولا یزید فی حکمه شرعا آخر وهذا معنی قوله صلی الله علیه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی أی لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی ولا رسول أی لا رسول بعدی الی أحد من خلق الله بشرع یدعوهم الیه فهذا هو الذی انقطع وسد بابه لا مقام النبوة فانه لا خلاف ان عیسی علیه السلام نبی ورسول وانه لا خلاف انه ینزل فی آخر الزمان حکما مقسطا عدلا بشرعنا لا بشرع آخر ولا بشرعه الذی تعبد الله به بنی اسرائیل من حیث ما نزل هو به بل ما ظهر من ذلک هو ما قرره شرع محمد صلی الله علیه وسلم ونبوة عیسی علیه السلام ثابتة له محققة فهذا نبی ورسول قد ظهر بعده صلی الله علیه وسلم وهو الصادق فی قوله انه لا نبی بعده فعلمنا قطعا انه یرید التشریع خاصة وهو المعبر عنه عند أهل النظر بالاختصاص وهو المراد بقولهم ان النبوة غیر مکتسبة وأما القائلون باکتساب النبوة فانهم یریدون بذلک حصول المنزلة عند الله

٩٠

﴿السؤال الثانی والثمانون﴾ کم اجزاء النبوة ه الجواب أجزاء النبوة علی قدر آی الکتب المنزلة الالهیة من العدد الموضوع فی العالم من آدم الی آخر نبی یبعث مما وصل الینا ومما لم یصل علی أن القرآن یجمع فان النبی صلی الله علیه وسلم یقول فیمن حفظ القرآن ان النبوة أدرجت بین جنبیه فهی ولن کانت مجموعة فهی مفصلة معینة فی آی الکتب المنزلة مبعثرة فی الصحف مفرقة فی الاخبار الالهیة الخارجة عن قبل والکتب ویجمع النبوة کلها أم الکتاب ومفتاحها بسم الله الرحمن الرحیم فالنبوة ساریة الی یوم القیامة فی الخلق وان کان التشریع قد انقطع فالتشریع جزء من أجزاء النبوة فانه یستحیل أن ینقطع خبر الله وأخباره من العالم اذ لو انقطع لم یبق للعالم غذاء یتغذی به فی بقاء وجوده قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل أن تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مددا ولو أن ما فی الارض من شجرة أقلام والبحر یمده من بعده سبعة أبحر ما نفدت وقد أخبر الله انه ما من شیء یرید ایجاده الا یقول له کن فهذه کلمات الله لا تنقطع وهی الغذاء العام لجمیع الموجودات فهذا جزء واحد من أجزاء النبوة لا ینفد فأین أنت من باقی الاجزاء التی لها

شرح

الأستاذ الفاضل والعالم الكامل

الشيخ عبد الرزاق القاشاني

على

فصوص الحكم

للأستاذ الأكبر الشيخ محيي الدين بن العربي

وبأسفل صحائفه حل المواضع الخفية من شرح بالي أفندي

الطبعة الثانية

١٣٨٦هـ - ١٩٦٦م

- ٤٢ -

من معاني لخواطرهم بها فتحقق ما ذكرناه) إشارة إلى أن خاتم الأولياء قد يكون تابعا في حكم الشرع كما يكون المهدي الذي يجيء في آخر الزمان ، فإنه يكون في الأحكام الشرعية تابعا لمحمد صلى الله عليه وسلم ، وفي المعارف والعلوم والحقيقة تكون جميع الأنبياء والأولياء

- ٤٣ -

تابعين له كلهم ، ولا يناقض ما ذكرناه لأن باطنه باطن محمد عليه الصلاة والسلام ولهذا قيل إنه حسنة من حسنات سيد المرسلين وأخبر عليه الصلاة والسلام بقوله إن اسمه اسمي وكنيته كنيتي فله المقام المحمود ، ولا يقدح كونه تابعا في أنه معدن علوم الجميع من الأنبياء والأولياء فإنه يكون في علم التشريع والأحكام أنزل كما يكون في علم التحقيق والمعرفة بالله أعلى ، الا

الباب الثامن والسبعون

في ايراد ما في كتاب فرائد السمطين وغيره

وفي كتاب فرائد السمطين الشيخ محمد بن ابراهيم الجويني الخراساني الحموئي المحدث الفقيه الشافعي بسنده عن الشيخ ابي اسحق ابراهيم بن يعقوب الكلاباذي البخاري بسنده عن جابر بن عبد الله الانصاري رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من انكر خروج المهدي فقد كفر بما انزل على محمد ومن انكر نزول عيسى فقد كفر ومن انكر خروج الدجال فقد كفر وفي هذا الكتاب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان خلفائي وأوصيائي وحجج الله على الخلق بعدي الاثنا عشر اولهم علي وآخرهم ولدي المهدي فينزل روح الله عيسى بن مريم فيصلي خلف المهدي وتشرق الارض بنور ربها ويبلغ سلطانه المشرق والمغرب وفيه بسنده عن عباية بن ربعي عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انا سيد النبيين وعلي سيد الوصيين وان اوصيائي بعدي اثنا عشر اولهم علي وآخرهم المهدي وفيه بسنده عن ابي امامة الباهلي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بينكم وبين الروم سبع هدن فقيل يا رسول الله من الامام من الناس يومئذ قال المهدي من ولدي ابن أربعين سنة كأن وجهه كوكب دري وفي خده الايمن خال اسود عليه عباءتان قطوانيتان كانه من رجال بني اسرائيل يملك عشرين سنة يستخرج الكنوز ويفتح مداين الشرك وفي كتاب الاصابة نحوه وفيه عن ابي نعيم الحافظ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج المهدي وعلى راسه ملك ينادي هذا المهدي خليفة الله فاتبعوه وفيه عن الباقر عن ابيه وجده عن علي عليهم السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المهدي من ولدي تكون له غيبة اذا ظهر يملأ الارض قسطاً وعدلا كما ملئت جوراً وظلما وفيه عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي

ينابيع المودة

سجل عظيم للاحاديث النبوية في مناقب الامام علي

واهل البيت عليهم السلام

للعلامة الفاضل الشيخ الامجد والسيد السند الشيخ سليمان بن الشيخ ابراهيم المعروف بخوجه كلان بن الشيخ محمد المعروف المشتهر به بابا خوجه الحسيني البلخي القندوزي رحمه الله آمين

الجزء الثالث

الطبعة الاولى في استانبول

باذن نظارة المعارف الجليلة

الطبعة الثانية على نفقة مكتبة العرفان

اصاحبها : الحاج ابراهيم زين - بيروت

الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان عليا وصيي ومن ولده القائم المنتظر المهدي الذي يملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت جوراً وظلما والذي بعثني بالحق بشيراً ونذيراً ان الثابتين على القول بامامته في زمان غيبته لاعز من الكبريت الاحمر فقام اليه جابر بن عبد الله فقال يا رسول الله وللقائم من ولدك غيبة قال اي وربي ليمحص الله الذين آمنوا ويمحق الكافرين ثم قال يا جابر ان هذا امر من امر الله وسر من سر الله فاياك والشك فان الشك في امر الله عز وجل كفر وفيه عن الحسن بن خالد قال قال علي بن موسى الرضا رضي الله عنه لا دين لمن لا ورع له وان اكرمكم عند الله اتقاكم اي اعملكم بالتقوى ثم قال ان الرابع من ولدي ابن سيدة الاماء يطهر الله به الارض من كل جور وظلم وهو الذي يشك الناس في ولادته وهو صاحب الغيبة فاذا خرج اشرقت الارض بنور ربها ووضع ميزان العدل بين الناس فلا يظلم احد احداً وهو الذي تطوى له الارض ولا يكون له ظل وهو الذي ينادي مناد من السماء يسمعه جميع اهل الارض الا ان حجة الله قد ظهر عند بيت الله فاتبعوه فان الحق فيه ومعه قول الله عز وجل ان نشأ ننزل عليهم آية من السماء فظلت اعناقهم لها خاضعين وقول الله عز وجل يوم ينادي المنادي من مكان قريب يوم يسمعون الصيحة بالحق ذلك يوم الخروج اي خروج ولدي القائم المهدي عليه السلام ابو نعيم الحافظ اخرج عن الباقر رضي الله عنه قال ان الله يلقي في قلوب محبينا واتباعنا الرعب فاذا قام قائمنا المهدي عليه السلام كان الرجل من محبينا اجرأ من اسد وأمضى من سنان صاحب الاربعين اخرج عن حذيفة بن اليمان قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ويح هذه الامة من ملوك جبابرة كيف يقتلون ويطردون المسلمين الا من اظهر طاعتهم فالمؤمن التقي يصانعهم بلسانه ويفر منهم بقلبه فاذا اراد الله تبارك وتعالى ان يعيد الاسلام عزيزاً قصم كل جبار عنيد وهو القادر على ما يشاء واصلح الامة بعد فسادها يا حذيفة لو لم يبق من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذلك اليوم حتى يملك رجل من اهل بيتي يظهر الاسلام والله لا يخلف وعده وهو على وعده قدير صاحب الاربعين عن ابي جعفر المنصور الدوانيقي العباسي عن ابيه عن جده عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لن تهلك امة انا في اولها وعيسى بن مريم

صُحُفاً مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

بتدا الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

یعنے

(اُردو ترجمہ)

مکتوبات امام ربّانی

حضرت مجدّد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرّہٗ

دفتر اوّل ـــــ حصہ چہارم

(تصحیح و حواشی و ترجمہ)

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

(ناشر)

مدینہ پبلشنگ کمپنی (بندر روڈ) کراچی

SALE DEPOT
TAJ COMPANY LTD.
MAGAT ROAD, RAWALPINDI

اردو ترجمہ مکتوبات شریف دفتر اول حصہ پنجم ۔۔۔ ۵۸۰

کو بھی حصہ حاصل ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات سے بطریق وراثت پیرو کاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔ ؏

ناس گشت بنام مصلحت عام را

تو نا تم الرسلین علیہ و آلہ و علی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتسلیمات کی بعثت کے بعد بطریق وراثت و تبعیت آپ کے پیروکاروں کو کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

موضوعات علی القاری

ناشری

شرکت صحافیۂ عثمانیہ مدیری الحاج احمد خلوصی

(شرکتمزك بدايت تشكيلندنبرو كتب ورسائل عربيه وتركيه غايت)
(مصحح واهون فيئاته نشر اولنديغى كبى لدالحد اشبو بيك اوچيوزسكز)
(سنه سى دخى ﴿ موضوعات على القارى ﴾ نام كتابك تصحيحنه اهتمام)
(ايله طبعنه موفق اولنوب بيوك ديبو زيتونى حكاكلر ارقه)
(زقاغنده (٢ و ٤) نومرولى مغازه ماولوب شعبه لردن برنجى شعبه سى)
(حكاكلرده (٣) نومرولى دكانده وايكنجى شعبه سى ازبرده كاغدجيلر)
(ايچنده بكرلى زاده حافظ احمد طلعت افنديك (١٦) نومرولى دكاننده)
(واوچنجى شعبه سى قونيه ده صوفى زاده محمد رضا افنديك دكانده)
(ودردنجى شعبه سى طرابزونده سپاهى بازارنده كائن معاف موسى)
(افنديك دكاننده وبارطنده احسانيه جاده سنده قره قاش زاده ابراهيم)
(رجى افنديك دكاننده كرك ومصارفات نقليه سى ضم ايله استانبول)
(فياتنه صاتلقده در وسلانيكده دخى استانبول چارشوسنده مصطفى)
(صدقى افنديك دكاننده صاتلقده در)

درسعادت

(معارف نظارت جليله سنك رخصت رسميه سيله سلطان بايزيد)
(جامع شريفى كتبخانه سى تحتنده شركت صحافيۂ عثمانيه نك)
(٨٧ نومرولى مطبعه سنده طبع اولنشدر)

٦٧

يقال الولد سرابيه. ولوعاش وبلغ اربعين صار نبيا لزم ان لايكون نبينا خاتم النبيين واما قول ابن حجر المكى وتأويله ان القضية الشرطية لاتستلزم وقوع المقدم وان انكار النووى كابن عبدالبر لذلك فلعدم ظهور هذا التأويل وهو ظاهر فبعيد جدا ان لايفهم الامامان الجليلان مثل هذه المقدمة وانما الكلام على فرض وقوع المقدم فافهم والله سبحانه اعلم ثم يقرب من هذا الحديث فى المعنى حديث لوكان بعدى نبيا لكان عمر بن الخطاب وقد رواه احمد والحاكم عن عقبة بن عامر به مرفوعا قلت ومع هذا الوعاش ابراهيم وصار نبيا وكذا الوصار عمر نبيا لكانا من اتباعه عليه السلام كعيسى والخضر والياس عليهم السلام فلا يناقض قوله تعالى خاتم النبيين اذ المعنى انه لاياتى نبى بعده ينسخ ملته ولم يكن من امته ويقويه حديث

اِنسانِ کامِل

قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی تفسیر و تشریح کی روشنی میں علم تصوف کے اسرار و رموز، احوال، [illegible] اور حقائق و معارف کا وہ گرانمایہ خزینہ [illegible] کے لئے پیرِ کامل اور رہنما کے فرائض انجام دینے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے

مصنف
حضرت سید عبدالکریم
بن ابراہیم جیلانیؒ

مترجمہ
فضل میراں
مولوی فاضل

نفیس اکیڈیمی

بلاسس اسٹریٹ اقبال بک [illegible] ـــــ کراچی ۱

[illegible] قیمت ۱۔ [illegible] روپے

انسانِ کامل ۲۲۲

اَمْرِهِیْ لِعَبْدِهٖ الآیہ۔ اور اسی میں وہ نبی بناکر خلق کی طرف بھیجے گئے۔ تاکہ وہ دنیا کے لئے رحمت ہوں اور اس مقام سے محققین کے لئے سوائے اس کے کچھ بہرہ نہیں۔ کہ وہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے عبد سے مسمیٰ ہوتے ہیں۔ اور وہ جمیع حضرات میں آں حضرت صلعم کے خلیفے ہیں۔ سوائے اس چیز کے جو اللہ میں ان کے لئے مخصوص ہے۔ جس سے وہ اپنے محمد [illegible] سے منفرد ہیں۔ محققین میں سے جس نے صرف اپنے ہی نفس کی اصلاح کی۔ اور وہ اپنی ہی ذات کے لئے ہے۔ وہ مقام نبوت میں آنحضرت صلعم کا نائب ہے۔ جب تک اس طائفہ میں سے ایک شخص بھی دنیا میں قائم رہے گا۔ اس وقت تک دین محمدی قائم رہے گا۔ اس لئے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے ہیں۔ وہ آپ کے دین سے شر کو اسی طرح ہٹاتے ہیں۔ جیسے کہ چرواہا بکریوں سے ہٹاتا ہے۔ اور وہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخوان ہیں جن کی نسبت آپ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میرا انتہا درجہ کا شوق ہے۔ ان بھائیوں کی طرف جو میرے بعد آئیں گے۔ پس یہ لوگ انبیاء اولیاء ہیں۔ اس سے ان کی مراد نبوت قرب و اعلام اور حکم الٰہی کی نبوت ہے۔ نہ نبوت تشریع۔ اس لئے کہ نبوت تشریع آپ کے وجود سے منقطع ہوگئی اور یہ لوگ بلا واسطہ علوم انبیاء سے خبر دینے والے ہیں۔

جملہ حقوق بحق منیجر البرہان محفوظ ہیں

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

اَلصِّرَاطُ السَّوِی
فِی
احوال المہدی عج

مصنفہ

جناب فضائل و فواضل مآب مولانا مولوی سید محمد سبطین السرسوی اعلی اللہ مقامہ

ناشر: منیجر البرہان بلڈنگ ۲۳۔اے۔عمر روڈ، اسلام پورہ، لاہور

ملنے کا پتہ

اِمَامِیہ کُتُب خَانَہ

مغل حویلی اندرون موچی دروازہ۔ لاہور

اور نیز جناب امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ خلفؑ صالح فرزندان ابی محمد حسنؑ بن علیؑ سے ہے اور وہی صاحب الزمانؑ ہے اور وہی مہدیؑ ہے۔ اور نیز جناب صادقؑ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا حضرتؑ نے خلفؑ صالح میرے فرزندوں میں سے ہے۔ اور وہی مہدیؑ ہے نام اس کا محمدؐ ہے کنیت ابو القاسم ہے آخر زمانے میں خروج کرے گا۔ مراد خلف سے جانشین ہے اور وہ جنابؑ تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ سلف کے خلف اور جانشین ہیں۔ اور تمام علوم اور صفات و حالات اور خصائص انبیاءؑ و اوصیاءؑ سے متصف ہیں اور مواریث الٰہیہ جو ایک دوسرے سے ورثہ میں پاتے ہیں۔ اور تبرکات نبویہ تمام اُس جناب کے پاس جمع ہیں اور وہ جناب خلیفہ جمیع انبیاءؑ ہیں۔

اور حدیث لوح میں جس کو جابرؓ نے فاطمہؑ زہرا صدیقہ کبریٰ کے پاس دیکھا تھا۔ اور اس معصومہؑ سے انہوں نے نقل کر لیا تھا۔ بعد ذکر جناب امام حسن عسکریؑ کے مذکور ہے کہ اس وقت ہم کامل کریں گے۔ اس امر کو اُن کے فرزند خلف سے جو رحمت ہے جمیع عوالم کے لئے اور اُس پر ہے کمال صفوت آدمؑ اور رفعت ادریسؑ اور سکینۂ نوحؑ اور حلم ابراہیمؑ اور شدت موسیٰؑ اور بہا عیسیٰؑ اور صبر ایوبؑ اور حدیث مفضل رضی میں ہے کہ جب وہ جنابؑ ظاہر ہوں گے۔ تو خانہ کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر کھڑے ہوں گے اور فرمائیں گے اے گروہ خلائق آگاہ ہو کہ جو شخص چاہتا ہے کہ دیکھے جناب آدمؑ اور شیثؑ کو پس وہ دیکھے میری طرف میں ہوں آدمؑ۔ میں ہوں شیثؑ۔ میں ہوں نوحؑ۔ میں ہوں سامؑ۔ میں ہوں ابراہیمؑ۔ میں ہوں اسمٰعیلؑ۔ میں ہوں موسیٰؑ۔ میں ہوں یوشعؑ۔ میں ہوں عیسیٰؑ۔ میں ہوں شمعونؑ میں ہوں محمد مصطفےٰؐ اور میں ہوں باقی آئمہ علیہم السلام اور بروایت نعمانی اس طرح فرمائیں گے۔ میں بقیۃ اللہ آدمؑ سے اور ذخیرہ نوحؑ سے اور مصطفےٰ ابراہیمؑ سے اور صفوۃ محمدؐ سے اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ چونکہ حضرت عسکریؑ کوئی فرزند نہیں رکھتے تھے پس لوگ یہ کہتے تھے کہ بس اب جانشینی کا سلسلہ ختم ہوا چنانچہ ایک جماعت اسی اعتقاد پر باقی رہی پس اُس جناب کی ولادت سے جماعت شیعہ آپس میں بشارت دیتے تھے کہ خلف اور جانشین ظاہر ہوا اور اسی مطلب کی طرف اشارہ کرنے کے لیے شیعہ بلکہ خود آئمہؑ اس جنابؑ کو اس لقب سے یاد فرماتے تھے۔

(۵۱) خنّسؑ ہے اور خنس اُن ستاروں کو کہتے ہیں۔ جن کو رجعت ہے۔ یعنی جو کبھی اپنی سیر سے رجوع کرتے ہیں۔ مثل زحل و مشتری و مریخ و زہرہ و عطارد کے۔ آفتاب و ماہتاب کے لیے رجوع اور رجعت نہیں ہے۔ پس چونکہ اس جنابؑ کو بھی رجوع اور رجعت ہے۔ اس لیے اس

مَنَاقِب
آل ابی طالب
لمؤلفه

ابی جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شهر آشوب السروی المازندرانی

المتوفی سنة ۵۸۸ هـ

الجزء الثالث

مؤسسه انتشارات علامه - قم

خیابان حضرتی

المطبعة العلمية بقم

ویوم الغدیر وغیرهما . ورکب النبی علی البراق ، ورکب علی عاتق النبی . وقال فیه ، (بالمؤمنین رؤف رحیم) ، وقال فی علی : (وجعلنا لهم لسان صدق علیا) قال للنبی (لیغفر لك الله ماتقدم من ذنبك و ماتأخر) ، وقال لعلی : (فوقیهم الله شر ذلك الیوم واقسم بنفسه : (والضحی و اللیل اذا سجی) ، وأقسم بعلی : (و الفجر و لیال عشر) سماه : (والنجم اذا هوی) ، ولعلی : (وعلامات و بالنجم هم یهتدون) و قال فیه : (ام یحسدون الناس) ؛ وفی علی : (ومن الناس من یشری نفسه) . وقال فیه : (یعرفون نعمة الله ثم ینکرونها) ؛ وفی علی : (و أتممت علیکم نعمتی) وقال فیه : (الله نور السماوات والارض) ؛ وفی علی : (یریدون لیطفؤا نورالله) وقال فیه : (و ما ارسلناك الارحمة) وقال : (فیه ذکراً رسولا) ؛ وفی علی : (وأنزلنا الیك الذکر) : وقال فیه : (علی رجل منکم) ، وفی علی : (رجال لاتلهیهم تجارة) وقال فیه : (ثم دنی فتدلی) ، وکان صلى الله عليه وآله یجد شبه علی فی معراجه .

وکانت علامة النبوة بین کتفیه ؛ وعلامة الشجاعة فی ساعدی علی نزلت الملائکة یوم بدر بنصرته (یمددکم ربکم) ، وکان جبرئیل یقاتل عن یمین علی ومیکائیل عن یساره وملك الموت قدامه . أرسله الله الی الناس کافة ، وعلی امام الخلق کلهم . کان النبی اکرم العناصر (الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین) ، وعلی منه وهو الذی (خلق من الماء بشراً فجعله نسباً وصهراً) . وقال فیه : (ان الذین یؤذون النبی و یقولون هو اذن) ، و قال لعلی : (وتعیها اذن واعیة) . وقال النبی : نصرت بالرعب ، وقال : یاعلی الرعب معك یقدمك اینما کنت .

سهل بن عبدالله عن محمد بن سوار عن مالك بن دینار عن الحسن البصری عن انس فی حدیث طویل سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله یقول : أنا خاتم الانبیاء و انت یاعلی خاتم الاولیاء . وقال امیر المؤمنین عليه السلام : ختم محمد الف نبی وانی ختمت الف وصی وانی کلفت مالم یکلفوا .

ابن حماد :

ختم الانبیاء هذا و هذا ختم الاوصیاء فی کل باب

ابن عباس : سمعت النبی صلى الله عليه وآله یقول : أعطانی الله خمسا ، وأعطی علیا خمسا ،

دار الكتب المصرية

القسم الأدبي

الجامع لأحكام القرآن

لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي

الجزء الثامن

القاهرة
مطبعة دار الكتب المصرية
١٣٥٨ هـ — ١٩٣٩ م

قوله تعالى : يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (٣٢)

قوله تعالى : ﴿ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ ﴾ أي دلالته وحججه على توحيده . جعل البراهين بمنزلة النور لما فيها من البيان . وقيل : المعنى نور الإسلام؛ أي أن يخمدوا دين الله بتكذيبهم . ﴿ بِأَفْوَاهِهِمْ ﴾ جمع فُوه على الأصل ؛ لأن الأصل في فم فُوهٌ ، مثل حوض وأحواض . ﴿ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ ﴾ يقال : كيف دخلت « إلا » وليس في الكلام حرف نفي، ولا يجوز ضربت إلا زيدا . فزعم الفراء أن « إلا » إنما دخلت لأن في الكلام طرفا من الجحد. قال الزجاج: الجحد والتحقيق ليسا بذوي أطراف . وأدوات الجحد : ما، ولا، وإنْ، وليست : وهذه لا أطراف لها يُنطق بها، ولو كان الأمر كما أراد لجاز كرهت إلا زيدا ؛ ولكن الجواب أن العرب تحذف مع أبى . والتقدير : ويأبى الله كل شيء إلا أن يتم نوره . وقال علي بن سليمان : إنما جاز هذا في « أبى » لأنها منع أو امتناع ، فضارعت النفي . قال النحاس : فهذا حسن؛ كما قال الشاعر :

وهل لِيَ أمٌّ غيرُها إن تركتها ۞ أبى الله إلا أن أكون لها ابْنَما

قوله تعالى : هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (٣٣)

قوله تعالى : ﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ ﴾ يريد محمدا صلى الله عليه وسلم . ﴿ بِالْهُدَىٰ ﴾ أي بالفرقان . ﴿ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ﴾ أي بالحجة والبراهين . وقد أظهره على شرائع الدين حتى لا يخفى عليه شيء منها ؛ عن ابن عباس وغيره . وقيل : « ليظهره » أي ليظهر الدين دين الإسلام على كل دين. قال أبو هريرة والضحاك : هذا عند نزول عيسى عليه السلام . وقال السُّدِّي : ذاك عند خروج المهدي، لا يبقى أحد إلا دخل في الإسلام وأدى الجزية . وقيل : المهدي هو عيسى فقط، وهو غير صحيح؛ لأن الأخبار الصحاح قد

المجلد الثالث
من
تفسير روح البيان

تأليف الامام العالم الفاضل والشيخ النحرير الكامل الجامع بين البواطن والظواهر ومفخر الاماثل والاكابر خاتمة المفسرين وقدوة ارباب الحقيقة واليقين فريد اوانه وقطب زمانه منبع جميع العلوم مولانا ومولى الروم الشيخ اسماعيل حقي البروسوي قدس سره العالي

المتوفى سنة ١١٣٧

درسعادت
١٣٣٠

تنزيهاله عن الاشراك به في العبادة والطاعة ﴿ يريدون ﴾ اى يريد اهل الكتابين ﴿ ان يطفئوا ﴾ ان يخمدوا ﴿ نور الله ﴾ اى يردوا القرآن ويكذبوه فيما نطق به من التوحيد والتنزه عن الشركاء والاولاد والشرائع التى من جملتها ما خالفوه من امر الحل والحرمة ﴿ بافواههم ﴾ [illegible] الباطلة الخارجة منها من غير ان يكون لها مصداق تنطبق عليه واصل تستند اليه [illegible] عنهم ﴿ ويأبى الله الا ان يتم نوره ﴾ اى لا يرضى الاستثناء المفرغ من الموجب لكونه بمعنى النفى اى لا يريد الله شيأ من الاشياء الا اتمام نوره باعلاء كلمة التوحيد واعزاز دين الاسلام ﴿ ولو كره الكافرون ﴾ جواب لو محذوف لدلالة ما قبله عليه والجملة معطوفة على جملة قبلها مقدرة كائنة في موقع الحال اى لا يريد الله الا اتمام نوره ولو لم يكره الكافرون ذلك بل ولو كرهوا اى على كل حال مفروض وقد حذفت الاولى في الباب حذفا مطردا لدلالة الثانية عليها دلالة واضحة لان الشئ اذا تحقق عند المانع فلان يتحقق عند عدمه اولى

چراغى را كه ايزد بر فروزد ۞ كسى كش پف كند سبلت بسوزد

﴿ هو الذى ﴾ اى الذى لا يريد شيأ الا اتمام نوره ودينه هو الذى ﴿ ارسل رسوله ﴾ ملتبسا ﴿ بالهدى ﴾ اى بالقرآن الذى هو هدى للمتقين ﴿ ودين الحق ﴾ اى الدين الحق وهو دين الاسلام ﴿ ليظهره ﴾ اى ليغلب الرسول ﴿ على الدين كله ﴾ اى على اهل الاديان كلهم فالمضاف محذوف اوليظهر الدين الحق على سائر الاديان بنسخه اياها حسبما تقتضيه الحكمة واللام فى ليظهره لاثبات السبب الموجب للارسال . فهذه اللام لام الحكمة والسبب شرعا ولام العلة عقلا لان افعال الله تعالى ليست بمعللة بالاغراض عند الاشاعرة لكنها مستتبعة لغايات جليلة . فنزل ترتب الغاية على ما هى ثمرته منزلة ترتب الغرض على ما هو غرض له ﴿ ولو كره المشركون ﴾ ذلك الاظهار ووصفهم بالشرك بعد وصفهم بالكفر للدلالة على انهم ضموا الكفر بالرسول الى الكفر بالله ۞ قال ابن الشيخ وغلبة دين الحق على سائر الاديان تكون على التزايد ابدا وتتم عند نزول عيسى عليه السلام لما روى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى نزول عيسى ويهلك فى زمانه الملل كلها الا الاسلام وقيل ذلك عند خروج المهدى فانه حينئذ لا يبقى احد الا دخل فى الاسلام والتزم اداء الخراج وفى الحديث (لا يزداد الامر الا شدة ولا الدنيا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعة الا على شرار الناس ولا مهدى الا عيسى بن مريم) ومعناه لا يكون احد صاحب المهدى الا عيسى بن مريم فانه ينزل لنصرته وصحبته والمهدى الذى من عترة النبى عليه السلام امام عادل ليس بنبى ولا رسول والفرق بينهما ان عيسى هو المهدى المرسل الموحى اليه والمهدى ليس بنبى موحى اليه وايضا ان عيسى خاتم الولاية المطلقة والمهدى خاتم الخلافة المطلقة وكل منهما يخدم هذا الدين الذى هو خير الاديان واحبها الى الله تعالى ۞ وعن بعض الروم قال كان سبب اسلامى انه غزانا المسلمون فكنت اساير جيشهم فوجدت غزاة فى الساقة فاسرت نحو عشرة نفر وحملتهم على البغال بعد ان قيدتهم وجعلت مع كل واحد منهم رجلا موكلا به فرأيت فى بعض الايام رجلا من الاسرى يصلى فقلت للموكل به

دُعائے اِستخارہ

رفعِ شک کی آسان صُورت

اَے حق کے طالبو ! اِن مولویوں کی باتوں سے فِتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کرکے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادئ مطلق سے مدد چاہو ــــــ !!

از سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اِس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو **مواخذہ الٰہی** سے ڈرتے ہیں وہ بلاتحقیق اِس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں۔ اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ڈرایا ہے ویسا ڈرتے رہیں۔ اور اُن کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جائیں۔ کیونکہ یہ فتویٰ کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اِس عاجز پر شک ہو۔ اور وہ دعویٰ جو اِس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دِل میں شبہ ہو تو مَیں ایک آسان صُورت رفعِ شک کی بتلاتا ہُوں۔ جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کرکے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں۔ جس کی پہلی رکعت میں **سُورۃ یٰسین** اور دُوسری رکعت میں اکیس مرتبہ **سُورۂ اِخلاص** ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ **درُود شریف** اور تین سو مرتبہ **استغفار** پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دُعا کریں کہ اَے قادرِ کریم تُو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں اِلتجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدّد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر **مقبول** ہے اور تیری طرف سے ہے تو اُس کے انکار اور اس کی اہانت سے **ہم ہلاک نہ ہو جائیں**۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک **قوت تجھ کو ہی** ہے۔ **آمین**۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بُغض سے بھرا ہُوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے اگر وہ خواب میں اُس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اُس ظُلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُرظلمت خیالات اپنی طرف سے اُس کے دِل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی **بدتر** ہوتا ہے۔ سو اگر تُو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلّی بُغض و عناد سے دھو ڈال۔ اور اپنے تئیں بکلّی خالی النفس کرکے اور دونوں پہلوؤں بُغض اور محبّت سے الگ ہو کر اُس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کریگا۔ جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دُخان نہیں ہوگا۔ سو اَے حق کے طالبو ! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کرکے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادئ مطلق سے مدد چاہو۔ اور دیکھو کہ اب مَیں نے یہ رُوحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

المُبلّغ۔ غلام احمد عفی عنہُ

(منقول از "نشانِ آسمانی" صفحہ ۵۹، ۶۰، ۶۱ مطبوعہ ۱۹۷۷ء ناشر ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

THE WEEKLY BADR QADIAN
DISTT. GURDASPUR, PUNJAB (INDIA)
21, 28—DEC. 1995 A.D.

اِنعامی چیلنج

ہر مولوی جو دُنیا کے پردے پر جہاں کہیں بھی ہو اگر صدی سے قبل مسیحؑ کو آسمان سے اُتار دے تو

مَیں وعدہ کرتا ہُوں کہ ہر ایسے مولوی کو ایک کروڑ روپیہ دُوں گا

مسیحؑ کو اُتار دو اور جھگڑا ختم کر دو مَیں اور میری ساری جماعت پہلے ہی مسیحؑ کو مانے ہُوئے ہے ایک اَور مسیح کو ماننے میں کیا حرج ہے!

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۴ء کے اِختتامی خطاب میں تمام دُنیا کے مولویان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-
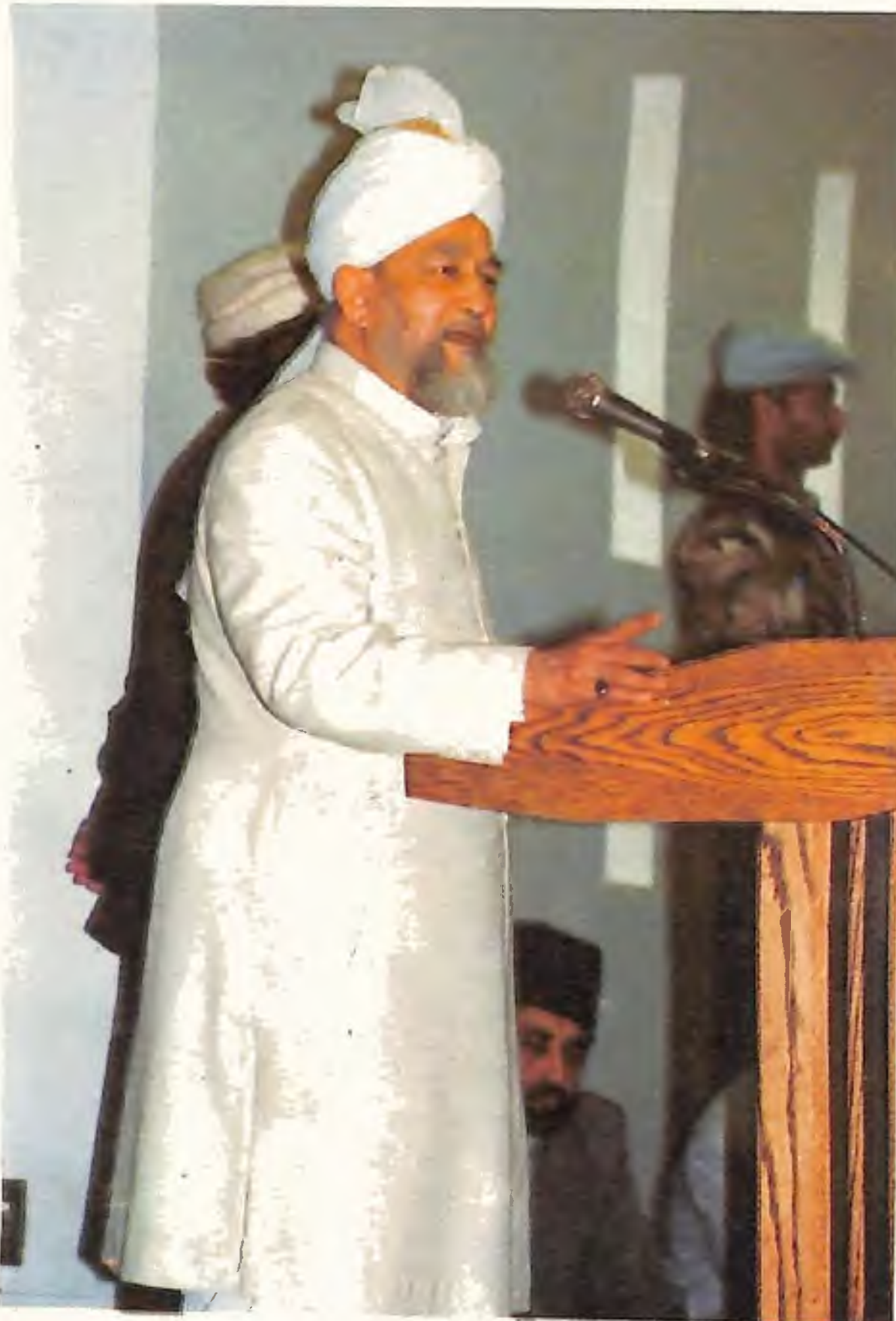
"اُمّتِ محمدیہ کے مسائل کا اصل حل تو مسیح کے نازل ہونے میں ہے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو عالمی غلبہ نصیب ہوگا اس صدی کے گزرنے میں چند سال باقی ہیں۔ مَیں یہ وعدہ کرتا ہُوں کہ تم سب مِل کر اگر کسی طرح مسیح کو اُتار دو صدی سے پہلے پہلے تو مَیں تم میں سے ہر ایک کو کروڑ روپیہ دُوں گا۔ سب مولویوں کو دوبارہ چیلنج دیتا ہوں جو یہ دعوےٰ کر دے کہ میری کوشش سے اترا ہے مَیں بغیر بحث کئے اس کی بات مان جاؤں گا اور ایک ایک کروڑ کی تھیلی ہر ایک کو پہنچائی جائے گی۔ فرمایا ہر مولوی دُنیا کے پردے پر جہاں کہیں ہو ہندوستان کا تو خاص طور پر پیشِ نظر ہے، مسیح کو اتار دے آسمان سے جو چاہے کر کے۔ فرمایا پھر خیال آیا کہ مسیح تو بہت پاک وجود ہے اُسے کہاں سے اُتار سکتے ہیں، دجّال کے گدھے کو ہی پیدا کر دے۔ اگر صدی کے ختم ہونے سے پہلے دجّال کا گدھا ہی بنا کے دکھا دو جس کے آئے بغیر مسیح نے نہیں آنا تو پھر ایک ایک کروڑ روپیہ ہر مولوی کو ملے گا۔ اور یہ دعویٰ میرا آج بھی قائم ہے۔ اب تو اِس قسم کے چیلنجوں کے وقت آ گئے ہیں۔ مسیح کو اُتارو اور جھگڑا ختم کرو۔ مَیں اور میری ساری جماعت پہلے ہی مسیح کو مانے ہُوئے ہے۔ ایک اَور مسیح کو ماننے میں کیا حرج ہے فرمایا آنے والا تو آ چکا ہے اب کوئی نہیں آئے گا۔ اب دلیلوں کے وقت نہیں رہے بلکہ ایسے آسمانی نشانات کے وقت ہیں جو متقیوں پر الہام اور کشوف کی صُورت ..میں اُتریں گے۔ فرمایا یہ چیلنج ہے جو ہندوستان کے اس مناظرے سے میرے دِل میں پیدا ہُوا اور مَیں اسے پاکستان کے مولویوں پر اور اُن بڑے بڑے دعوے داروں پر جو مسیح کے مُردے کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ کہتا ہوں، شوق سے کرو۔ اس کو آسمان سے اُتار کر دکھاؤ، جماعت احمدیہ کے خزانے ختم نہیں ہوں گے اور تمہیں کروڑ کروڑ کی تھیلیاں عطا کرتے جائیں گے مگر تمہارے نصیب میں آسمان سے ایک کوڑی کا بھی فیض نہیں۔"

(خُلاصہ اختتامی خطاب مطبوعہ بدر ۵/۱۲ جنوری ۱۹۹۵ء) ←